

مِنْ تَرِكِ الْبَابِ خَيْرٌ اِنْ يَفْقَهُ فِي الْمَدِينِ  
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا لہجہ فرماتا ہے وہی ہمارا رب ہے

# اولاد اور والدین کی کتاب

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (القرآن)  
اے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھ پر بچپن میں رحم کیا۔



تالیف و تخریج:

حافظ عمران ایوب لاہوری

تحقیق و افادات:

محمد العجیلان ناصر الدین البلی

مَنْ يَرْىَ اللَّهَ بِخَيْرٍ أَيْفَقَهُ فِي الدِّينِ وَالدُّنْيَا  
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرماتے ہیں،

سلسلہ

فقہ الدین

13

# کتاب الاولاد والوالدین اولاد اور والدین کی کتاب

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (القرآن)  
اسے پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھ پر بچپن میں رحم کیا۔

تحقیق و افادات :

مُحَمَّدُ الْعِصْرُ عَلَاهُ نَاصِرُ الدِّينِ الْخَلِی

تالیف و تخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

KitaboSunnat.com



فیqh الحادیث کی پبلکیشنز

0300-4206199, E-mail: fiqhuahadith@yahoo.com

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### تقریظ

جدید دور مختلف جدید فتنوں کے ساتھ اس انداز میں نمودار ہوا ہے کہ اگر ان فتنوں کا صحیح مقابلہ نہ کیا گیا تو امت مسلمہ اپنی اصل کھو بیٹھے گی۔ اس جدید دور میں نکلنا لوہی اور ذرائع ابلاغ کی قوت نے پوری دنیا کو مسخر کر لیا ہے۔ ذرائع ابلاغ و نکلنا لوہی پر کسی قوم اور مذہب کی اجارہ داری نہیں۔ جو آگے بڑھ کر اس پر عبور حاصل کر لے یہ اس کی خدمت کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ جدید روشنی اپنے ساتھ مادہ پرستی کی ایک لہر بھی لے آتی ہے۔ ہمارا معاشرہ اس کی زد میں ہے۔ مغرب میں خاندان کی اکائی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ مغرب کی پوری کوشش ہے کہ اسلامی دنیا میں بھی یہ انار کی پھیل جائے۔ ہمارے قدیم علماء نے دنیا میں تحقیق اور انکشافات کی بنیاد ڈالی تھی۔ انہوں نے دینی علوم کو بھی پوری تحقیق کے ساتھ مدون و مرتب کیا اور سائنسی علوم کے میدانوں میں اساسی اور اصولی ضابطے اور کلیے ایجاد و رائج کیے۔ موجودہ دور میں ہمارے نوجوان عموماً سہل انگاری، عیش پرستی اور مادی خوش حالی کے سحر میں گرفتار رہتے ہیں۔ ایسے میں کہیں اگر کوئی نوجوان سنجیدگی کے ساتھ تحقیق کے میدان میں جت جائے اور پھر اپنی عرق ریزی سے علوم کے بحرِ خار سے کچھ ہیرے موتی تلاش کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دے تو بے انتہا قلبی اور روحانی خوشی ہوتی ہے۔

آج کے دور میں جہاں ایک جانب نوجوان نسل کو شیطان نے اپنی گرفت میں لے رکھا ہے وہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ خوش آئند صورت بھی نظر آتی ہے کہ امام بخاریؒ، امام ابن تیمیہؒ اور امام غزالیؒ وغیرہ جیسے بلند پایہ فقہاء و محدثین کے نقش قدم پر چلنے والے اعلیٰ ہمت اور عالی دماغ سپوت بھی سرمایہ ملت ہیں۔ ایسے کسی نوجوان سے جب بھی تعارف ہوئے ساختہ زبان پکارا نہتی ہے ”ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی۔“ ایک نوخیز محقق **حافظ عمران ایوب لاہوری** ایسی ہی شخصیت کے مالک ہیں۔

حافظ صاحب نے اس سے قبل ”فقہ الحدیث“ کے نام سے آٹھ آٹھ سو صفحات کے قریب دو جلدوں

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### تقریظ

جدید دور مختلف جدید فتنوں کے ساتھ اس انداز میں نمودار ہوا ہے کہ اگر ان فتنوں کا صحیح مقابلہ نہ کیا گیا تو امت مسلمہ اپنی اصل کھو بیٹھے گی۔ اس جدید دور میں نکلنا لوہی اور ذرائع ابلاغ کی قوت نے پوری دنیا کو مسخر کر لیا ہے۔ ذرائع ابلاغ و نکلنا لوہی پر کسی قوم اور مذہب کی اجارہ داری نہیں۔ جو آگے بڑھ کر اس پر عبور حاصل کر لے یہ اس کی خدمت کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ جدید روشنی اپنے ساتھ مادہ پرستی کی ایک لہر بھی لے آتی ہے۔ ہمارا معاشرہ اس کی زد میں ہے۔ مغرب میں خاندان کی اکائی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ مغرب کی پوری کوشش ہے کہ اسلامی دنیا میں بھی یہ انار کی پھیل جائے۔ ہمارے قدیم علماء نے دنیا میں تحقیق اور انکشافات کی بنیاد ڈالی تھی۔ انہوں نے دینی علوم کو بھی پوری تحقیق کے ساتھ مدون و مرتب کیا اور سائنسی علوم کے میدانوں میں اساسی اور اصولی ضابطے اور کلیے ایجاد و رائج کیے۔ موجودہ دور میں ہمارے نوجوان عموماً سہل انگاری، عیش پرستی اور مادی خوش حالی کے سحر میں گرفتار رہتے ہیں۔ ایسے میں کہیں اگر کوئی نوجوان سنجیدگی کے ساتھ تحقیق کے میدان میں جت جائے اور پھر اپنی عرق ریزی سے علوم کے بحرِ خار سے کچھ ہیرے موتی تلاش کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دے تو بے انتہا قلبی اور روحانی خوشی ہوتی ہے۔

آج کے دور میں جہاں ایک جانب نوجوان نسل کو شیطان نے اپنی گرفت میں لے رکھا ہے وہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ خوش آئند صورت بھی نظر آتی ہے کہ امام بخاریؒ، امام ابن تیمیہؒ اور امام غزالیؒ وغیرہ جیسے بلند پایہ فقہاء و محدثین کے نقش قدم پر چلنے والے اعلیٰ ہمت اور عالی دماغ سپوت بھی سرمایہ ملت ہیں۔ ایسے کسی نوجوان سے جب بھی تعارف ہوئے ساختہ زبان پکارا نہتی ہے ”ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی۔“ ایک نوخیز محقق **حافظ عمران ایوب لاہوری** ایسی ہی شخصیت کے مالک ہیں۔

حافظ صاحب نے اس سے قبل ”فقہ الحدیث“ کے نام سے آٹھ آٹھ سو صفحات کے قریب دو جلدوں



پر مشتمل ایک بلند پایہ تالیف مرتب کی ہے، جس نے ملک بھر کے اہل علم سے دادِ حمین پائی ہے۔ اب انہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں اولاد اور والدین کے موضوع پر ایک کتاب مرتب کی ہے، جس میں اولاد کی طلب اور دعا سے لے کر ان کے حصول پر اظہارِ تشکر اور پھر مابعد کی تمام منزلوں یعنی تسمیہ، گھٹی، عقیقہ، رضاعت، تعلیم و تربیت اور اخلاق و کردار کی آبیاری تک کے تمام موضوعات کو صحیح احادیث کی روشنی میں اُجاگر کیا ہے۔ اس کے ساتھ اولاد کے ذمے والدین کے حقوق اور اس سلسلے میں اولاد کے دینی فرائض کو بھی انہوں نے بڑی خوبصورتی سے کتاب میں سمو دیا ہے۔ اسی کتاب میں یتیم بچوں کے بارے میں بھی قرآن و سنت کی روشنی میں بہت اہم ہدایات دی گئی ہیں۔ یقیناً ہمارے معاشرے میں یتیم بچوں کو وہ مقام نہیں دیا جاتا جو ایک حقیقی اسلامی معاشرے کی تصویر پیش کرے۔

ہماری نظر میں یہ کتاب بہت اہم گائیڈ بک ہے، جو ہر خاندان کی ضرورت ہے۔ اس کی روشنی میں اچھی معاشرت اور پاکیزہ اسلامی ماحول، گھروں کے اندر پیدا ہوگا تو اس کی خوشبو پورے معاشرے میں پھیلے گی۔ فرد خاندان کی بنیادی اکائی ہے اور خاندان معاشرے کا حجرِ اساسی۔ جب ذاتی و انفرادی اور اجتماعی و معاشرتی اصلاح کا یہ عمل شروع ہو جائے تو اس کے ثمرات ملک و ملت کے لیے بہت قیمتی ثابت ہوتے ہیں۔

حافظ عمران ایوب لاہوری صاحب کا معیارِ تحقیق بھی بہت قابلِ قدر ہے اور انہوں نے اپنی پیش کش میں اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ مستند حوالوں سے اپنا موقف قارئین کے سامنے پہنچایا جائے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العالمین عزیز گرامی قدر سلمہ اللہ کو علم نافع اور عمل صالح کی مزید دولت سے مالا مال کرے اور ان کے قلم سے تشنگانِ علم کی پیاس بجھانے کا اہتمام ہوتا رہے۔

خاکسار

حافظ محمد ادیب

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی، لاہور

16 مارچ 2006ء

15 صفر 1427ھ

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### پیش لفظ

کہا جاتا ہے کہ امید پر دنیا قائم ہے اور کسی ایک امید کے سہارے ہی بعض اوقات انسان ساری زندگی گزار لیتا ہے۔ بعینہ جب کوئی بچہ دنیا میں آتا ہے تو اس کے والدین کو بھی اس سے کئی امیدیں واسطہ ہو جاتی ہیں مثلاً یہ کہ ہمارا بچہ بڑا ہو کر ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنے گا، ہمارے اخراجات کا بندوبست کرے گا، ہمیں سکون و راحت کا سامان مہیا کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ پھر انہی امیدوں کے سہارے وہ اس کے لیے بخوشی بے شمار تکالیف و مصائب برداشت کر جاتے ہیں مگر ذرہ بھر بھی اظہارِ تانتف نہیں کرتے۔ بچے کو بار بار دودھ پلانا، اس کے فضلات کو بار بار صاف کرنا، اس کی ہر پکار پر بلیک کہتے ہوئے اسے سینے سے لگانا اور ان کاموں کے لیے دن کے ساتھ ساتھ رات بھی جاگ کر گزارنا یقیناً کوئی معمولی کام نہیں، مگر ماں صرف امید کے سہارے ہی نہ صرف بچے کی طرف سے ان تمام تھکاؤں کو خندہ پیشانی سے قبول کرتی ہے بلکہ اس پر کمال صبر کا بھی مظاہرہ کرتی ہے۔

لیکن وہی بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو والدین کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے، ان کی اطاعت کی بجائے اپنی خواہش، اپنی بیوی اور اپنے دوستوں کی بات کو ترجیح دیتا ہے، والدین کا سہارا بننے کی بجائے انہیں اپنے اوپر بوجھ سمجھنے لگتا ہے اور بالآخر انہیں انہی کے گھر سے نکالنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، تو پھر والدین کے پاس سوائے آہوں، سکیوں، حزن و ملال سے بھرے آنسوؤں اور دردِ بدر کی ٹھوکروں کے کچھ نہیں رہتا، ان کی دنیا اُڑ جاتی ہے اور ان کے پاس جینے کا کوئی مقصد نہیں رہتا، جس وجہ سے بعض تو خودکشی تک کر لیتے ہیں اور بعض اپنی باقی زندگی گھٹ گھٹ کر گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اگر بغور دیکھا جائے تو بچوں کی طرف سے اس ناروا سلوک کے ذمہ دار بچوں سے کہیں بڑھ کر خود والدین ہی ہوتے ہیں، کیونکہ انہوں نے بچوں سے توقعات تو بہت وابستہ کر رکھی ہوتی ہیں مگر انہیں وہ تربیت نہیں دی ہوتی کہ جس کے نتیجے میں وہ ان کی توقعات پر پورے اترتے۔

جب والدین بچوں کو اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اور دیگر مسنونہ اذکار و تلاوت قرآن کی بجائے گندے گانے سنائیں گے ان کے ہاتھوں میں قرآن کریم کی بجائے بے ہودہ فلمیں، فحش لٹریچر اور فضول کھیلوں کا سامان تھا نہیں گئے، انہیں پیارے نبی محمد ﷺ کی تعلیمات کی بجائے غیر اسلامی و مغربی تعلیمات دلائیں گے تو بچے بڑے ہو کر ڈاکٹر، انجینئر، سیاستدان اور وکیل وغیرہ تو بن جائیں گے مگر والدین کے فرمانبردار نہیں بن سکیں گے۔ کیونکہ انہیں وہ تعلیم و تربیت ہی نہیں دی گئی جس میں حقوق اللہ کے بعد سب سے زیادہ حقوق الوالدین کی ادائیگی کا درس دیا گیا ہے، جس میں والدین کی رضامندی کو ہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی قرار دیا گیا ہے، جس میں ماں کے قدموں تلے جنت اور باپ کو جنت کا بہترین دروازہ کہا گیا ہے اور وہ تعلیم و تربیت صرف دینی و اسلامی ہی ہے۔ لہذا جو بھی والدین یہ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے کل کو بڑے ہو کر ان کے بڑھاپے کا سہارا بنیں اور ان کی امیدوں اور توقعات پر پورے اتریں تو آج انہیں ان کی تربیت اسلامی تعلیمات کے مطابق کرنا ہوگی۔

زیر نظر کتاب ”کتاب الاولاد والوالدین“ اسی معاشرتی ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے مرتب کی گئی ہے۔ اس کتاب میں جہاں بچوں کی دینی و اسلامی، جسمانی، اخلاقی اور اجتماعی تربیت کے حوالے سے اسلام کے احکامات بالتفصیل جمع کیے گئے ہیں وہاں والدین کے اُن حقوق کو بھی مکمل طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ جنہیں ادا کرنا ہر مسلمان بچے کی ذمہ داری ہے۔ علاوہ ازیں پیدائش سے جوانی تک بچوں کے مسائل اور دورِ حاضر میں پیش آمدہ اولاد اور والدین کے متعدد باہمی مسائل کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ دلائل کے لیے قرآنی آیات اور صحیح احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے۔ تمام دلائل باحوالہ نقل کیے گئے ہیں۔ مختلف مسائل سے متعلقہ عرب و عجم کے قدیم و جدید مفتیان کے فتاویٰ بھی نقل کر دیئے گئے ہیں۔ کتاب کو معنوی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی آراستہ کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عامۃ الناس کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

”وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب“

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاہوری

13 مارچ 2006ء ، 12 صفر 1427ھ

فون: 0300-4206199

ای میل: hfzimran\_ayub@yahoo.com

## فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات
24	چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

## اولاد طلب کرنے کا بیان

29	* اولاد کی طلب و خواہش مستحب ہے
32	* نبی کریم ﷺ نے زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کی ترغیب دلائی ہے
33	* نبی کریم ﷺ امت کی کثرت کے باعث روز قیامت فخر کرنا چاہتے ہیں
33	* اولاد طلب کرنے کے لیے دعائیں
35	* اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کا سوال کرنا چاہیے
36	* نیک اولاد مرنے کے بعد بھی کام آئے گی
36	* بڑھاپے اور بانجھ پن میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے
36	* مایوسی گناہ ہے:
37	* حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال:
38	* حضرت زکریا علیہ السلام کی مثال:
40	* اولاد کی خواہش میں انشاء اللہ کہہ کر ہم بستی کرنا



41	* اولاد کو شیطان کے حملے سے بچانے کے لیے ہم بستری سے قبل دعا پڑھنا
42	* غیر اللہ سے اولاد مانگنا شرک ہے
45	* جنت میں اولاد کی خواہش اور اس کی تکمیل

## حمل کا بیان

46	* ماں کے پیٹ میں بچے کی تکوین و بناوٹ
48	* بچے کی باپ یا ماں کے ساتھ مشابہت کا سبب
49	* اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے
50	* دوران حمل ماں کو اپنے پیٹ کے بچے کے نیک ہونے کی دعائیں کرنی چاہئیں
51	* دوران حمل بیوی سے ہم بستری جائز ہے
52	* کسی دوسرے مرد کی حاملہ عورت سے ہم بستری کرنا جائز نہیں
53	* حمل کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا حکم
54	* ولادت سے قبل ساقط ہونے والے بچے کا حکم
56	* اسقاط حمل کا حکم
58	* خاندانی منصوبہ بندی کا حکم
59	* پیٹ کے بچے کی ادیت
59	* ایک ضروری تنبیہ

## ولادت کا بیان

60	* شدت تکلیف کی دعا
62	* شدت تکلیف کے باعث موت کی تمنا کرنا جائز نہیں

62	* خوشی کے موقع کی دعا
63	* جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اسے خوشخبری دینا
64	* جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اس کے لیے مبارکباد کے الفاظ اور اس کا جواب
64	* نو مولود کو تحفہ دینا
64	* ہر پیدائشی والے بچے کے چہنچہ کا سبب
65	* بچے کو اللہ کی پناہ میں دینے کی دعا
65	* ہر بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے
66	* بچے کا رنگ یا صورت والدین سے مختلف ہو تو بچے کا انکار نہیں کیا جاسکتا
67	* بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا

## بیٹیوں کی ولادت کا بیان

68	* بیٹیوں کی پیدائش پر بھی خوش ہونا چاہیے
69	* بیٹیوں کی پیدائش پر ناراضگی کا اظہار کرنا اہل جاہلیت کا طرز عمل تھا
70	* دور جاہلیت میں عرب شدت نفرت سے بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے
72	* بیٹیوں کی فضیلت
72	* بیٹیوں کی اچھی پرورش پر جنت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب ہوگا:
73	* بیٹیوں کی اچھی پرورش پر جہنم سے چھٹکارہ نصیب ہوگا:
74	* بیٹیوں کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرنے والا جنت میں داخل ہوگا:
75	* دو بیٹیوں کی اچھی پرورش جنت میں داخلے کا سبب ہوگی:
76	* دو بیٹیوں یا بہنوں پر حسب کفایت خرچ جہنم سے بچاؤ کا سبب ہوگا:

## بیٹیوں کی ولادت کا بیان

77	* بچے کے کان میں اذان کہنا
78	* اس اذان کا کوئی وقت مقرر نہیں
79	* نو مولود کے کان میں اذان کا مقصد یہ بھی ہے کہ اذان سن کر شیطان بھاگ جائے
79	* اگر کوئی نو مولود بچے کے کان میں اذان نہ دے
79	* بچے کے کان میں اقامت کہنا

## بچے کو گھٹی دینے کا بیان

81	* گھٹی دینے کا معنی و مفہوم
81	* گھٹی دینے کا حکم
84	* اگر کوئی گھٹی دینا بھول جائے

## بچے کا نام رکھنے کا بیان

85	* بچے کا نام تجویز کرنے کا وقت
88	* نام رکھنے کا حق باپ کو ہے یا ماں کو
88	* اللہ کے پسندیدہ نام
89	* انبیاء کے ناموں پر نام رکھنا
90	* ناپسندیدہ نام
94	* ناپسندیدہ نام تبدیل کرنا
97	* بچوں کی کنیت رکھنا

98	* لڑکی کی کنیت رکھنا
98	* نبی کریم ﷺ کے نام پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنا
102	* نام، کنیت اور لقب میں فرق
103	* ایک سے زیادہ نام رکھنا
104	* روز قیامت لوگوں کو اپنے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا
104	* ناموں کا شخصیت پر اثر

## بچے کے ختنہ کا بیان

107	* ختنہ کی مشروعیت و اہمیت
107	* ختنہ کرانا امور فطرت سے ہے:
107	* ختنہ کرانا انبیاء کی بھی سنت ہے:
108	* ختنہ کرانے کا عرب میں عام رواج تھا:
108	* پھر نبی ﷺ نے بھی اس رواج کو برقرار رکھا:
109	* نبی کریم ﷺ سے ختنہ کرنے کا حکم بھی ثابت ہے:
109	* ختنہ کرنے کا شرعی حکم:
110	* ختنہ کرانے کا وقت
111	* بڑی عمر کے آدمی کا ختنہ کرانا
111	* لڑکیوں کا ختنہ
112	* اگر ختنہ کرنے والا ماہر نہ ہونے کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچا دے
114	* روز قیامت اولاد آدم کو بے ختنہ کیوں اٹھایا جائے گا؟



115

\* ختنہ کے متعلق چند ضعیف و موضوع روایات

## عقیقہ کا بیان

117

\* فصل اول: عقیقہ کے مسائل

117

\* عقیقہ کا معنی و مفہوم

117

\* عقیقہ کی مشروعیت

119

\* مشروعیت عقیقہ کی حکمت

120

\* اگر عقیقہ کی طاقت نہ ہو

121

\* عقیقہ کے لیے کون سا جانور قربان کیا جائے؟

123

\* عقیقہ کے جانور نہ ہوں یا مادہ؟

123

\* عقیقہ کے لیے کتنے جانور قربان کیے جائیں

124

\* عقیقہ کا جانور قربان کرتے وقت بسم اللہ کہنا

125

\* عقیقہ کے جانور کے لیے قربانی کے جانور کی شرائط

125

\* عقیقہ کا وقت

125

\* عقیقہ بچے کی پیدائش کے ساتویں روز کیا جائے گا:

126

\* ساتویں روز کے بعد عقیقہ کرنے کا حکم:

127

\* اگر کوئی ساتویں روز سے پہلے عقیقہ کر لے:

127

\* اگر بچہ ساتویں روز سے پہلے فوت ہو جائے:

127

\* کیا انسان خود اپنا عقیقہ کر سکتا ہے؟

128

\* عقیقہ کی بجائے جانور کی قیمت صدقہ کر دینا

129	* ناتمام بچے کی طرف سے عقیقہ کا حکم
129	* میت کی طرف سے عقیقہ
130	* زندہ والدین کی طرف سے عقیقہ
130	* عقیقہ کے جانور کے گوشت اور کھال کا مصرف
131	* فصل ۷۷: نومولود سے متعلق متفرق مسائل
131	* بچے کا سر منڈانا
131	* بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ
132	* بچے کے بال منڈوا کر سر پر غو شہو لگانا

## بچوں سے متعلق مسائل کا بیان

134	* بچوں کو چومنا
135	* بچوں کے پیشاب کا حکم
137	* کیا بچوں کی نجاست دھونے والی عورت کا وضوء ٹوٹ جائے گا؟
137	* بچوں کے لعاب دہن اور قے کا حکم
138	* بچوں کے کانوں میں سوراخ کرنا
138	* بچوں کے گلوں میں زیب و زینت کے لیے ہار لٹکانا
140	* بچوں کے گلوں میں نظر بد سے بچاؤ کا تعویذ لٹکانا
142	* تعویذ کی طرح بچوں کے پاس چھری رکھنا
142	* بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے مسنون طریقہ
144	* اگر بچوں کو نظر لگ جائے تو اس کا مسنون طریقہ علاج
146	* بچوں کو سونے یا چاندی کے زیورات پہنانا

147	* بچوں کی تصاویر بنانا
149	* بچوں کے کھلونے اگر جاندار اشیاء کی صورتوں پر ہوں
151	* بچوں کے آدھے بال کٹوانا اور آدھے چھوڑنا
152	* بچیوں کے بال کاٹنا
152	* بچیوں کو غیر سائر لباس پہنانا
152	* بچوں کو اٹھا کر نماز ادا کرنا
153	* چھوٹے بچوں کو قرآن پکڑانے اور اس سے پڑھوانے کا حکم
153	* ہر سال بچوں کی سالگرہ کرنا

## نسب کا بیان

154	* بچے کا باپ وہی ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا
155	* لے پاک کو حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے گا
156	* لے پاک بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز ہے
157	* خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنا حرام ہے
159	* اثبات نسب کے لیے قیافہ شناسی کا حکم
160	* ولد لعان کا نسب
162	* ولد زنا کا نسب
162	* شادی کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب

## بچوں کو دودھ پلانے کا بیان

164	* بچے کا حق ہے کہ اسے ماں کا دودھ پلایا جائے
-----	--

164	* ماں کے دودھ کے طبی فوائد
165	* کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا بھی جائز ہے
165	* دوسری دودھ پلانے والی عورت بھی حکم میں ماں کی مانند ہی ہوگی
166	* کسی اور سے دودھ پلوانے کی صورت میں حرمت دو شرطوں کے ساتھ ثابت ہوگی
166	* ① رضاعت کی مدت کے دوران دودھ پلایا گیا ہو:
167	* ② پانچ مرتبہ دودھ پلایا گیا ہو:
168	* رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں
168	* رضاعت کی وجہ سے حرام رشتے
169	* دودھ پلانے والی کا شوہر باپ کے قائم مقام بن جاتا ہے
170	* دودھ پلانے والی اکیلی عورت کی گواہی قابل قبول ہے
171	* اگر کسی نے بہن کا دودھ پیا ہو تو باہم ان کی اولاد کا حکم
172	* دوران رضاعت بیوی سے ہم بستری اور اس کا حاملہ ہونا
173	* حق رضاعت کے متعلق ایک ضعیف روایت

## بچوں کی پرورش کا بیان

174	* بچوں کی پرورش کا زیادہ حقدار کون ہے؟
175	* ماں کے بعد حضانت کی زیادہ حقدار خالہ ہے
176	* اگر خالہ موجود نہ ہو تو پھر والد زیادہ حقدار ہے
176	* اگر والد بھی موجود نہ ہو
177	* بچے کو اختیار دینا اور قرعہ ڈالنا



## بچوں کی تربیت کا بیان

181	* فصل (۱۷): دینی و اسلامی تربیت
181	* بچوں کو کلمہ توحید سکھانا
181	* سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا
183	* بچوں کو روزے رکھوانا اور انہیں مساجد میں لے کر جانا
184	* بچوں کو نماز عید کے لیے لے کر جانا
185	* استطاعت ہو تو بچوں کو حج کرانا
186	* بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا
187	* بچوں کی اسلامی تعلیم کا بندوبست کرنا
187	* بچوں کو مخلوط تعلیم والے سکولوں میں داخل کرانے کا حکم
187	* بچوں کو دیگر نیکی کے کاموں کی مشق کرانا
188	* فصل (۱۸): اخلاقی تربیت
188	* بچوں کے بستر الگ کر دینا جب وہ دس برس کی عمر کو پہنچ جائیں
188	* بچوں کو پیٹ کے بل سونے سے روکنا
189	* بچوں کو دائیں ہاتھ سے ہر چیز پکڑنے کی نصیحت کرنا
189	* بچوں کو غیر مسلموں کی مشابہت سے روکنا
190	* بچوں کو بچوں کی بری عادتوں مثلاً جھوٹ، چوری اور گالی گلوچ وغیرہ سے روکنا
191	* بچوں کو دوسروں کو برے ناموں کے ساتھ پکارنے سے روکنا
191	* بچوں کو فضول گفتگو سے روکنا

191	* بچوں کو فضول کام چھوڑ دینے کی تربیت دینا
191	* بچوں کو غیر عورتوں کی طرف دیکھنے سے روکنا
192	* بچوں کو بلوغت کے بعد غیر عورتوں کے ساتھ خلوت کرنے سے روکنا
192	* بچیوں کو بلوغت کے بعد پردہ کرانا
192	* بچیوں کو بلوغت سے قبل بھی پردے کی ہدایت
193	* بچوں کو داڑھی رکھنے کی تلقین کرنا
193	* بچوں اور بچیوں کو ناخن بڑھانے سے روکنا
194	* بچوں کو کھانے کے آداب سکھانا
195	* بچوں کو قضاے حاجت کے آداب سکھانا
196	* بچوں کو سونے کے آداب سکھانا
197	* فصل سوم: جسمانی تربیت
197	* بچوں کے اخراجات کا بندوبست کرنا
198	* بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی ترغیب:
199	* بچوں کی صحت کا خیال رکھنا
200	* بچوں کو صبح و شام اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کی ترغیب دلانا
201	* بچوں کو مختلف قسم کی جسمانی ورزشیں اور اسلامی کھیل سکھانا
204	* فصل چہارم: اجتماعی و معاشرتی تربیت
204	* بچوں کو ہمیشہ اچھی بات کہنے کی تربیت دینا
204	* بچوں کو لعن طعن کرنے اور بدکلامی سے روکنا
204	* بچوں میں شفقت و رحمہ لئ کا جذبہ پیدا کرنا

205	* بچوں کو ہمیشہ دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کی تلقین کرنا
205	* بچوں کو غفود و درگزر کا سبق سکھانا
205	* بچوں کو غصہ پی جانے کی تلقین کرنا
206	* بچوں کو راستے میں پڑی تکلیف دہ اشیاء ہٹانے کی تربیت دینا
206	* بچوں کو بڑوں کا ادب سکھانا
206	* بچوں کو صلہ رحمی کی تربیت دینا
207	* بچوں میں مہمان نوازی کا شوق پیدا کرنا
207	* بچوں کو پڑوسی کے حقوق سے آگاہ کرنا
208	* بچوں کو بیمار کی عیادت کی ترغیب دلانا
208	* بچوں میں ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنا
209	* بچوں کو ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے روکنا
209	* بچوں کو سلام کے آداب سکھانا
210	* بچوں کو چھینک اور جمائی کے آداب سکھانا
211	* بچوں میں ایفاء عہد اور امانت میں دیانت کا عنصر پیدا کرنا
211	* بچوں کو ہمیشہ دوسروں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی تربیت دینا
212	* بچوں کو بری مجالس سے بچنے اور اچھی مجالس اپنانے کی تلقین کرنا

## یتیم کے احکام کا بیان

213	* یتیم کون ہے؟
213	* یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟

215	* یتیم کی کفالت کی فضیلت
215	* یتیم کا مال ناحق کھانا حرام ہے
216	* یتیم کا سرپرست معروف طریقے سے اس کا مال کھا سکتا ہے
217	* بغرض اصلاح یتیموں کے اموال اپنے اموال کے ساتھ ملانا جائز ہے
219	* بلوغت اور رشد کے بعد یتیموں کے اموال بلا تغیر و تبدل ان کے سپرد کر دیئے جائیں
221	* یتیموں کو ان کے اموال سپرد کرتے وقت گواہ بنالینے چاہئیں
222	* یتیم بچوں کے ساتھ نا انصافی کا ڈر ہو تو دوسری عورتوں سے نکاح کا حکم
223	* نکاح کے لیے یتیم بچی کی رضامندی طلب کرنا ضروری ہے
223	* یتیم کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے
224	* یتیموں پر صدقہ کرنا بہت ثواب کا کام ہے
225	* یتیم اگر وراثت کی تقسیم کے وقت موجود ہوں تو انہیں بھی کچھ دے دینا چاہیے
226	* یتیم مال غنیمت کے مستحق ہیں
226	* یتیم مال فی کے مستحق ہیں
226	* یتیموں پر اللہ کی خاص مہربانی کا ایک قصہ
227	* محمد رسول اللہ ﷺ بھی یتیم تھے

## والدین کے حقوق کا بیان

228	* والدین اولاد کی ہلرف سے اطاعت کے لیے اللہ سے دعا کرتے رہیں
228	* حقوق اللہ کے بعد حقوق الوالدین سب سے زیادہ ادائیگی کا حق رکھتے ہیں
230	* ماں کے قدموں تلے جنت ہے



230	* سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے
231	* والد جنت کا بہترین دروازہ ہے
231	* والد کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے
231	* والدین سے نیکی و حسن سلوک اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے
232	* والدین کی رضامندی میں ہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے
232	* اولاد کے حق میں والدین کی دعا قبول کی جاتی ہے
233	* والدین سے حسن سلوک عمر و رزق میں فراخی کا باعث ہے
233	* والدین سے نیک سلوک گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے
233	* والدین کی خدمت و فرمانبرداری دنیا میں بھی مشکلات سے نجات کا ذریعہ ہے
235	* والدین کی اطاعت کو نفل نماز پر ترجیح دینی چاہیے
236	* والدین کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں کی جائے گی
238	* والد اور والدہ کے مابین تنازع کی صورت میں کس کی اطاعت کی جائے؟
238	* نکاح کے مسئلے میں والدین کی اطاعت
242	* کیا والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دے دینی چاہیے؟
244	* جہاد کے لیے والدین کی اجازت کا حکم
247	* والدین کی اجازت کے بغیر حج کا حکم
247	* پہلے ماں کی طرف سے حج کیا جائے یا باپ کی طرف سے؟
247	* کیا والد اپنی بیٹی کو مخلوط جگہ میں کام کرنے پر مجبور کر سکتا ہے؟
248	* والدین کمانے کے قابل نہ ہوں تو ان کے اخراجات کا بندوبست اولاد کے ذمہ ہے
249	* وجوب نفقہ کی شرائط:

250	* والدین کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے
251	* والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے
251	* والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہوگا
252	* والدین کے نافرمان کی نہ نفلی عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ فرض
253	* والدین کو لعنت ملامت کرنے والا خود لعنتی ہے
253	* والدین کا نافرمان ذلیل و رسوا ہوگا
253	* غیر مسلم والدین سے بھی حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے
254	* والدین کا حق کیسے ادا ہو؟
254	* ناراضگی کی حالت میں والدہ کی وفات
255	* کیا شوہر بیوی کو اس کے والدین کے ساتھ صلہ رحمی سے روک سکتا ہے؟
255	* والدین کے بعد ان کے دوستوں سے صلہ رحمی کرنا بھی بہت بڑی نیکی ہے
256	* والدین کے حقوق سے متعلقہ چند ضعیف روایات

## اولاد کی وفات پر صبر کا بیان

258	* اولاد کی وفات پر صبر کرنا چاہیے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے
259	* صبر وہ قابل قبول ہے جو وفات کے فوراً بعد کیا جائے
260	* اولاد کی وفات پر روٹنا پیٹنا اور نوحہ خوانی حرام ہے
261	* اولاد کی وفات پر اگر بلا اختیار آنسو بہہ پڑیں تو کوئی حرج نہیں
263	* اولاد کی وفات پر صبر کی فضیلت
266	* مسلمانوں کے نابالغ فوت شدہ بچے جنت میں ہوں گے

267	* مشرکین کے نابالغ فوت شدہ بچے کہاں ہوں گے؟
268	* مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے کفن و دفن اور نماز جنازہ کا حکم
269	* مشرکین کی نابالغ اولاد کے کفن و دفن اور نماز جنازہ کا حکم
<h2 style="text-align: center;">فوت شدگان کو ثواب پہنچانے کا بیان</h2>	
270	* ① دعا کرنا
271	* ② روزوں کی قضائی
271	* ③ نذر پوری کرنا
271	* ④ حج کرنا
272	* ⑤ صدقہ کرنا
272	* ⑥ صدقہ جاریہ
273	* ⑦ قرض ادا کرنا
275	* ⑧ صالح اولاد کا ہر نیک عمل

## متفرق مسائل کا بیان

277	* عطیہ و ہدیہ وغیرہ دینے میں اولاد کے درمیان عدل کرنا واجب ہے
278	* اگر کوئی بچہ زیادہ فرمانبردار ہو تو کیا والد اسے دوسرے بچوں سے زیادہ دے سکتا ہے؟
279	* کیا والد اپنے بیٹے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے؟
280	* باپ کی حرام کمائی سے کھانا
281	* زندگی میں جائیداد کی تقسیم

282	* نافرمان اولاد کو عاق کرنا
284	* بے نماز بیٹے کو وراثت سے محروم کرنا
284	* بیٹی کو اس لیے وراثت سے حصہ نہ دینا کہ کہیں اس کا شوہر نہ لے لے
285	* اگر کسی کو کوئی لاوارث بچہ ملے تو وہ کیا کرے؟
288	* ماں کا بچوں کو بعض کاموں سے روکنے کے لیے قسمیں دینا
289	* کیا ماں کی غفلت کے باعث بچے کی موت قابل سزا جرم ہے؟
289	* کیا ماں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟
289	* والدین کو زکوٰۃ دینے کی ایک جائز صورت (فتویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ)
290	* کیا آدمی اپنی جوان بیٹی کا بوسہ لے سکتا ہے؟
291	* اپنی بیٹی کا کسی بے نماز سے نکاح کر دینا
291	* بیٹے کے قصاص میں باپ کو قتل کرنے کا حکم
292	* کیا ابلیس کی اولاد ہے؟



## چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباط احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	اتحسان	قرآن سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	اصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا اصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) رائج بات (5) حالت مصححہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الأشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جز کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلق چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلق مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو غل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد، عبادات، معاملات، تفسیر، سیرت، مناقب، فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول، فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راج	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد وغیرہ۔
(23)	سد الذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو اس کا عادی ہو یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں ان شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب و سنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب و سنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں، خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطہارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب، نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع عیالہ سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقوف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ ین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معطل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق، بدعتی، بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابونعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا یا کھلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہاء کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہاء اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔



## اولاد اور والدین کے مسائل

اولاد طلب کرنے کا بیان	باب طلب الأولاد ❖
حمل کا بیان	باب الحمل ❖
ولادت کا بیان	باب الولادة ❖
بچیوں کی ولادت کا بیان	باب ولادة البنات ❖
بچے کے کانوں میں اذان کا بیان	باب الأذان في أذن المولود ❖
بچے کو گھنٹی دینے کا بیان	باب تحنك المولود ❖
بچے کا نام رکھنے کا بیان	باب تسمية المولود ❖
بچے کے خندہ کا بیان	باب بخان المولود ❖
عقیقہ کا بیان	باب العقيقة ❖
بچوں سے متعلق مسائل کا بیان	باب مسائل المصبيان ❖
نسب کا بیان	باب النسب ❖
بچوں کو دودھ پلانے کا بیان	باب ارضاع الأولاد ❖
بچوں کی پرورش کا بیان	باب حضانة الأولاد ❖
بچوں کی تربیت کا بیان	باب تربية الأولاد ❖
یتیم کے احکام کا بیان	باب أحكام اليتيم ❖
والدین کے حقوق کا بیان	باب حقوق الوالدين ❖
اولاد کی وفات پر صبر کا بیان	باب الصبر على وفاة الأولاد ❖
فوت شدگان کو ثواب پہنچانے کا بیان	باب إيصال الثواب ❖
متفرق مسائل کا بیان	باب المسائل المتفرقة ❖

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ وَإِذَا تَبَايَعْتُمْ أَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ﴾

[الاسراء: ۲۳]

”اور تیرا پروردگار صاف صاف یہ حکم دے چکا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ﴾

”بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو۔“

[صحیح ابو داود (۴۶۶)]

## باب طلب الاولاد

### اولاد طلب کرنے کا بیان

اولاد کی طلب و خواہش مستحب ہے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

”روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو، تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرمایا، اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے۔“ (ابن کثیر)

حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، حضرت انس رضی اللہ عنہ، قاضی شریح، امام مجاہد، امام عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، امام عطاء، امام ربیع بن انس، امام سدی، حضرت زید بن اسلم، امام حکم بن عتیہ، مقاتل بن حیان، حضرت حسن بصری، امام ضحاک، امام قتادہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”اور تم اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرو“ سے مراد ہے (جماع و ہم بستی کے ذریعے) اولاد تلاش کرو۔ (۱)

(جلال الدین محلی، جلال الدین سیوطی) فرماتے ہیں کہ ”جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو“ سے مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جماع و ہم بستی کو حلال کیا ہے یا جو اولاد اس نے تمہارے مقدر میں لکھ دی ہے (اسے جماع کے ذریعے حاصل کرو)۔ (۲)

(شیخ عبدالرحمن سعدی) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

مراد یہ ہے کہ اپنی بیویوں سے مباشرت کرتے وقت تقرب الی اللہ اور مباشرت کے عظیم مقصد کی نیت

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۴۵۱/۱)]

(۲) [تفسیر جلالین (ص ۷۲۱)]

کر لو اور وہ ہے اولاد کا حصول، مرد اور عورت کی شرمگاہ کی پاکدامنی اور دیگر مقاصد نکاح وغیرہ۔ (۱)

(۲) امام بخاریؒ نے باب نقل فرمایا ہے کہ

﴿بَاب طَلَبِ الْوَلَدِ﴾

”اولاد کی خواہش رکھنے کا بیان۔“

اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ قَطُوفٍ فَلَحَقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَالْتَفْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا يُعْجِلُكَ قُلْتُ إِنِّي حَدِيثٌ عَهْدٌ بِعُرْسٍ قَالَ فَبُكَرًا تَزَوَّجْتَ أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةٌ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ أَهْمَلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا أَيْ عِشَاءَ لِكَيْ تَمْتَسِطَ الشَّعْثَةُ وَتَسْتَحْجِدَ الْمُغِيبَةُ قَالَ وَحَدَّثَنِي الثُّقَّةُ أَنَّهُ قَالَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ الْكَيْسُ الْكَيْسُ يَا جَابِرُ يَعْنِي الْوَلَدَ

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ (یعنی غزوہ تبوک) میں تھا جب ہم واپس ہو رہے تھے تو میں اپنے سست رفتار اونٹ کو تیز چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتنے میں میرے پیچھے سے ایک سوار میرے قریب آئے، میں نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، جلدی کیوں کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میری شادی ابھی نئی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کنواری عورت سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا کہ بیوہ سے۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ کنواری سے کیوں نہ کی؟ تم اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی۔ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے چاہا کہ شہر میں داخل ہو جائیں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا، ٹھہر جاؤ۔ رات ہو جائے پھر داخل ہونا تاکہ تمہاری بیویاں جو پُر آگندہ بال ہیں وہ سنگٹھی کر لیں اور جن کے خاوند غائب تھے وہ زیر ناف صفائی کر لیں۔

ہشتم راوی کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اے جابر! کیس کیس (یعنی اے جابر! جب گھر پہنچو تو خوب کیس کرنا، امام بخاریؒ نے کیس کا معنی یہ بیان کیا

ہے کہ) اس سے مراد ہے (جماع و ہم بستری کے ذریعے) اولاد کی خواہش کرنا۔“ (۱)  
اس حدیث کے بعد امام بخاریؒ نے جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں بھی یہی حکم ہے۔ آپ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا جب تم گھر پہنچو تو:

﴿فَعَلَيْكَ بِالْكِيسِ الْكِيسِ﴾

”خوب خوب کیس (یعنی جماع) کرنا۔“ (۲)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿إِذَا قَدِمْتَ فَالْكِيسَ الْكِيسَ﴾

”جب تو (گھر) آئے تو خوب کیس کرنا۔“ (۳)

فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں جب گھر پہنچا تو میں نے آپ ﷺ کا حکم اپنی بیوی کو سنایا تو وہ سنتے ہی اطاعت کے لیے تیار ہو گئی اور پھر ہم نے ساری رات ہم بستری کی۔  
(قاضی عیاضؒ) فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ وغیرہ نے لفظ کیس کی تفسیر اولاد و نسل کی خواہش کے ساتھ کی ہے اور یہی بات صحیح ہے۔ (۴)

(نوویؒ) نقل فرماتے ہیں کہ امام ابن الاعرابیؒ نے فرمایا کہ کیس سے مراد جماع ہے اور کیس عقل و شعور کو بھی کہتے ہیں۔ البتہ یہاں اولاد تلاش کرنے کی ترغیب دلانا مقصود ہے۔ (۵)

(۳) حافظ ابن حجرؒ نے نقل فرمایا ہے کہ امام ابو عمرو نو قانیؒ اپنی کتاب ”معاشرۃ الاہلین“ میں ایک مرفوع روایت لائے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَطْلُبُوا الْوَلَدَ وَالتَّمَسُّوهُ فَإِنَّهُ كَمَرَةُ الْقُلُوبِ وَفَرَّةُ الْعَيْنِ وَإِيَّاكُمْ وَالْعَاقِرَ﴾

”اولاد طلب کرو کیونکہ اولاد دل کا شہر اور آنکھ کی ٹھنڈک ہے اور بانجھ عورت سے بچو۔“ (۶)

(۱) [بخاری (۵۲۴۵) کتاب النکاح : باب طلب الولد ، مسلم (۷۱۵) ابو داود (۳۵۰۵) ترمذی

(۱۱۰۰) نسائی (۶۵۱۶) أحمد (۳۰۸/۳) حمیدی (۱۲۲۷)]

(۲) [بخاری (۵۲۴۶) کتاب النکاح : باب طلب الولد]

(۳) [مسلم (۷۱۵) کتاب الرضاع : باب استحباب نکاح البکر]

(۴) [کما فی فتح الباری شرح البخاری (تحت الحديث / ۵۲۴۶)]

(۵) [شرح مسلم للنووی (۳۹۵/۵)]

(۶) [کما فی فتح الباری تحت الباب ”باب طلب الولد“]

نبی کریم ﷺ نے زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کی ترغیب دلائی ہے

(۱) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ أَفَاتَزَوَّجُهَا قَالَ لَا ثُمَّ آتَاهُ الثَّانِيَةَ فَتَهَا ثُمَّ آتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ : تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِّرٌ بِكُمْ الْأَمَمَ﴾

”ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے ایک خوبصورت حسب نسب والی عورت کو پایا ہے مگر وہ بچے نہیں جنتی کیا میں اس سے نکاح کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ پھر وہ دوسری مرتبہ آپ ﷺ کے پاس آیا (اور یہی سوال دہرایا مگر) آپ ﷺ نے پھر اسے روک دیا۔ پھر وہ تیسری مرتبہ آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں (روز قیامت) تمہاری کثرت کے باعث امتوں پر فخر کرنا چاہتا ہوں، اس لیے تم بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی خواتین سے ہی نکاح کرو۔“ (۱)

(۲) حضرت سلمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے:

﴿خَيْرُ نِسَائِكُمُ الْوَلُودُ الْوَدُودُ﴾

”تم میں بہترین عورتیں وہ ہیں جو بہت بچے جننے والی اور بہت محبت کرنے والی ہیں۔“ (۲)

(۳) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِنِسَائِكُم مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْوَدُودُ الْوَلُودُ.....﴾

”کیا میں تمہیں تمہاری جنتی عورتوں کے متعلق خبر نہ دوں؟ (اور وہ ایسی عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں سے) بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی ہیں.....“ (۳)

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۷۸۴) آداب الزفاف (ص ۱۳۲-۱۳۳) ابو داود (۲۰۵۰) کتاب

النکاح : باب النہی عن تزویج من لم یاد من النساء مستدرک حاکم (۱۶۲/۲) أحمد (۱۵۸/۳)

الحلیۃ لأبی نعیم (۲۱۹/۴) طبرانی أوسط کما فی المجمع (۲۲۳۵) ابن حبان (۴۰۲۸) بیہقی

[۸۱/۷]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۳۳۰)]

(۳) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۲۶۰۴)]

نبی کریم ﷺ اُمت کی کثرت کے باعث روز قیامت فخر کرنا چاہتے ہیں

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿النَّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي "وَتَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ الْأَمَمَ" وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصَّيَّامِ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وَجَلَةٌ﴾  
 ”نکاح میری سنت ہے، لہذا جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور شادیاں کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کے باعث اُمتوں پر فخر کرنا چاہتا ہوں۔ جو طاققت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نکاح کرے اور جو طاققت نہ پائے وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کے لیے ڈھال ہیں۔“ (۱)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ

﴿وَتَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ الْأَمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾  
 ”نکاح کرو، بلاشبہ میں روز قیامت تمہاری کثرت کے باعث اُمتوں پر فخر کروں گا۔“ (۲)

اولاد طلب کرنے کے لیے دعائیں

① ﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾ [آل عمران: ۳۷]

”اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔“

② اولاد طلب کرنے کے لیے بکثرت استغفار کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نوح علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو شب و روز دعوتِ حق پہنچائی مگر لوگوں نے ان کی دعوت پر کان نہ دھرے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شکوئی کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا۔ مگر میرے بلانے سے یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے لگے۔ میں نے جب بھی انہیں تیری بخشش کے لیے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے انہیں باوازا بلند بلایا۔ اور بے شک میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَمْدِدْكُمْ

(۱) [حسن: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۱۸۴۶) کتاب النکاح: باب ما جاء فی فضل النکاح]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۶۸۰۷)]



بِأَمْوَالٍ وَيَنْبِيَنَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ﴿نوح: ۵۰-۱۲﴾

”اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے استغفار کرو، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا۔ اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا۔“

اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ

حضرت حسن بصریؒ کے متعلق روایت کیا جاتا ہے کہ ان سے آکر کسی نے قسط سالی کی شکایت کی تو انہوں نے اسے استغفار کی تلقین کی، کسی دوسرے شخص نے فقر و فاقہ کی شکایت کی اسے بھی انہوں نے یہی نسخہ بتایا۔ ایک اور شخص نے اپنے باغ کے خشک ہونے کا شکوہ کیا، اسے بھی فرمایا کہ استغفار کر۔ ایک شخص نے کہا میرے گھر اولاد نہیں ہوتی، اسے بھی کہا اپنے رب سے استغفار کر۔ کسی نے جب ان سے کہا کہ آپ نے استغفار ہی کی تلقین کیوں کی؟ تو آپؒ نے یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے پاس سے یہ بات نہیں کی، یہ تو وہ نسخہ ہے جو ان سب باتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے (خود) بتلایا ہے۔ (۱)

معلوم ہوا کہ اولاد طلب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو نسخہ بتلایا ہے وہ ہے استغفار، اس لیے بہت زیادہ استغفار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

✦ استغفار کرنے کے لیے ایک دعا تو وہ ہے جسے سید الاستغفار کہا جاتا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِبِعَمَلِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِيْ فَاعْفِرْ لِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ﴾

”اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں، میں تیرے ذریعے سے اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کا میں نے ارتکاب کیا، میں تیرے سامنے تیرے انعام کا اقرار کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں لہذا تو مجھے معاف کر دے، حقیقت یہ ہے کہ گناہوں کو تیرے سوا کوئی بھی معاف نہیں کر سکتا۔“

اس دعا کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

﴿مَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ﴿  
”جو شخص یقین کی حالت میں دن کو یہ دعا پڑھے گا اور پھر اسی دن شام سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ جنت میں جائے گا اور جو شخص یقین کی حالت میں رات کو یہ دعا پڑھے گا اور پھر اسی رات صبح سے پہلے فوت ہو گیا تو جنت میں جائے گا۔“ (۱)

اس دعا کے علاوہ استغفار کے لیے مندرجہ ذیل دعائیں بھی ثابت ہیں:

① ﴿ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ ﴾

”میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔“ (۲)

② ﴿ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ ﴾

”میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے اور میں اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔“ (۳)

اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کا سوال کرنا چاہیے

① جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی ہے کہ

﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴾ [الصافات: ۱۰۰]

”اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما۔“

اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ اولاد کا ہی سوال کیا تھا۔ جیسا کہ اس کا ذکر آئندہ سطور میں آ رہا ہے۔

(۱) [بخاری (۶۳۰۶) کتاب الدعوات: باب أفضل الاستغفار، ترمذی (۲۲۹/۴) کتاب الدعوات: باب

منه، مسند احمد (۱۲۲/۴) مستدرک حاکم (۴۵۸/۲) شرح السنة للبقوی (۱۳۰۸) طبرانی

[(۷۱۷۲-۷۱۷۴)]

(۲) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۳۱۵۷) بخاری (۶۳۰۷) کتاب الدعوات: باب استغفار النبی فی

اليوم واللیلة، مسلم (۲۷۰۲) کتاب الذکر والدعاء: باب استحباب الاستغفار والاستکثار منه، ترمذی

(۳۲۵۹) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة محمد، سائی فی عمل اليوم واللیلة (۴۵۴) عبد بن

حمید فی مسنده (۱۴۶۳) ابن حبان فی صحیحه (۲۴۶۰)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۱۵۱۷) کتاب الصلاة: باب فی الاستغفار، صحیح الترغیب

والترہیب (۱۶۲۲) کتاب الذکر والدعاء: باب الترغیب فی الاستغفار، ریاض الصالحین (۱۸۸۳)]

② اور نیک اولاد ایسا صدقہ جاریہ ہے جو مرنے کے بعد بھی کام آئے گا جیسا کہ اس کا ذکر درج ذیل ہے۔

نیک اولاد مرنے کے بعد بھی کام آئے گی

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ! أَنَّى لِي هَذِهِ؟ فَيَقُولُ: بِاسْتِعْفَارٍ وَلَدِكَ لَكَ﴾

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندے کا درجہ بلند فرماتے ہیں تو بندہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! یہ درجہ مجھے کیوں دیا گیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ درجہ تجھے تیرے لیے تیرے بیٹے کے استغفار کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ﴾

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں:

1- صدقہ جاریہ۔

2- ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں۔

3- نیک و صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔“ (۲)

بڑھاپے اور بانجھ پن میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے

✽ مایوسی گناہ ہے:

(1) قرآن میں ہے کہ

(۱) [حسن: الصحيحة (۱۵۹۸) ہدایۃ الرواة (۴۵۵/۲) ابن ماجہ (۳۶۶۰) کتاب الأدب: باب بر الوالدین، احمد (۵۰۹/۲)]

(۲) [مسلم (۱۶۳۱) کتاب الوصیۃ: باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد المیت، الأدب المفرد للبخاری (۳۸) أبو داود (۲۸۸۰) کتاب الوصایا: باب ما جاء فی الصدقة عن المیت، نسائی (۱۲۹/۲) مشکل الآثار (۸۵/۱) بیہقی (۲۷۸/۶) احمد (۳۷۲/۲) ابن حبان (۳۰۱۶) بغوی (۱۳۹) نسائی فی السنن الکبری (۶۴۷۸/۴)]

﴿وَلَا تَيَاسُوا مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَيَّاسُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾ [يوسف: ۸۷]  
 ”اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، یقیناً رب کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔“

(۲) ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَمَنْ يَقْنُطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الصَّالُّونَ﴾ [الحجر: ۵۶]  
 ”گمراہ لوگ ہی اللہ کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں۔“

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْكِبَايَرُ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالْإِيَّاسُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ وَالْقَنُوطُ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ﴾

”کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی مہربانی سے (دوسروں کو) مایوس کرنا اور اللہ کی رحمت سے (خود) ناامید ہونا۔“ (۱)

﴿﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبَشْرَى قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِידٍ فَلَمَّا رَأَى أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمٍ لُوطٍ وَأَمْرُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكْتُ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَقَ يَعْقُوبُ ۚ قَالَتْ يَا وَيْلَتَى أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحِمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ﴾ [هود: ۶۹-۷۳]

”اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر پہنچے اور سلام کہا، انہوں نے بھی سلام کا جواب دیا اور بلا تاخیر گائے کا بھنا ہوا بچھڑالے آئے۔ اب جو دیکھا کہ ان کے تو ہاتھ بھی اس کی طرف نہیں پہنچ رہے تو ان سے اجنبیت محسوس کر کے دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگے۔ انہوں نے کہا، ڈرو نہیں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ اس کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس پڑی، تو ہم نے اسے اسحق علیہ السلام کی اور اسحق علیہ السلام کے پیچھے یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ وہ کہنے لگی ہائے میری کم بختی! میرے ہاں اولاد کیسے ہو سکتی ہے میں خود بڑھیا ہوں اور یہ میرے خاوند بھی بہت بڑی عمر کے ہیں، یہ تو یقیناً بڑی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا، کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کر رہی ہے؟ اے اس گھر کے لوگو! تم پر

اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ حمد و ثناء کا سرزاد اور بڑی شان والا ہے۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ فَرَأَى إِلَى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعَجَلٍ سَمِينٍ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشِّرُوهُ بَعْلَامٍ عَلِيمٍ فَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ قَالُوا كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾

[الذاریات: ۲۴-۳۰]

”کیا تجھے ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے۔ وہ جب ان کے ہاں آئے تو سلام کیا، ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا (اور کہا یہ تو) اجنبی لوگ ہیں۔ پھر (جلدی جلدی خاموشی سے) اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فریبہ پھڑپھڑے (کا گوشت) لائے۔ اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوف زدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے۔ اور انہوں نے اس (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔ پس ان کی بیوی آگے بڑھی اور حیرت میں آکر اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ میں تو بڑھیا ہوں اور ساتھ بائجھ بھی۔ انہوں نے کہا ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرمایا ہے، بلاشبہ وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔“

✽ حضرت زکریا علیہ السلام کی مثال:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكَ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ فَانَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾ [آل عمران: ۳۷-۴۰]

”پس اسے (یعنی مریم علیہا السلام) کو اس کے پروردگار نے اچھی طرح قبول فرمایا اور اسے بہترین پرورش دی۔ اس کی خیر خبر لینے والا زکریا (علیہ السلام) کو بنایا، جب کبھی زکریا (علیہ السلام) ان کے حجرے میں جاتے ان کے پاس

روزی (یعنی غیر موسمی تروتازہ پھل) رکھے ہوئے پاتے، وہ پوچھتے اے مریم! یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بلا حساب روزی دیتا ہے۔ اسی جگہ ذکر کیا (ﷺ) نے اپنے رب سے دعا کی، کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔ پس فرشتوں نے انہیں آواز دی جبکہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ (ﷺ) کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا، سردار، ضابطہ نفس اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے۔ کہنے لگے، اے میرے پروردگار! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ میں بالکل بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہے کرتا ہے۔“

(2) سورہ مریم میں ارشاد ہے کہ

﴿ذَكَرْ رَحْمَةً رَبِّكَ عَبْدُهُ ذَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرْبُئِي وَيَبِثْ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا يَا ذَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَمٌ هَينٌ وَقَدْ خَلَقْتُنَّ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا﴾ [مریم: ۲-۹]

”یہ ہے تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ جبکہ اس نے اپنے رب سے پنے پنے چپکے دعا کی تھی۔ کہ میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے بھڑک اٹھا ہے (یعنی سفید ہو گیا ہے)“ لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا۔ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے۔ میری بیوی بھی بانجھ ہے، پس تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما۔ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب (ﷺ) کے خاندان کا بھی جانشین اور میرے رب! تو اسے مقبول بندہ بنا لے۔ اے زکریا! ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے، ہم نے اس سے پہلے اس کا نام بھی کسی کو نہیں کیا۔ زکریا (ﷺ) کہنے لگے، میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ اور میں خود بڑھاپے کی انتہائی کمزوری کو پہنچ چکا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ وعدہ اسی طرح ہو چکا، تیرے رب نے فرما دیا ہے کہ مجھ پر تو یہ بالکل آسان ہے اور تو خود جب کچھ نہ تھا میں تجھے پیدا کر چکا ہوں۔“

## اولاد کی خواہش میں انشاء اللہ کہہ کر ہم بستی کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَطُوفَنَّ اللَّيْلَةُ بِمَائَةِ امْرَأَةٍ تِلْدُ كُلُّ امْرَأَةٍ غُلَمًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ قُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ فَأُطْفِئَ بِهِنَّ وَلَمْ تِلْدُ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ نِصْفَ إِنْسَانٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمْ يَحْنُثْ وَكَانَ أَرْجَى لِحَاجَتِهِ﴾

”حضرت سلیمان بن داود علیہ السلام نے فرمایا کہ آج رات میں اپنی سو بیویوں کے پاس (ہم بستی کے لیے) آؤں گا اور (اس قربت کے نتیجے میں) ہر عورت ایک لڑکا جنے گی تو سو لڑکے ایسے پیدا ہوں گے جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ فرشتے نے ان سے کہا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے، لیکن انہوں نے نہیں کہا اور بھول گئے۔ چنانچہ آپ تمام بیویوں کے پاس گئے لیکن ایک کے سوا کسی کے ہاں بھی بچہ پیدا نہ ہوا اور اس ایک کے ہاں بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو ان کی مراد بر آتی اور ان کی خواہش پوری ہونے کی امید زیادہ ہوتی۔“

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَوْ كَانَ اسْتَنْتَى لَوَلَدَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ غُلَمًا فَارِسًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾  
 ”اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو ان عورتوں میں سے ہر ایک گھڑ سوار لڑکا جنتی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا۔“ (۱)

(نوٹی) اس حدیث میں کچھ فوائد ہیں جن میں سے یہ بھی ہے کہ انسان جب کہے کہ عنقریب میں ایسا کروں گا تو اس کے لیے انشاء اللہ کہنا مستحب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَلِكَ غَدًا ۚ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾ [الكهف: ۲۳-۲۴]

”اور ہر گز ہر گز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا، مگر ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ لینا۔“ (۲)

(۱) [بخاری (۵۲۴۲) کتاب النکاح: باب قول الرجل، لأطوفن الليلة على نساءه، مسلم (۱۶۵۴) کتاب

الایمان: باب الاستثناء، نسائي في السنن الكبرى (۹۰۳۲/۵) شرح السنة للبغوی (۷۹) ابن حبان

(۴۳۳)، (۴۳۳۸) بیہقی (۴۴۱/۱۰) احمد (۷۱۴۰)

(۲) [شرح مسلم للنووی (۱۸۷/۶)]



اولاد کو شیطان کے حملے سے بچانے کے لیے ہم بستر سے قبل دعا پڑھنا

یہ عمل مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقَضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ﴾

”اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے:

”بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا“

”اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور اس اولاد کو بھی شیطان سے

محفوظ رکھ جو تو ہمیں عطا کرے۔“

تو یقیناً اس جماع سے ان کے مقدر و قسمت میں اولاد ہوگی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرُ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذَلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا﴾

”اگر اس جماع سے ان کے لیے اولاد مقدر ہوگی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔“ (۱)

✦ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اولاد آدم کے ساتھ شیطان چمٹا ہوتا ہے اور اسے صرف اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی بھگایا جاسکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسلمان ناپاکی کی حالت میں بھی ہو تب بھی وہ اللہ کا ذکر کر سکتا ہے۔

✦ یاد رہے کہ اگر کوئی انسان بیوی سے ہم بستر کے وقت اس دعا کا التزام نہ کرے تو پھر شیطان بھی اس کے ساتھ اس عمل میں شریک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ دعا نہ پڑھنے کی وجہ سے اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی طرف سے نافرمانی، تنگی حالات، اور دیگر خاندانی مصائب و مشکلات کا شکار ہو جائے تو وہ صرف اپنے آپ کو

(۱) [بخاری (۱۴۱) کتاب الوضوء: باب التسمية على كل حال وعند الوقاع، مسلم (۱۴۳۴) کتاب

النکاح: باب ما يستحب أن يقول عند الجماع، ابو داود (۲۱۶۱) کتاب النکاح: باب فی جامع

النکاح، ترمذی (۱۰۹۲) کتاب النکاح: باب ما يقول اذا دخل على أهله، ابن ماجه (۱۹۱۹) کتاب

النکاح: باب ما يقول الرجل اذا دخلت عليه أهله، أحمد (۲۱۷/۱) سنائی فی السنن الکبری

(۱۰۱۰۰) دارمی (۲۲۱۲) عبد الرزاق (۱۰۴۶۶) طبرانی کبیر (۱۲۱۹۵) ابن حبان (۹۸۳)

طیالسی (۲۷۰۵) ابن أبی شیبہ (۳۱۱/۴) شرح السنة للبغوی (۱۳۳۰)

ہی ملامت کرے۔ قرآن میں ہے اللہ تعالیٰ شیطان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

﴿وَأَسْفُزُوا مَن اسْتَطَعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا﴾ [الاسراء: ٦٤]

”ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز (یعنی گانے، موسیقی اور دیگر لہو و لعب کے آلات) سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے (یعنی انسانوں اور جنوں میں سے اپنے چیلے چائے وغیرہ) چڑھا لے اور ان کے مال (میں حرام کمائی وغیرہ کے ذریعے) اور اولاد میں (بیوی سے مذکورہ بالا مسنون دعا پڑھے بغیر جماع کرنے وغیرہ کے ذریعے) شریک ہو جا اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے لے۔ ان سے جتنے بھی شیطان کے وعدے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب ہیں۔“

غیر اللہ سے اولاد مانگنا شرک ہے

❁ کیونکہ تمام امور کائنات کا مدبر و منظم صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

❁ اس کے علاوہ خواہ کوئی نبی ہی کیوں نہ ہو نظام کائنات میں کچھ تصرف کا اختیار نہیں رکھتا۔

❁ اولاد کی پیدائش تو درکنار اللہ کے علاوہ کوئی ایک کبھی بھی پیدا نہیں کر سکتا۔

❁ اس کے باوجود جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس حصول اولاد کے لیے جائے گا اولاً تو وہ عقل و شعور سے

عاری ہے کیونکہ یہ اُس سے مانگ رہا ہے جو خود اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں اور دوم یہ کہ وہ اللہ

تعالیٰ کی توحید (ربوبیت) میں کسی دوسرے کو بھی شریک کرے گا اور شرک ایسا گناہ ہے جسے اللہ تعالیٰ

ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ﴾ [الرعد: ٢]

”اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے

ہو۔ پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے اسی نے سورج اور چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے ہر ایک معین میعاد

پر گشت کر رہا ہے، وہی (کائنات کے تمام) اُمور کی تدبیر فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی (توحید کی) نشانیاں کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبُ لَا سْتَكْفَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ [الأعراف: ۱۸۸]

”(اے پیغمبر!) آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے بھی نہ تو کسی نفع کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ ہی کسی نقصان کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا، میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔“

(3) سورہ حج میں ارشاد ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِّثْلُ قَاسْتِمُعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَفِيدُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ﴾ [الحج: ۷۳]

”لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو، اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے نہیں چھین سکتے، کمزور ہے طلب کرنے والا اور جس سے طلب کیا گیا ہے۔“

(4) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهْبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاءًا وَيَهْبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ، أَوْ يَزُوجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاءًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾

[الشوری: ۴۹-۵۰]

”آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ رکھتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔“

(5) سورہ نساء میں ارشاد ہے کہ

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ [النساء: ۴۸]

”یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔“

(6) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿قُلْتُ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ﴾

”میں نے عرض کیا (اے اللہ کے رسول!) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔“ (۱)

(7) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ إِنِّي أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظْ اللَّهَ يَحْفَظْكَ احْفَظْ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ﴾

”میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (سوار) تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں (اور وہ ہیں) اللہ تعالیٰ (کے فرامین) کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ (دنیا و آخرت ہر جگہ) تیری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ، تو اسے اپنے ساتھ پائے گا۔ جب سوال کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کر اور جب مدد مانگی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگ اور خوب اچھی طرح جان لے کہ اگر امت کے تمام لوگ تمہیں نفع پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو تجھے کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکیں گے الا کہ جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ رکھا ہے اور اگر وہ سب تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو کچھ

(۱) [بخاری (۴۴۷۷) کتاب تفسیر القرآن : باب قوله تعالى فلا تجعلوا لله أندادا وأنتم تعلمون ، مسلم

(۸۶) کتاب الایمان : باب کون الشک أقبح الذنوب و بیان أعظمها بعده ، ابو داود (۲۳۱۰) کتاب

الطلاق : باب فی تعظیم الزنا ، ترمذی (۳۱۸۲) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الفرقان ، نسائی

(۴۰۲۴) وفي السنن الكبرى (۱۰۹۸۷) أبو يعلى (۵۰۹۸) ابن حبان (۴۴۱۴) حمیدی (۱۳)

نقصان نہیں پہنچا سکیں گے الا کہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ (تقدیر لکھنے والے) قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور (جن میں تقدیر لکھی گئی ہے وہ) صحیفہ خشک ہو چکے ہیں۔“ (۱)

(8) امام ابن شہابؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿وَأَمَّا أُمُّ كَلْثُومٍ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَزَوَّجَهَا أَيْضًا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ بَعْدَ أُخْتِهَا رُقِيَّةَ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ تُوُفِّيَتْ عَنْهُ وَلَمْ تَلِدْ لَهُ شَيْئًا﴾

”رسول اللہ ﷺ نے حضرت رقیہؓ بنت محمد ﷺ کے بعد ان کی بہن حضرت ام کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ پھر حضرت ام کلثومؓ بنت محمد ﷺ حضرت عثمانؓ کے عقد نکاح میں ہی فوت ہوئیں اور ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔“ (۲)

جنت میں اولاد کی خواہش اور اس کی تکمیل

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ كَمَا يَشْتَهِي﴾

”مومن آدمی جب جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا تو جیسے اس کی خواہش ہوگی اسی طرح کا حمل اور پھر وضع حمل لمحہ بھر میں ہی ہو جائے گا۔“ (۳)



(۱) [صحیح : صحیح ترمذی، ترمذی (۲۵۱۶) کتاب صفة القيامة والرفائق والورع : باب منه، صحیح الجامع الصغير (۷۹۵۷) المشكاة (۵۳۰۲)]

(۲) [رواد الطبرانی]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۴۳۳۸) کتاب الزهد : باب صفة الجنة، ترمذی (۲۵۶۳)]

کتاب صفة الجنة : باب ما جاء ما لأدنى أهل الجنة من الكرامة، دارمی (۲۷۱۲) کتاب الرقاق : باب

فی ولد أهل الجنة، صحیح الجامع الصغير (۶۶۴۹)

## حمل کا بیان

## باب الحمل

ماں کے پیٹ میں بچے کی تکوین و بناوٹ

بچے کی پیدائش مرد اور عورت کے نطفے (یعنی منی کے قطرات) ملنے سے وجود میں آتی ہے۔

نطفہ رحم مادر میں 40 دن تک پڑا رہتا ہے۔

40 دن کے بعد جھے ہوئے خون کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور پھر اسی حالت میں 40 دن پڑا رہتا ہے۔

پھر 80 دن کے بعد گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے اور مزید 40 دن اسی حالت میں رہتا ہے۔

120 دن یعنی 4 ماہ کے بعد اللہ کے حکم سے فرشتہ روح پھونکنے آتا ہے۔

روح پھونکتے وقت ہی بچے کا رزق، عمر، نیک ہو گا یا بد، مذکر ہے یا مؤنث (سب) لکھ دیا جاتا ہے۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ﴾ [النحل: 4]

”اس (یعنی اللہ تعالیٰ) نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ صریح جھگڑا لو بن بیٹھا۔“

(2) سورہ طارق میں ہے کہ

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يُخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ﴾

[الطارق: ۵-۷]

”انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ایک اچھلتے پانی (یعنی منی) سے پیدا کیا گیا

ہے جو (مرد کی) پیٹھ اور (عورت کے) سینے سے نکلتا ہے۔“

(3) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا

النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ

أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَبَارَكُ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ [المومنون: ۱۲-۱۴]

”یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔ پھر

نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنادیا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا، پھر گوشت کے ٹکڑے کو

ہڈیاں بنادیا، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنادیا، پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا۔ برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔“

(4) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبُعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِّن نُطْفَةٍ ثُمَّ مِّنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِّنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ أَنْتَبِينَ لَكُمْ وَنُقَرُّ لِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا﴾ [الحج: ٥]

”لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر خون بستہ سے، پھر گوشت کے لو تھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا (یعنی جب روح پھونکی جاتی ہے اس وقت یا تو بچے کی صورت واضح ہو چکی ہوتی ہے اور یا پھر واضح نہیں ہوتی اور بچہ ساقط ہو جاتا ہے)۔ یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں، پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں۔“

(5) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا:

﴿إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيَوْمُرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَيُقَالُ لَهُ اكْتُبْ عَمَلَهُ وَرِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَشَقِيًّا أَوْ سَعِيدًا ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ﴾

”تمہاری پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (نطفہ کی صورت میں) کی جاتی ہے۔ اتنے ہی دنوں تک پھر ایک جے ہوئے خون کی صورت اختیار کیے رہتا ہے اور پھر اتنے ہی دنوں تک گوشت کا لو تھڑا بنا رہتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں اور اسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کے عمل، اس کا رزق، اس کی مدت زندگی اور یہ کہ بد ہے یا نیک، لکھ لے۔ اب اس نطفہ میں روح ڈالی جاتی ہے۔“ (۱)

(۱) [بخاری (۳۲۰۸) کتاب بدء الخلق: باب ذكر الملائكة، مسلم (۲۶۴۳) کتاب القدر: باب كيفية

خلق آدمی فی بطن أمه وكتابة رزقه وأجله، أبو داود (۴۷۰۸) کتاب السنة: باب فی القدر، ترمذی

(۲۱۳۷) کتاب القدر: باب ما جاء أن الأعمال بالخواتيم، ابن ماجه (۷۶) مقدمة: باب فی القدر،

أحمد (۳۸۲/۱) حمیدی (۱۲۶) طیب السی (۳۱۳۱) أبو یعلیٰ (۵۱۵۷) الحلیہ لأبی نعیم (۳۸۷/۸)

شرح السنة (۱۳۳۱))



(6) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَلَّ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُولُ يَا رَبُّ نُطْفَةٍ يَا رَبُّ عُلَقَةٍ يَا رَبُّ مُضْغَةٍ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ أَذْكَرٌ أَمْ أُنْثَى شَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ فَمَا الرُّزْقُ وَاللَّجَلُ فَيَكْتُبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ﴾

”رحم مادر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے، وہ کہتا ہے اے رب! اب یہ نطفہ ہے اے رب! اب یہ جما ہوا خون بن گیا ہے اے رب! اب یہ گوشت کا ٹکڑا بن گیا ہے۔ پھر جب اللہ اس کی خلقت پوری کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ مذکر ہے یا مؤنث، بد بخت ہے یا نیک، بخت اس کی روزی کتنی مقدر ہے اور عمر کتنی ہے؟ پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ تمام باتیں فرشتہ لکھ دیتا ہے۔“ (۱)

### بچے کی باپ یا ماں کے ساتھ مشابہت کا سبب

✽ جب مرد کی منی کے قطرات عورت کے قطرات پر غالب آجاتے ہیں تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کے قطرات مرد کے قطرات پر غالب آجاتے ہیں تو بچہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو یہود کے بڑے عالم تھے) نے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف لانے کی خبر سنی تو وہ اپنے باغ میں پھل توڑ رہے تھے۔ وہ اسی وقت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ سے ایسی تین چیزوں کے متعلق پوچھتا ہوں جنہیں نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ بتلائیے! قیامت کی نشانیوں میں سب سے پہلی نشانی کیا ہے؟ اہل جنت کی دعوت کے لیے سب سے پہلے کیا چیز پیش کی جائے گی؟ بچہ کب اپنے باپ کی صورت پر اور کب اپنی ماں کی صورت پر ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ابھی جبریل علیہ السلام نے آکر اس کے متعلق بتلایا ہے..... آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَتَأْرُ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَرِيَادَةٌ كَبِدِ حُوتٍ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ “قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ﴾

”قیامت کی سب سے پہلی نشانی ایک آگ ہوگی جو انسانوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کر لائے گی۔ اہل جنت کی دعوت میں جو کھانا سب سے پہلے پیش کیا جائے گا وہ مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ ہو گا اور

جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجاتا ہے تو بچہ باپ کی شکل پر ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجاتا ہے تو بچہ ماں کی شکل پر ہوتا ہے۔“ (۱)

اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيَنْزِلُ أَلْفَيْتُ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْغُرُوحِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ [لقمان: ۳۴]

”بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کمائے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔“

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي غَدٍ وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْغُرُوحِ وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ وَمَا يَدْرِي أَحَدٌ مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ﴾

”غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، کسی کو بھی یہ علم نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا، نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ اسے کس جگہ موت آئے گی اور نہ ہی کسی کو بارش کی آمد کا علم ہے۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ تاہم آج کے جدید دور میں مختلف قسم کی الٹراساؤنڈ مشینوں کی بدولت اگر کوئی کہے کہ اب یہ جانتا ممکن نہیں رہا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے یعنی لڑکا ہے یا لڑکی، تو اس کا جواب یوں دیا جائے گا کہ ان آلات کے ذریعے اگرچہ جنسیت کے متعلق ناقص معلومات تو کسی حد تک فراہم کی جاسکتی ہیں مگر ماں کے پیٹ کا بچہ نیک ہے یا بد، خوبصورت ہے یا بد صورت، ناقص ہے یا کامل وغیرہ جیسی باتوں کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے لہذا اللہ تعالیٰ کا فرمان اپنی جگہ

(۱) [بخاری (۴۴۸۰) کتاب تفسیر القرآن: باب قوله من كان عدواً للجبرئيل 'هداية الرواة (۵۸۱۱)]

(۲) [بخاری (۱۰۳۹) کتاب الجمعة: باب لا يدري متى يجيء المطر الا الله]

پر برحق ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (یعنی نیک یا بد وغیرہ)۔

دورانِ حمل ماں کو اپنے پیٹ کے بچے کے نیک ہونے کی دعائیں کرنی چاہئیں

اسی طرح اگر اسے اللہ کی راہ میں وقف کرنے کی نذر مان لے تو یہ بھی درست ہے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان سے استدلال کیا جاتا ہے:

﴿إِذْ قَالَتِ امْرَأَةُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [آل عمران: ۳۵]

”جب عمران کی بیوی (یعنی مریم علیہا السلام کی والدہ) نے کہا کہ اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے (یعنی تیری عبادت گاہ کی خدمت کے لیے وقف کرنے) کی نذر مانی، تو میری طرف سے قبول فرما، یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے۔“

✦ نذر کے مختصر احکام درج ذیل ہیں:

- 1۔ نذریہ ہے کہ قول کے ذریعے اللہ کی اطاعت کے کسی کام کو اپنے اوپر لازم کر لینا۔ (۱)
- 2۔ کسی جائز کام کی نذر بھی لازم نہیں مثلاً اگر کوئی دھوپ میں ہی کھڑے رہنے کی نذر مان لے تو اگرچہ دھوپ میں کھڑا رہنا جائز تو ہے مگر اس نذر کو پورا کرنا لازم نہیں۔ (۲)
- 3۔ کسی ایسے کام کی نذر بھی لازم نہیں جس کی انسان میں طاقت نہ ہو مثلاً اگر کوئی پیدل چل کر حج پر جانے کی نذر مان لے (اور وہ مکہ سے کہیں دور کا رہائشی ہو) تو اس پر اسے پورا کرنا لازم نہیں۔ (۳)

(۱) [تفسیر احکام القرآن لابن العربی (۲۹۷/۱)]

(۲) [بخاری (۶۷۰۴) کتاب الأیمان والنذور: باب النذر فيما لا يملك وفي معصية 'ابو داود (۳۳۰۰) کتاب الأیمان والنذور: باب من رأى عليه كفارة اذا كان في معصية 'ابن ماجه (۲۱۳۶) کتاب الکفارات: باب من حلف في نذره طاعة بمعصية 'طحاوی فی مشکل الآثار (۴۴/۳) ابن حبان (۴۳۸۵) ابن الجارود (۹۳۸) دارقطنی (۱۶۱/۴) بیہقی (۷۵/۱۰) طبرانی (۱۸۷۱) شرح السنة للبیہقی (۲۴/۱۰)]

(۳) [بخاری (۱۸۶۵) '۶۷۰۱ کتاب الأیمان والنذور: باب النذر فيما لا يملك وفي معصية 'احمد (۱۱۴/۳) ابو داود (۳۳۰۱) کتاب الأیمان والنذور: باب من رأى عليه كفارة اذا كان في معصية 'ترمذی (۱۵۳۷) کتاب النذور والأیمان: باب ما جاء فيمن يحلف بالمشي ولا يستطيع 'نسائی (۳۸۵۲) بیہقی (۷۸/۱۰)]

- 4- گناہ کے کام کی نذر ماننا جائز نہیں اور اسے پورا کرنا بھی لازم نہیں۔ نذر صرف وہی پوری کی جائے گی جو کسی اطاعت کے کام کی ہو مثلاً نوافل، اذکار، قربانی، حج یا صدقہ و خیرات وغیرہ۔ (۱)
- 5- کسی ایسی جگہ پر نذر پوری کرنا جائز نہیں جہاں کوئی نافرمانی کا کام ہوتا ہو۔ (۲)

دورانِ حمل بیوی سے ہم بستری جائز ہے

(شیخ ابن شمیمؒ) آدمی حاملہ عورت سے جماع کر سکتا ہے، یہ جائز و مباح ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿نَسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ [البقرة: ۲۲۳]

”تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔“

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ اِلَّا عَلَىٰ اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ

مَلُومِينَ﴾ [المؤمنون: ۵-۶]

”وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے، یقیناً

یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مطلق طور پر اپنی بیوی سے ہم بستری کو جائز قرار دیا ہے۔ اس عموم سے

صرف وہی احکام رکاوٹ ہو سکتے ہیں جو کتاب و سنت میں عورت سے پرہیز کرنے کے متعلق ثابت ہوں۔

لہذا حاملہ عورت سے ہم بستری کے جواز کے متعلق کسی خاص دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ اصل جواز ہی

(۱) [بخاری (۶۶۹۶) کتاب الایمان والنذور: باب النذر فی المعصیۃ، ابو داود (۳۲۸۹) کتاب الایمان

والنذور: باب ما جاء فی النذر فی المعصیۃ، ترمذی (۱۵۲۶) کتاب النذور والایمان: باب من نذر أن

یطیع الله فلیطعه، نسائی (۱۷/۷) ابن ماجہ (۲۱۲۶) کتاب الکفارات: باب النذر فی المعصیۃ، مؤطا

(۴۷۶/۲) شافعی (۷۴/۲) احمد (۳۶/۶) دارمی (۱۸۴/۲) طحاوی فی مشکل الآثار (۳۸/۳) ابن

حبان (۴۳۸۷) ابن الجارود (۹۳۴) بیہقی (۲۳۱/۹)]

(۲) [بخاری (۲۰۳۲) کتاب الاعتکاف: باب الاعتکاف لیلۃ، مسلم (۱۶۵۶) کتاب الایمان: باب نذر

الکافر وما یفعل فیہ اذا أسلم، ابو داود (۳۳۲۵) کتاب الایمان والنذور: باب من نذر فی الجاہلیۃ ثم

أدرك الاسلام، ترمذی (۱۵۳۹) کتاب النذور والایمان: باب ما جاء فی وفاء النذر، ابن ماجہ

(۲۱۲۹) کتاب الکفارات: باب الوفاء بالنذر، احمد (۳۷/۱) حمیدی (۳۰۴/۲) بیہقی (۳۱۸/۴)

دارمی (۱۸۳/۲)]

ہے۔ البتہ دورانِ حیض شرمگاہ میں ہم بستری کرنا جائز نہیں اس کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں سے فائز اٹھایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح بیوی کی پشت میں بھی جماع کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ گندگی کا مقام ہے۔ بحالتِ نفاس بھی شوہر اپنی بیوی سے ہم بستری نہیں کر سکتا ہاں جب وہ حیض یا نفاس سے پاک ہو جائے گی تو پھر اس کے ساتھ ہم بستری مباح ہوگی۔ (۱)

(سعودی مجلسِ افتاء) دورانِ حمل ہم بستری جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف حالتِ حیض، نفاس اور احرام میں ہی بیوی سے ہم بستری کو حرام قرار دیا ہے۔ (۲)

○ واضح رہے کہ دورانِ حمل عورت سے ہم بستری جائز تو ہے لیکن اگر عورت آخری مہینوں میں ہم بستری کی وجہ سے تکلیف محسوس کرے تو پھر عورت کو تکلیف دے کر اپنی شہوت پوری کرنا جائز نہیں کیونکہ ایک تو یہ حسنِ معاشرت کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء: ۱۹]

”اور ان عورتوں کے ساتھ اچھی معاشرت اختیار کرو۔“

اور دوسری بات یہ ہے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا ہے ارشاد ہے کہ

﴿وَلَا تُضَارُّوهُنَّ﴾ [الطلاق: ۶]

”اور ان (عورتوں) کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔“

کسی دوسرے مرد کی حاملہ عورت سے ہم بستری کرنا جائز نہیں

حضرت روبیع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَحِلُّ لِلْمَرْئِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ يَعْنِي إِيْتَاذَ الْحَبَالَى وَلَا يَحِلُّ لِلْمَرْئِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَقَعَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ السَّبْيِ حَتَّى يَسْتَبْرَهَا﴾

”اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ غیر کی کھیتی (یعنی حمل) کو اپنا پانی پلائے (یعنی اپنا نطفہ رحم میں داخل کرے) مراد ہے (کسی دوسرے کی) حاملہ عورت سے ہم

(۱) فتاویٰ برائے خواتین (ص ۳۵۷) مجموع الفتاویٰ لابن عثیمین (۷۵۵/۲)

(۲) فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۲۴۷/۱۸)

بستری کرنا اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی قیدی عورت سے اس کے استبرائے رحم سے پہلے ہم بستری کرے۔“ (۱)

اس ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ نسب میں اختلاط سے بچا جاسکے کیونکہ اگر کوئی عورت پہلے کسی مرد سے حاملہ ہو اور اس سے کوئی دوسرا بھی ہم بستری کرتا پھرے تو یہ جاننا محال ہو گا کہ اس کے پیٹ کے بچے کا باپ کون ہے۔ اس مسئلے کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص لونڈی خریدے یا اسے لونڈی بہہ کی جائے اور وہ لونڈی اپنے پہلے مالک کے نطفہ کی وجہ سے حاملہ ہو تو دوسرے کے لیے اس وقت تک اس سے ہم بستری کرنا جائز نہیں جب تک وہ حمل وضع نہ کر دے۔ اسی طرح اگر مشرک عورتیں جنگ کے ذریعے قیدی ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ لگیں تو ان سے بھی اس وقت تک ہم بستری جائز نہیں جب تک استبرائے رحم یعنی ان کے رحموں کی حمل سے براءت نہ حاصل ہو جائے اور وہ اس طرح ہوتی ہے کہ یا تو ایک حیض آجائے تو پتہ چل جائے گا کہ عورت حاملہ نہیں اور یا پھر اگر حاملہ ہے تو اس کا حمل وضع ہو جائے۔

یہ تو بات تھی لونڈی یا قیدی عورت کی۔ البتہ آزاد عورت کے ساتھ ہم بستری نکاح کے بغیر جائز نہیں اور آزاد حاملہ عورت سے وضع حمل تک نکاح ہی حرام ہے اس لیے اس سے کسی دوسرے مرد کی ہم بستری کا جواز تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، تاہم وہ مرد جس کے نطفہ سے وہ حاملہ ہے (یعنی اس کا شوہر) اس سے ہم بستری کر سکتا ہے کیونکہ اس میں وہ خدشہ نہیں جو کسی دوسرے کی حاملہ سے ہم بستری کرنے میں ہے یعنی اختلاط نسب کہ بچہ کس کا ہے؟ اور حاملہ بیوی سے ہم بستری کے جواز کے دلائل گزشتہ عنوان کے تحت ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

### حمل کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا حکم

حمل کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ حلال کا ہے حرام کا نہیں، کیونکہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ

(۱) [حسن: صحیح ابو داود، ابو داود (۲۱۵۸) کتاب النکاح: باب فی وطء السبايا، صحیح الجامع

فَلَا تُؤْنَسُ شَهْرًا ﴿۱۵﴾ [الأحقاف: ۱۵]

”ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اس کی والدہ نے اسے تکلیف برداشت کر کے اٹھائے رکھا اور پھر تکلیف برداشت کر کے ہی اسے جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ یعنی دو سال اور چھ ماہ ہے۔ اب قرآن میں ہی موجود ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾

[البقرة: ۲۳۳]

”مائیں اپنی اولاد کو مکمل دو سال دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا ہو۔“

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ﴾ [لقمان: ۱۴]

”اس کی دودھ چھڑائی دو سال میں ہے۔“

مذکورہ بالا دونوں آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس ماہ ہے۔ اب اگر تیس ماہ میں سے چوبیس ماہ کو نکال دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے گزشتہ فرمان کے مطابق باقی چھ ماہ حمل کی مدت رہ جاتی ہے۔ یہی کم از کم مدت حمل ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ نکاح کے کم از کم چھ ماہ بعد ہونے والا بچہ حلال کا متصور ہوگا اس سے کم مدت میں پیدا ہونے والا حلال کا نہیں۔

ولادت سے قبل ساقط ہونے والے بچے کا حکم

❁ ساقط ہونے والے بچے کو غسل دیا جاسکتا ہے۔

❁ اسے کفن پہنایا جاسکتا ہے۔

❁ اس کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

❁ تاہم اگر اس کی نماز جنازہ نہ بھی پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿وَالسَّقَطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ﴾

”نا تمام بچے کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔“ (۱)

(البانیؒ) یہ بات ظاہر ہے کہ نا تمام سے مراد وہ بچہ ہے جس کے چار ماہ مکمل ہو چکے ہوں اور اس میں روح پھونک دی گئی ہو پھر وفات پائے۔ تاہم اس مدت سے پہلے اگر کسی صورت میں ساقط ہو جائے تو اسکی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ وہ میت کہلا ہی نہیں سکتا۔ (۲)

جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ثابت ہے کہ بچہ جب اپنی ماں کے پیٹ میں چار ماہ کی عمر کو پہنچتا ہے تو ﴿يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ﴾ ”اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔“ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ نا تمام بچے کو غسل بھی دیا جائے گا، اسے کفن بھی پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی جبکہ وہ اپنی عمر کے چار ماہ مکمل کر چکا ہو۔ (۴)

(شیخ ابن عثیمینؒ) نا تمام بچہ اگر چار ماہ کا ہو تو اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ (۵)

□ واضح رہے کہ نا تمام بچے کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے ضروری نہیں، یعنی اگر اس کی نماز جنازہ نہ بھی پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ نماز جنازہ سے مقصود ہے میت کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعائیں کرنا، جبکہ اس بچے کو ان دعاؤں کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اس سے ابھی کوئی گناہ ہی سرزد نہیں ہوا۔

(البانیؒ) ایسا بچہ جو ابھی تک بلوغت کی حد کو نہیں پہنچا اگر فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا واجب نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے (18 ماہ کے بیٹے) ابراہیم کی وفات پر اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۷۲۳) کتاب الجنائز : باب المشی امام الجنائز : أبو داود (۳۱۸۰) کتاب الجنائز : باب المشی امام الجنائز : ترمذی (۱۰۳۶) کتاب الجنائز : باب ما جاء في ترك الصلاة علي الشهيد، نسائی (۵۶/۴) ابن ماجہ (۱۵۰۷) کتاب الجنائز : باب ما جاء في الصلاة علي الطفل، شرح معانی الآثار (۴۸۲/۱) حاکم (۳۵۵/۱) بیہقی (۲۴/۴) ابن ابی شیبہ (۲۸۰/۳)]

(۲) [أحكام الجنائز ویدعها للآلبانی (ص/۱۰۵)]

(۳) [بخاری (۳۲۰۸، ۳۳۳۲) کتاب بدء الحلق : باب ذكر الملائكة، مسلم (۲۶۴۳) أبو داود (۴۷۰۸) ترمذی (۲۱۳۷) ابن ماجہ (۷۶) أحمد (۳۸۲/۱) حمیدی (۱۲۶) طيالسی (۳۱۳۱) أبو یعلیٰ

(۵۱۵۷) الحلیہ لأبی نعیم (۳۸۷/۸) شرح السنة (۱۳۳۳۱)]

(۴) [إفتاء من اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۴۰۷/۸)]

(۵) [إفتاء من مسار الإسلام (۲۶۵/۱)]



تھی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے۔ (۱)

### اسقاط حمل کا حکم

اگر حمل ٹھہرے ہوئے چار ماہ کی مدت گزر چکی ہو تو حمل ساقط کرنا حرام ہے کیونکہ چار ماہ کے بعد بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اس وقت حمل ساقط کرنا یقیناً ایک جان کا ناحق قتل شمار ہوگا جو کہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ [الاسراء: ۳۳]

”اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا۔“

(۲) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سات ہلاک کرنے والی اشیاء سے بچو، ان میں سے ایک آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی:

﴿وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾

”ایسے نفس کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔“ (۲)

اسی طرح بعض احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

﴿الْكِبَائِرُ سَبْعٌ؛ الْإِسْرَافُ بِاللَّهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ.....﴾

”کبیرہ گناہ سات ہیں؛ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور اس جان کو ناحق قتل کرنا جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے

حرام کیا ہے۔“ (۳)

اور اگر حمل چار ماہ کی مدت تک نہ پہنچا ہو تو بھی بلا عذر محض بھوک و افلاس کے خوف سے حمل ساقط کرنا جائز نہیں۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) [أحكام الجنائز وبدعها للألبانی (ص ۱۰۳)] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کے لیے دیکھئے:

صحیح ابو داود، ابو داود (۳۱۸۷) کتاب الجنائز: باب فی الصلاة علی الطفل، مسند احمد (۲۶۷/۶) شیخ الألبانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ جبکہ حافظ ابن حزمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔

(۲) [بخاری (۲۷۶۶) کتاب الوصایا: باب قول الله تعالى ان الذين ياكلون أموال النيامی]

(۳) [حسن: صحيح الجامع الصغير (۴۶۰۶)]

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ﴾ [الأنعام: ۱۵۱]

”اپنی اولاد کو افلاس کی وجہ سے قتل مت کرو، ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ إِنْ قَتَلْتُمْ كَانَتْ خَطَاً كَبِيراً﴾

[الاسراء: ۳۱]

”اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو مت قتل کرو، ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں، یقیناً ان کا قتل

کرنا کبیرہ گناہ ہے۔“

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مِنْ أَجْلِ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ﴾

”میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے ساتھ شرک کرنا حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ یہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنا۔“ (۱)

البتہ اتنی گنجائش ضرور موجود ہے کہ اگر کوئی شرعی عذر موجود ہو مثلاً عورت کو کوئی بیماری لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ بچہ پیدا کرنے کے قابل نہ ہو یا بچے کی پیدائش سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو پھر ماں (یعنی صل) کو بچے (یعنی فرع) پر ترجیح دیتے ہوئے اسقاطِ حمل کی اجازت ہوگی۔ (واللہ اعلم)

(۱) [بخاری (۷۵۲۰) کتاب التوحید: باب قول الله تعالى فلا تجعلوا لله أندادا، مسلم (۸۶) کتاب الایمان: باب کون الشک اقبح الذنوب و بیان أعظمها بعده، ابو داود (۲۳۱۰) کتاب الطلاق: باب فی تعظیم الزنا، ترمذی (۳۱۸۲) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الفرقان، نسائی (۴۰۲۴) وفی السنن الکبری (۱۰۹۸۷) أبو یعلی (۵۰۹۸) ابن حبان (۴۴۱۴) حمیدی (۱۰۳) طبرانی کبیر (۹۸۱۱) سعید بن منصور (۲۳۰۲)]

## خاندانی منصوبہ بندی کا حکم

(شیخ ابن بازؒ) خاندانی منصوبہ بندی موجودہ دور کا اہم ترین مسئلہ ہے اس کے بارے میں متعدد سوالات اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ ممتاز علماء کے بورڈ نے اپنے گزشتہ اجلاس میں اس موضوع کا بغور جائزہ لیا اور اپنے علم کی روشنی میں جو بہتر سمجھا قرار دیا ان فیصلہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ مانع حمل گولیوں کا استعمال ناجائز ہے، وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی اور امت مسلمہ میں اضافے کے اسباب کو اپنانا مشروع قرار دیا ہے، نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ہے کہ

﴿تَزَوُّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِّرٌ بِكُمْ أَلَمُمْ﴾

”محبت کرنے والی اور زیادہ بچوں کو جنم دینے والی عورتوں سے شادی کرو۔ بے شک میں (روز قیامت) تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔“

دوسری روایت میں ہے کہ

﴿الْأَنْبِيَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

”قیامت کے دن دوسرے انبیاء پر فخر کروں گا۔“

نیز اس لیے بھی کہ امت مسلمہ کو افرادی قوت کی ضرورت ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا فریضہ سرانجام دے سکیں، اعلیٰ کلمۃ اللہ کی خاطر فی سبیل اللہ جہاد کریں اور کفار کی مکاریوں سے مسلمانوں کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دے سکیں، لہذا ضرورت کے علاوہ ایسی گولیوں کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً یہ کہ عورت کے رحم میں کوئی ایسی بیماری ہے کہ جس کی بنا پر حمل نقصان دہ ہو سکتا ہے یا اسی طرح کی کوئی اور بیماری ہے تو ایسے حالات میں بقدر ضرورت ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح پہلے سے موجود بچوں کی تعداد کے پیش نظر اگر حمل نقصان دہ ہو تو ایک معین وقت مثلاً سال، دو سال (دودھ پلانے کی مدت) تک ایسی گولیاں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، تاکہ عورت کے لیے مشکلات میں کمی ہو سکے اور مناسب انداز میں بچوں کی تربیت کر سکے۔ اگر مانع حمل گولیوں کا استعمال صرف اس مقصد کے تحت ہو کہ ملازمت کے لیے فراغت میسر آ سکے یا کم بچے خوشحالی کا باعث ہوں گے یا ان جیسا کوئی اور معاملہ ہو جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے، تو یہ قطعاً جائز نہیں۔ (۱)

## پیٹ کے بچے کی دیت

اگر کوئی حاملہ عورت کو گرا کر، پتھر مار کر یا کسی اور ذریعے سے تکلیف پہنچا کر اس کے پیٹ کے بچے کو مار ڈالے اور بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو اس کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کی ادائیگی بطور ویت لازم ہوگی۔ اس کی دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى فِي امْرَأَتَيْنِ مِنْ هَذِيلٍ اقْتَلَتَا فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْآخَرَى بِحَجَرٍ فَأَصَابَ بَطْنَهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِي فِي بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَضَى أَنَّ دِيَّةَ مَا فِي بَطْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ﴾

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں کے بارے میں فیصلہ فرمایا، وہ دونوں آپس میں جھگڑ پڑیں اور ایک نے دوسری پر پتھر مارا جو اس کے پیٹ پر لگا۔ وہ حاملہ تھی اس لیے اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا۔ اس پر اس عورت کے ورثاء مقدمہ نبی کریم ﷺ کی عدالت میں لے کر آئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچے کے بدلے ایک غلام یا لونڈی دیت ہے۔“ (۱)

## ایک ضروری تنبیہ

دورانِ حمل عورت کے شوہر اور دیگر اقرباء کو چاہیے کہ ہر ایسا اقدام کرنے کی کوشش کریں جس سے عورت خوش رہے اور اسے کوئی صدمہ نہ پہنچے۔ کیونکہ اس حالت میں صدمہ یا شدید پریشانی عورت اور اس کے پیٹ کے بچے کو کسی بڑے نقصان کی طرف لے جاسکتی ہے۔



(۱) [بخاری (۵۷۵۸) کتاب الطب : باب الکھانة ، مسلم (۱۶۸۱) کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والدیات : باب دية الجنین ووجوب الدية فی قتل الخطأ وشبه العمدة ، ترمذی (۱۴۱۰) کتاب الدیات : باب ما جاء فی دية الجنین ، ابو داود (۴۵۷۶) کتاب الدیات : باب دية الجنین ، نسائی (۴۷/۸) احمد (۲۳۶/۲)]

## ولادت کا بیان

## باب الولادة

## شدت تکلیف کی دعا

بچے کی ولادت کے قریب عورت شدید ترین تکلیف سے دوچار ہوتی ہے کہ شاید جس کا اندازہ اس ماں بننے والی عورت کے سوا کسی انسان کو نہیں ہو سکتا۔ اس مشکل وقت میں ہمت، حوصلہ اور صبر کی توفیق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی عطا فرما سکتی ہے، اس لیے اس وقت سے پہلے چند ایسی دعائیں ضرور ازبر کر لینی چاہئیں جو تکلیف، غم، پریشانی یا مشکل کے وقت پڑھنی مسنون ہیں۔ ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

① ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾

”ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔“

✦ یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت پڑھی تھی جب انہیں آگ میں پھینکا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈک اور سلامتی والی بنادیا تھا۔ (۱)

② ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾

”نہیں ہے کوئی معبود مگر تو ہی، تو پاک ہے، یقیناً میں ظالموں میں سے تھا۔“

✦ یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام نے اس وقت پڑھی تھی جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں سے نجات عطا فرمائی تھی۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو بھی مسلمان شخص ان الفاظ کے ذریعے کوئی دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔ (۲)

③ ﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ﴾

”اے زندہ جاوید! اے کائنات کے نگران! میں تیری ہی رحمت کے ذریعے سے مدد مانگتا ہوں۔“

✦ جب بھی رسول اللہ ﷺ کسی کام کی وجہ سے پریشان ہوتے تو یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ (۳)

(۱) [بخاری (۴۰۶۳) کتاب تفسیر القرآن : باب قوله تعالى ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۲۶۰۵) ترمذی (۳۵۰۵) کتاب الدعوات : باب ما جاء في عقد التسبیح بالید ' صحیح الترغیب والترہیب (۱۶۴۴) کتاب الدعاء : باب الترغیب فی کلمات یستفتح بها الدعاء ' السلسلة الصحيحة (۱۷۴۴)]

(۳) [حسن : صحیح الجامع الصغیر للألبانی (۴۷۷۷) ترمذی (۳۵۲۴) کتاب الدعوات : باب ' صحیح الترغیب والترہیب (۶۶۱) کتاب النوافل : باب الترغیب فی آیات واذکار یقولها اذا أصبح اذا أمسى ' السلسلة الصحيحة (۲۲۷)]

④ ﴿اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو فَلَا تَكِلْنِي إِلَىٰ نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ﴾

”اے اللہ! میں تیری رحمت کی ہی امید رکھتا ہوں، پس تو مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرنا اور میرے لیے میرے سب کام درست فرمادے، نہیں ہے کوئی معبود مگر تو ہی۔“  
✦ فرمان نبوی ہے کہ شدت غم میں مبتلا شخص یہ دعا پڑھے۔ (۱)

⑤ ﴿اللَّهُمَّ لَا سَهْلَ إِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلًا وَأَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ إِذَا شِئْتَ سَهْلًا﴾

”اے اللہ! کوئی کام آسان نہیں ہے مگر وہی جسے تو آسان کر دے اور مشکل کام کو توجہ چاہے آسان کر دیتا ہے۔“

✦ کسی بھی مشکل کام کی آسانی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا سکھائی ہے۔ (۲)

⑥ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ﴾

”کوئی معبود نہیں مگر اللہ، بہت عظمت والا، برابر دہار، کوئی معبود نہیں مگر اللہ، عرش عظیم کا رب، کوئی معبود نہیں مگر اللہ، جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا بھی رب ہے۔“

✦ رسول اللہ ﷺ جب غمگین و پریشان ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ (۳)

(۱) [حسن : صحیح ابو داود، ابو داود (۵۰۹۰) کتاب الأدب : باب ما يقول اذا أصبح، صحیح الجامع الصغير (۳۳۸۸) صحیح الترغیب والترہیب (۱۸۲۳) کتاب البيوع وغيرها : باب الترغيب في كلمات يقولهن المديون والمهموم والمكروب، الأدب المفرد (۷۰۱) مسند احمد (۴۲/۵)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن حبان (۲۴۲۷) - الموارد) ابن السنی (۳۵۱) الأذکار للنووی (ص ۱۰۶) حافظ ابن حجر اور شیخ عبدالقادر ارناؤوط نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [بخاری (۶۳۴۶) کتاب الدعوات : باب الدعاء عند الكرب، مسلم (۲۷۳۰) کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار : باب دعاء الكرب، احمد (۱۹۰۸) ترمذی (۳۴۳۵) کتاب الدعوات : باب ما جاء ما يقول عند الكرب، ابن ماجه (۳۸۸۳) کتاب الدعاء : باب الدعاء عند الكرب، نسائی فی السنن الكبرى (۱۰۴۸۷) طيالسي (۲۶۵۱)]

✦ واضح رہے کہ ان دعاؤں کا راقم الحروف نے خود بھی تجربہ کیا ہے اور دوسروں سے بھی تجربہ کروایا ہے۔ راقم اور ہر تجربہ کرنے والے نے ان دعاؤں کو انتہائی زیادہ موثر پایا ہے۔ اس لیے مشکلات میں آسانی کے لیے ان کا پڑھنا ضرور اپنا معمول بنائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

## شدت تکلیف کے باعث موت کی تمنا کرنا جائز نہیں

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَمْنُوا الْمَوْتَ فَإِنَّ هَوَلَ الْمُطَّلَعِ شَدِيدٌ﴾

”موت کی تمنائت کرو کیونکہ جان کنی کی تکلیف بڑی سخت ہے۔“ (۱)

(2) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

﴿وَلَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ أَنْهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ﴾

”اگر نبی کریم ﷺ نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اس کی دعا کرتا۔“ (۲)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ لِيُضْرَّ نَزْلَ بِهِ ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنَّيًّا فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ اُحْيِنِيْ مَا

كَانَتْ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَقَّئِيْ مَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ﴾

”تم میں سے کوئی بھی کسی درپیش مصیبت و تکلیف کے سبب ہرگز موت کی تمنانہ کرے۔ اور اگر ضرور

ہی تمنا کرنا چاہتا ہو تو اس طرح کہہ لے: اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے لیے زندگی

بہتر ہے اور اس وقت مجھے فوت کر دینا جب میرے لیے وفات بہتر ہوگی۔“ (۳)

## خوشی کے موقع کی دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

(۱) [حسن: الترغیب والترہیب لمحق الدین دیب (۴۹۳۱) احمد (۳۳۲/۳) مجمع الزوائد (۲۰۳/۱۰)]

بیہقی فی شعب الإيمان (۱۰۵۹۸) شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ہدایۃ الرواة (۱۸۵/۲)]

(۲) [بخاری (۵۶۷۲) کتاب المرضی: باب تمنی المریض الموت، مسلم (۲۶۸۱) کتاب الذکر والدعاء

والتوبة والاستغفار: باب کراهة تمنی الموت لضر نزل به، احمد (۲۱۱۱۶) طبرانی کبیر (۳۶۳۲)

حمیدی (۱۵۴) أبو نعیم فی حلیۃ الأولیاء (۱۴۶/۱) بیہقی (۳۷۷/۳) نسائی فی السنن الکبریٰ

(۱۹۴۹/۱) ابن حبان (۲۹۹۹)]

(۳) [بخاری (۲۳۵۱) کتاب الدعوات: باب الدعاء بالموت والحیة، مسلم (۲۶۸۰) کتاب الذکر

والدعاء والتوبة والاستغفار: باب کراهة تمنی الموت لضر نزل به، أبو داود (۳۱۰۸) کتاب الجنائز:

باب فی کراهیۃ تمنی الموت، ترمذی (۹۷۱) کتاب الجنائز: باب ما جاء فی النهی عن التمنی للموت

نسائی (۱۸۲۰) ابن ماجہ (۴۲۶۵) أحمد (۱۰۱/۳) بیہقی (۳۷۷/۳)]

﴿ كَانَ إِذَا أَمَرُ يَسْرُهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمَّ الصَّالِحَاتُ ﴾

”نبی کریم ﷺ کو جب کوئی خوش کرنے والی چیز پیش آتی تو یوں کہتے:

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمَّ الصَّالِحَاتُ“

”سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کی نعمت سے اچھے کام مکمل ہوتے ہیں۔“ (۱)

جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا سے خوشخبری دینا

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان الفاظ میں لڑکے کی خوشخبری دی گئی:

﴿ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴾ [الحجر: ۵۳]

”انہوں نے کہا کہ آپ مت گھبرائیے ہم آپ کو علم والے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔“

(۲) ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشِّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴾ [الذاریات: ۲۸]

”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان (فرشتوں) سے خوف محسوس کیا تو انہوں نے کہا، آپ نہ گھبرائیے اور

(پھر) انہوں نے آپ کو علم والے لڑکے کی خوشخبری دی۔“

(۳) حضرت زکریا علیہ السلام کو یوں لڑکے کی خوشخبری دی گئی:

﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى ﴾

[آل عمران: ۳۹]

”پس فرشتوں نے انہیں آواز دی جبکہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے

یحییٰ علیہ السلام کی یقینی خوشخبری دیتا ہے۔

(۴) ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿ يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴾ [مریم: ۷]

”اے زکریا! ہم تمہیں لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ علیہ السلام ہے، یہ نام اس سے پہلے ہم

نے کسی کا نہیں رکھا۔“

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۶۶۴۰) ابن ماجہ (۳۸۰۳) کتاب الأدب: باب فضل الحامدین،

السلسلة الصحيحة (۲۶۵)]



(ابن قیمؒ) خوشخبری بندے کو خوش کر دیتی ہے اور اسے تسکین پہنچاتی ہے (اس لیے) مسلمان کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے بھائی کو خوشی پہنچانے اور اسے ایسی خبر دینے میں جلدی کرے جو اسے خوش کر دے۔ (۱)  
جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کے لیے مبارکباد کے الفاظ اور اس کا جواب

جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اسے ان الفاظ میں مبارکباد دی جائے:

﴿بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي الْمَوْهُوبِ لَكَ وَشَجَرْتَ الْوَاهِبِ وَبَلَغَ أَشُدَّهُ وَرَزَقْتَ بَرَّهُ﴾  
”اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس بچے میں برکت دے جو تمہیں عطا کیا گیا ہے اور تم عطا کرنے والے کا شکر ادا کرو اور (یہ بچہ) اپنی جوانی کی قوتوں کو پہنچے اور تمہیں اس کا حسن سلوک نصیب ہو۔“  
دوسرا ان الفاظ میں جواب دے:

﴿بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا وَرَزَقَكَ اللَّهُ مِنْهُ وَأَجْزَلَ ثَوَابَكَ﴾  
”اللہ تعالیٰ تمہارے لیے برکت دے اور تم پر برکت فرمائے اور اللہ تمہیں بہتر بدلہ دے، اللہ تمہیں اس جیسا عطا فرمائے اور تمہارا ثواب بہت زیادہ کرے۔“ (۲)

### نو مولود کو تحفہ دینا

(شیخ ابن قیمینؒ) دراصل نو مولود بچے کو اس کی پیدائش کے وقت ہدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ہدیہ میں اور تمام معاملات میں اصل جواز و صحت ہے الا کہ اس کی حرمت پر کوئی دلیل قائم ہو جائے اور جب یہ عادت جاری ہو جائے کہ لوگوں کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کے قریبی رشتہ دار مالی طور پر کوئی چیز اس کی طرف ہدیہ بھیجیں تو اس میں کوئی حرج نہیں انسان عادت اور عرف کی پیروی کرتے ہوئے ایسا کرے نہ کہ اللہ کی عبادت سمجھتے ہوئے۔ (۳)

### ہر پیدا ہونے والے بچے کے چمچنے کا سبب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(۱) [تحفة المودود بأحكام المولود (ص ۲۷ / ۲۸)]

(۲) [الأذکار للنووی (ص ۳۴۹ / ۳۵۰) صحيح الأذکار لسليم الهاللي (۷۱۳/۲) بحوالہ ' حصن المسلم ]

(۳) [فتاویٰ اسلامیة (۳۲۸/۲)]

﴿مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ إِلَّا وَالشَّيْطَانُ يَمْسُهُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهْلُ صَارِحًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَأَقْرَعُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنِّي أُعِيدُهَا بَكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾

”ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے پیدا ہوتے ہی چھوتا ہے جس سے وہ بچہ چلاتا ہے، سوائے مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ”(مریم علیہا السلام کی والدہ نے کہا، اے پروردگار!) میں اس مریم علیہا السلام اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں (واضح رہے کہ مریم علیہا السلام کی عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اولاد نہیں [فتح الباری]۔“ (۱)

بچے کو اللہ کی پناہ میں دینے کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کے ساتھ اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے:

﴿أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَةٍ﴾

”میں تمہیں ہر شیطان، ہر زہریلے جانور اور ہر لگ جانے والی نظر سے اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں۔“

نیز آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو اسی طرح اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔ (۲)

ہر بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يَنْصَرَانِهِ أَوْ يُمَجَّسَانِهِ كَمَثَلِ الْبُهِيمَةِ تُنْتَجُ الْبُهِيمَةُ هَلْ تَرَى فِيهَا جَذْعًا﴾

(۱) [بخاری (۴۵۴۸) کتاب تفسیر القرآن : باب وانی أعیدھا بک وذریئھا من الشیطان الرجیم، مسلم

(۲۳۶۶) کتاب الفضائل : باب فضائل عیسیٰ، احمد (۷۱۸۵)، (۷۷۱۲) حمیدی (۱۰۴۲) ابن

حبان (۶۲۳۴) أبو یعلیٰ (۵۹۷۱)]

(۲) [بخاری (۳۳۷۱) کتاب أحادیث الأنبیاء : باب قول الله تعالى واتخذ الله ابراهيم خلیلا، ترمذی

(۲۰۶۰) کتاب الطب : باب، ابو داود (۴۷۳۷) کتاب السنة : باب فی القرآن، المشکاة (۱۵۳۵)]

”ہر بچے کی پیدائش (اسلامی) فطرت پر ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، بالکل اس طرح جیسے جانور کے بچے صحیح سالم ہوتے ہیں۔ کیا تم نے (پیدائشی طور پر) ان کے جسم کا کوئی حصہ کٹا ہوا دیکھا ہے۔“ (۱)

(۲) صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿كُلُّ إِنْسَانٍ نَلِدُهُ أُمُّهُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَأَبَوَاهُ بَعْدُ يَهُودَانِيَةً وَيَنْصَرَانِيَةً وَيُمَجْسَانِيَةً فَإِنَّا مُسْلِمِينَ فَمُسْلِمٌ﴾

”ہر انسان کو اس کی والدہ فطرت پر پیدا کرتی ہے، بعد میں اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں اور اگر وہ دونوں مسلمان ہوں تو وہ (بچہ) بھی مسلمان بن جاتا ہے۔“ (۲)

(ابن قیمؒ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ہر بچہ دین کا علم حاصل کر کے پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ تم کو اللہ نے ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ لیکن مراد یہ ہے کہ بچے کی فطرت اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ دین اسلام کی معرفت اور محبت حاصل کر سکے۔ پس نفس فطرت اقرار اور محبت کو لازم ہے خالی قبول فطرت مراد نہیں۔ بایں طور کہ وہ ماں باپ کے ڈرانے دھمکانے سے متغیر نہیں ہو سکتی۔ پس مراد یہی ہے کہ ہر بچہ اقرار ربوبیت پر پیدا ہوتا ہے پس اگر وہ خالی الذہن ہی رہے اور کوئی معارضہ اس کے سامنے نہ آئے تو وہ اس خیال سے نہیں ہٹ سکے گا جیسا کہ وہ اپنی ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینے کی محبت پر پیدا ہوا ہے یہاں تک کہ کوئی ہٹانے والا بھی اسے اس محبت سے ہٹا نہیں سکتا۔ اسی لیے فطرت کو دودھ سے تشبیہ دی گئی ہے بلکہ خواب میں بھی اس کی تعبیر یہی ہے۔ (۳)

بچے کا رنگ یا صورت والدین سے مختلف ہو تو بچے کا انکار نہیں کیا جاسکتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(۱) [بخاری (۱۳۸۵) کتاب الجنائز : باب ما قيل في أولاد المشركين ، احمد (۷۱۸۴) عبد الرزاق

(۲۰۰۸۷) طيالسي (۲۴۳۳)]

(۲) [مسلم (۲۶۵۸) کتاب القدر : باب معنى كل مولود يولد على الفطرة وحكم موت أطفال الكفار

وأطفال المسلمين ، ترمذی (۲۱۳۸) کتاب القدر : باب ما جاء كل مولود يولد على الفطرة ، شرح

السنة للبعوی (۸۴) ، (۸۵)]

(۳) [كما في فتح الباری لابن حجر (۳/۶)]

﴿أَنْ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسُودَ وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقٍ قَالَ إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ فَأَنَّى تَرَى ذَلِكَ جَاءَهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عِرْقُ نَزَعَهَا قَالَ وَلَعَلَّ هَذَا عِرْقُ نَزَعَهُ وَلَمْ يُرْخَصْ لَهُ فِي الْإِنْتِفَاءِ مِنْهُ﴾

”ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی کے ہاں کالا لڑکا پیدا ہوا ہے جسے میں اپنا نہیں سمجھتا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا کہ ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ان کے رنگ کیسے ہیں؟ اس نے کہا، سرخ ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا، ان میں کوئی خاکی بھی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں ان میں خاکی بھی ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے پوچھا کہ پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ اس رنگ کا کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ممکن ہے اس بچے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو؟ اور آپ ﷺ نے اس کو بچے کا انکار کرنے کی اجازت نہیں دی۔“ (۱)

بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا

مراد یہ ہے کہ شریعت میں بچے کی والدین کے علاوہ کسی اور سے مشابہت کا کوئی اعتبار نہیں، خواہ بچہ ہو، بہو کسی اور شخص کے ہی مشابہ ہو، بچے کا باپ وہی شمار کیا جائے گا جس کے گھر اور بستر پر وہ پیدا ہوا ہے۔ اس کے دلائل کے لیے آئندہ باب ”نسب کا بیان“ دیکھئے۔



(۱) [بخاری (۷۳۱۴) کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة : باب من شبه أصلا معلوما بأصل مبین، مسلم

(۱۵۰۰) کتاب اللعان : باب، ابو داود (۲۲۶۰) کتاب الطلاق : باب اذا شك في الولد، ترمذی

(۲۱۲۸) کتاب الولاء والهبة : باب ما جاء في الرجل ينتفی من ولده، ابن ماجه (۲۰۰۲) کتاب

النکاح : باب الرجل يشك في ولده، حمیدی (۱۰۸۴) ابن حبان (۴۱۰۶)]

## بیٹیوں کی ولادت کا بیان

## باب ولادة البنات

بیٹیوں کی پیدائش پر بھی خوش ہونا چاہیے

کیونکہ بیٹیاں بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں اور ان کی اچھی تربیت و پرورش پر جو خاص اجر و ثواب اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے وہ بیٹوں کی پرورش پر بھی مقرر نہیں فرمایا، جیسا کہ آئندہ عنوان ”بیٹیوں کی فضیلت“ کے تحت ذکر کیا جائے گا۔ نیز بیٹیوں کی پیدائش بھی اللہ تعالیٰ کے حکم، حکمت اور مشیت سے ہی ہوتی ہے، وہ جسے چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے، جسے چاہتا ہے دونوں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے کچھ بھی نہیں عطا کرتا، وہ جسے جس چیز کا مستحق سمجھتا ہے اسے وہی عطا کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ اِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذَّكَوْرَ اَوْ يَزُوْجَهُمْ ذُكْرًا وَاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾

[الشوری: ۴۹-۵۰]

”آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ رکھتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔“  
(ابن کثیر) اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ

اللہ تعالیٰ جسے چاہے صرف لڑکیاں دے جیسے حضرت لوط علیہ السلام، اور جسے چاہے صرف لڑکے ہی عطا فرمائے جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، اور جسے چاہے لڑکے لڑکیاں سب کچھ دیتا ہے جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جسے چاہے بے از حد ہی کستا ہے جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، پس یہ چار قسمیں ہوں گی: لڑکیوں والے، لڑکوں والے، دونوں والے اور دونوں سے خالی ہاتھ۔ وہ علیم ہے ہر مستحق کو جانتا ہے، قادر ہے جس طرح کا چاہے تفاوت رکھتا ہے۔ پس یہ مقام بھی مثل اس فرمان الہی کے ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشان بنائیں۔ [مریم: ۲۱] یعنی دلیل قدرت بنائیں اور دکھادیں کہ ہم نے مخلوق کو چار طور پر پیدا کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام صرف مٹی سے پیدا

ہوئے، نہ ماں نہ باپ۔ حضرت حوا علیہا السلام صرف مرد سے پیدا ہوئیں، باقی کل انسان مرد عورت دونوں سے پیدا ہوئے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، وہ صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کیے گئے۔ پس آپ کی پیدائش سے یہ چاروں قسمیں ہو گئیں۔ یہ مقام ماں باپ کے بارے میں تھا اور وہ مقام اولاد کے بارے میں، اس کی بھی چار قسمیں اور اس کی بھی چار قسمیں۔ سبحان اللہ یہ ہے اس اللہ کے علم و قدرت کی نشانی۔ (۱)

(ابن العربیؒ) انہوں نے بھی مذکورہ بالا کلام سے ملتا جلتا کلام ہی نقل فرمایا ہے۔ (۲)

(شیخ عبدالرحمن سعدیؒ) اس آیت میں سلطنت الہی کی وسعت اللہ تعالیٰ کے اپنی بادشاہت میں من چاہی تخلیق کے نفاذ اور اس کے تمام امور کے مدبر و منتظم ہونے کے متعلق خبر دی گئی ہے حتیٰ کہ (بتایا گیا ہے کہ) تدبیر الہی کے عموم میں ولادت اولاد کے اسباب بھی شامل ہیں، لہذا صرف اللہ تعالیٰ ہی جو اولاد چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ مخلوق میں سے جسے چاہے لڑکیاں عطا کرتا ہے، جسے چاہے لڑکے عطا کرتا ہے، جسے چاہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہے بانجھ یعنی بے اولاد ہی رکھتا ہے۔ (۳)

بیٹیوں کی پیدائش پر ناراضگی کا اظہار کرنا اہل جاہلیت کا طرز عمل تھا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَّا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾  
[النحل: ۵۸-۵۹]

”ان (اہل جاہلیت کے مشرکین) میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔ اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے، سوچتا ہے کہ کیا اس کو ذلت کے ساتھ لیے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے، آہ! کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ﴾ [الزخرف: ۱۷]  
”ان میں سے کسی کو جب اس چیز کی خبر دی جائے جس کی مثال اس نے رحمٰن کے لیے بیان کی ہے (یعنی

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳۷/۵)]

(۲) [تفسیر احکام القرآن (۶۹/۴)]

(۳) [تیسیر الکرم الرحمن (۱۰۵۷/۲)]

اہل جاہلیت کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں تو جب ان میں سے کسی کو بیٹی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے۔“

(ابن قیم) اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے کے لیے بندے کو یہی کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیز (یعنی بیٹیوں) سے ناراض ہو جائے۔ (۱)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حق میں فرمایا ہے کہ ﴿فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ ”اگر تم ان (عورتوں) کو ناپسند کرو تو قریب ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اسی میں بہت زیادہ خیر ڈال دے۔“ اسی طرح بیٹیوں کا معاملہ ہے کہ بعض اوقات بندے کے لیے ان میں دنیا و آخرت کی خیر موجود ہوتی ہے۔ اور ان سے کراہت کرنا کس قدر برا ہے یہ سمجھنے کے لیے یہی کافی ہے کہ انسان ایسی چیز کو ناپسند کر رہا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے (خود) اس کے لیے پسند فرمایا ہے اور اپنے بندے کو (خود) وہ چیز عطا فرمائی ہے۔

امام احمدؒ کے بیٹے صالحؒ فرماتے ہیں کہ جب امام احمدؒ کے ہاں کوئی بیٹی پیدا ہوتی تو فرماتے ”انبیاء بھی بیٹیوں کے باپ تھے اور فرماتے کہ یقیناً (احادیث میں بطور خاص) بیٹیوں کے متعلق جو فضیلت وارد ہوئی ہے وہ بھی مجھے معلوم ہے۔

یعقوب بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں سات بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جب بھی میرے ہاں کوئی بیٹی پیدا ہوتی تو میں امام احمد بن حنبلؒ کے پاس جاتا اور وہ مجھے کہتے ”اے ابویوسف! انبیاء بھی بیٹیوں کے باپ تھے تو آپؐ کی یہ بات میری پریشانی ختم کر دیتی۔“ (۲)

دور جاہلیت میں عرب شدت نفرت سے بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے

اہل جاہلیت بیٹیوں سے شدید نفرت کرتے تھے حتیٰ کہ پیدا ہوتے ہی انہیں زمین میں زندہ دفن کر دیتے۔ پھر جب محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو اس عمل کو تاقیامت حرام قرار دے دیا گیا اور اب جو بھی ایسا کرے گا وہ روز قیامت عذاب سے نہیں بچ پائے گا۔

(۱) [تحفة المودود بأحكام المولود (ص ۱۹۱)]

(۲) [تحفة المودود بأحكام المولود (ص ۲۶۱)]

سورہ تکویر میں روز قیامت کے احوال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا الْمَوْؤُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ [التکویر: ۸-۹]

”اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی۔“

حدیث شریف میں ہے کہ

﴿عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَادَّ

الْبَنَاتِ﴾

”حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر

ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کیا ہے۔“ (۱)

مسند احمد میں ایک روایت ہے، حضرت نعیم بن قنعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ

سے ملاقات کے لیے گیا اور ان سے کہا:

﴿إِنِّي كُنْتُ وَأَذْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكُنْتُ أَرْجُو فِي لِقَائِكَ أَنْ تُخْبِرَنِي أَنْ لِي تَوْبَةٌ

وَمَخْرَجًا وَكُنْتُ أَحْسَى فِي لِقَائِكَ أَنْ تُخْبِرَنِي أَنَّهُ لَا تَوْبَةَ لِي فَقَالَ أَيْ الْجَاهِلِيَّةِ قُلْتُ

نَعَمْ فَقَالَ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ﴾ [مسند احمد: ۱/۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴



اپنی بچیوں کو زندہ (زمین میں) دبا دیا تھا اب میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہر ایک بچی کے بدلے ایک غلام آزاد کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! غلام والا تو میں ہوں نہیں، البتہ میرے پاس اونٹ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک اونٹ ہی اللہ کے نام پر قربان کر دو۔ (۱)

□ اور جسے زندہ درگور کر دیا جائے اس کے اخروی انجام کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ حضرت اسلم بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَنْ فِي الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْجَنَّةِ وَالشَّهِيدُ فِي الْجَنَّةِ وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ وَالْوَيْدُ فِي الْجَنَّةِ﴾

”میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ جنت میں کون جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، نبی، شہید، بچے اور زندہ درگور کی ہوئی جنت میں جائے گی۔“ (۲)

اور جس حدیث میں ہے کہ

﴿الْوَائِدَةُ وَالْمَوُوءَةُ فِي النَّارِ﴾

”زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کی ہوئی (دونوں) آتش جہنم میں ہوں گی۔“ (۳)

اس کے متعلق اہل علم کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ایسی زندہ درگور کی ہوئی لڑکی ہے جو بالغ ہو چکی ہو، تو ایسی لڑکی اپنے کفر کی وجہ سے جہنم میں ہی جائے گی خواہ اسے زندہ درگور کیا گیا ہو۔

## بیٹیوں کی فضیلت

❁ بیٹیوں کی اچھی پرورش پر جنت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب ہوگا:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ عَلَا جَارَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جِلَّةَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَصَمَّ أَصَابِعُهُ﴾

”جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی حتیٰ وہ بالغ ہو گئیں تو میں اور وہ روز قیامت (اس طرح) آئیں گے

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۵۹۱/۵) تفسیر عبد الرزاق، (۳۵۱/۳)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۲۵۲۱) کتاب الجہاد: باب فی فضل الشہادۃ، احمد

(۵۸۱/۵)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۴۷۱۷) کتاب السنۃ: باب فی ذراری المشرکین، صحیح

الجامع الصغیر (۷۱۴۲) المشکاة (۱۱۲)]

اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا لیا۔“ (۱)

(۲) جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿مَنْ عَالَ جَارِئَتَيْنِ دَخَلَتْ أَنَا وَهُوَ الْجَنَّةُ كَهَاتَيْنِ وَأَشَارَ بِأَصْبُعَيْهِ﴾

”جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی میں اور وہ ان دونوں (انگلیوں) کی طرح جنت میں داخل ہوں گے

اور آپ ﷺ نے (یہ کہتے ہوئے) اپنی دو انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا۔“ (۲)

(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ عَالَ ابْنَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا أَوْ أُخْتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتَّى يَبْنَ أَوْ يَمُوتَ عَنْهُنَّ كُنْتُ أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ

كَهَاتَيْنِ، وَأَشَارَ بِأَصْبُعَيْهِ السَّبَابَةِ وَالَّتِي تَلِيهَا﴾

”جس نے دو یا تین بیٹیوں یا دو یا تین بہنوں کی (اچھی) پرورش کی حتیٰ کہ وہ (وفات یا شادی وغیرہ کے

ذریعے اس سے) جدا ہو گئیں یا وہ انہیں چھوڑ کر فوت ہو گیا تو میں اور وہ جنت میں ان دونوں (انگلیوں) کی

طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے (یہ کہتے ہوئے) اپنی انگشت شہادت اور اس کے قریب والی انگلی کی

طرف اشارہ کیا۔“ (۳)

❁ بیٹیوں کی اچھی پرورش پر جہنم سے چھٹکارہ نصیب ہوگا:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿دَخَلْتُ امْرَأَةً مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا

فَقَسَمْتُهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ

”مَنْ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ“﴾

”ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اس وقت اور کچھ نہ

تھا، میں نے (اسے) وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دو بچیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہیں کھائی۔

(۱) [مسلم (۲۶۳۱) کتاب البر والصلة والآداب : باب فضل الاحسان الى البنات ، مستدرک حاکم

(۱۷۷/۴) بیہقی فی شعب الایمان (۴۰۴/۶) شرح السنة للبعوی (۱۸۸/۶)]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی ، ترمذی (۱۹۱۴) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی النفقة علی البنات

والأخوات]

(۳) [صحیح : صحیح الترغیب والترہیب (۱۹۷۰) کتاب النکاح وما يتعلق به : باب الترغیب فی النفقة

علی الزوجة والعیال : فصل اعالة البنات ، صحیح ابن حبان (۴۴۸)]

پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آؤں جائیں گی۔“ (۱)

(۲) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿مَنْ ابْتَلِيَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَنَاتِ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ﴾  
”جو شخص بیٹیوں کی وجہ سے کسی چیز کے ساتھ آزمایا گیا اور پھر اس نے ان (کی تربیت و پرورش کی وجہ سے آزمائش) پر صبر کیا تو وہ اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے رکاوٹ بن جائیں گی۔“ (۲)

❁ بیٹیوں کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرنے والا جنت میں داخل ہوگا:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَلَحَسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ﴾

”جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے حقوق ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اس کے لیے جنت ہے۔“ (۳)

(۲) سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَادَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ﴾

”جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، انہیں ادب سکھایا، ان کی شادیاں کیں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کے لیے جنت ہے۔“ (۴)

(۱) [بخاری (۱۴۱۸) کتاب الزکاة : باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ ، مسلم (۲۶۲۹) کتاب البر والصلۃ والاداب : باب فضل الاحسان إلى البنات ، احمد (۲۴۶۲۶) ترمذی (۱۹۱۳) شرح السنۃ للبلغوی (۱۶۸۱) بیہقی (۴۷۸/۷)]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی ، ترمذی (۱۹۱۳) کتاب البر والصلۃ : باب ما جاء فی النفقة علی البنات والأخوات]

(۳) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۱۹۷۳) کتاب النکاح وما یتعلق بہ : باب الترغیب فی النفقة علی الزوجة ، ترمذی (۱۹۱۶) کتاب البر والصلۃ : باب ما جاء فی النفقة علی البنات والأخوات]

(۴) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب ایضاً ، ابو داؤد (۵۱۴۷) کتاب الأدب : باب فی فضل من عال یتیمًا]

❁ دو بیٹیوں کی اچھی پرورش جنت میں داخلے کا سبب ہوگی:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ رَجُلٍ تُدْرِكُ لَهُ ابْنَتَانِ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ أَوْ صَحِبَهُمَا إِلَّا أَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةُ ﴾

”جس آدمی کی دو بیٹیاں ہوں اور جب تک وہ اس کے ساتھ رہیں یا جب تک وہ ان کے ساتھ رہے ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا رہے تو وہ دونوں اسے جنت میں داخل کرادیں گی۔“ (۱)

(2) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَكُونُ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَيَنْفِقَ عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَمُتَ إِلَّا كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ ۖ فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَةٌ: أَوْ بِنَتَانِ؟ قَالَ: وَبِنَتَانِ ﴾

”جس کسی مسلمان کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر (اچھے طریقے سے) خرچ کرتا رہے حتیٰ کہ وہ (اس سے شادی وغیرہ کی وجہ سے) جدا ہو جائیں یا فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے رکاوٹ ہوں گی۔ ایک عورت نے عرض کیا، کیا دو بیٹیوں کی وجہ سے بھی یہ فضیلت حاصل ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، (ہاں) دو بیٹیوں پر (خرچ کی وجہ سے) بھی یہی فضیلت حاصل ہوگی۔“ (۲)

(3) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ”مَنْ كُنَّ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ يُؤْوِيهِنَّ وَيَرْحَمُهُنَّ وَيَكْفُلُهُنَّ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ الْبَتَّةَ“ قَالَ قَيْلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ كَانَتْ اثْنَتَيْنِ قَالَ وَإِنْ كَانَتْ اثْنَتَيْنِ قَالَ فَرَأَى بَعْضُ الْقَوْمِ أَنْ لَوْ قَالُوا لَهُ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً ﴾

”جس کی تین بیٹیاں ہوں، وہ انہیں اپنے پاس رکھے، ان کے ساتھ رحمت و شفقت سے پیش آئے اور ان کی کفالت کرتا رہے تو اس کے لیے جنت واجب ہوگی۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، دریافت کیا گیا کہ اے اللہ

(۱) [حسن: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۳۶۷۰) کتاب الأدب: باب بر الوالد والاحسان الی البنات، صحیح الترغیب والترہیب (۱۹۷۱) صحیح ابن حبان (۲۹۳۴) مستدرک حاکم (۱۷۸/۴) امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۹۷۲) کتاب النکاح وما يتعلق به: باب الترغیب فی النفقة علی الزوجة والعیال، رواہ الطبرانی]

کے رسول! اگر دو بیٹیاں ہوں (تو کیا پھر یہ فضیلت حاصل ہوگی؟) آپ ﷺ نے فرمایا، (ہاں) اگر دو بھی ہوں (تو یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی)۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے بعض نے دیکھا کہ اگر وہ آپ ﷺ سے ایک بیٹی پر بھی اس فضیلت کا کہتے تو آپ ﷺ ایک کے لیے بھی کہہ دیتے۔“ (۱)

❁ دو بیٹیوں یا بہنوں پر حسب کفایت خرچ جہنم سے بچاؤ کا سبب ہوگا:

حضرت مطلب بن عبد اللہ مخزومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا بَنِي أَلَّا أَحَدُثُكَ بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ قُلْتُ بَلَى يَا أُمُّهُ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ "مَنْ أَنْفَقَ عَلَى ابْنَتَيْنِ أَوْ أُخْتَيْنِ أَوْ ذَوَاتِي قَرَابَةٍ يَحْتَسِبُ النِّفَقَةَ عَلَيْهِمَا حَتَّى يُغْنِيَهُمَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ يَكْفِيَهُمَا كَانَتْ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ" ﴾

”میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے کہا، اے بیٹے! کیا میں تمہیں وہ بات بیان نہ کروں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ میں نے کہا ضرور اے میری ماں! تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ فرما رہے تھے کہ جس نے دو بیٹیوں یا دو بہنوں یا دو رشتہ دار عورتوں پر خرچ کیا اور ان دونوں پر خرچ سے اجر و ثواب کی نیت رکھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنے فضل سے غنی کر دے یا کافی ہو جائے، تو وہ دونوں اس کے لیے (روز قیامت) دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی۔“ (۲)



(۱) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب والترہیب (۱۹۷۵) کتاب النکاح وما يتعلق به: باب الترغیب فی النفقة علی الزوجة والعیال، مسند احمد (۳۰۳/۳) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمدؒ، امام بزارؒ اور امام طبرانیؒ نے مختلف سندوں سے اسی کی مثل روایت کیا ہے اور احمد کی سند جدید ہے۔] مجمع الزوائد (۱۵۷/۸) شیخ محی الدین دیب نے ”الترغیب والترہیب“ پر اپنی تحقیق میں اس روایت کو حسن کا درجہ دیا ہے۔ [۶۹۶/۲]

(۲) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب والترغیب (۱۹۷۴) کتاب النکاح وما يتعلق به: باب الترغیب فی النفقة علی الزوجة والعیال، رواہ احمد (۲۹۳۶) والطبرانی]

## بچے کے کانوں میں اذان کا بیان

## باب الأذان فی اذن المولود

## بچے کے کان میں اذان کہنا

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ﴾  
 ”میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو جنم دیا تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں نماز کے لیے (کہی جانے والی) اذان کی طرح اذان کہی۔“ (۱)

(۱) [حسن: إرواء الغلیل (۱۱۷۳) صحیح ترمذی (۱۲۲۴) کتاب الأضاحی: باب الأذان فی اذن المولود  
 ’صحیح أبو داود (۴۲۵۸) کتاب الأدب: باب فی الصبی یولد فیؤذن فی أذنه‘ إرواء الغلیل (۱۱۷۳)  
 ترمذی (۱۵۱۶) أبو داود (۵۱۰۵) أحمد (۳۹۱-۹۱۶) شیخ البانی نے پہلے اس روایت کو حسن قرار دیا تھا  
 لیکن پھر بعد میں اس سے رجوع کر لیا اور اسے ضعیف قرار دے دیا۔ [دیکھئے: هداية الرواة (۱۳۸/۴)  
 (۴۰۸۵) السلسلة الضعيفة (۶۱۲۱)] امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام حاکم نے اس  
 حدیث کو صحیح کہا ہے۔ عبد الرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ یہ روایت کمزور ہے لیکن حضرت حسین بن علی  
 رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے ساتھ ’کہ جسے امام ابویعلیٰ موصلیٰ اور امام ابن سنی نے روایت کیا ہے‘ مضبوط و قوی ہو  
 جاتی ہے۔ [تحفة الأحوذی (۹۱/۱)] مولانا امین اللہ پشاوری نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ [فتاویٰ  
 الدین الخالص (۲۲۷/۳)] نو مولود کے کان میں اذان کہنے کے متعلق دوسری روایت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی  
 ہے۔ [دیکھئے: شعب الایمان (۳۹۰/۱۶) مسند أبی یعلیٰ (۱۸۱/۶) عمل الیوم واللیلة لابن السنی] اور  
 تیسری روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے۔ [دیکھئے: شعب الایمان للبیہقی (۳۹۰/۱۶)] علامہ ناصر الدین البانی  
 نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تقویت کا امکان موجود ہے۔ [السلسلة  
 الضعيفة (۳۳۱/۱)] علاوہ ازیں اس کی سند میں عاصم بن عبید اللہ راوی کو اگر کچھ اہل علم نے ضعیف کہا ہے تو کچھ  
 دوسرے اہل علم اسے قابل حجت بھی خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ ”لا باس بہ“ [دیکھئے:  
 تاریخ الثقات (۷۴۰)] اسی طرح امام ابن عدی نے اس کے متعلق کہا ہے کہ اس سے سفیان ثوری، سفیان بن  
 عیینہ، شعبہ اور ان کے علاوہ بھی دیگر ثقہ لوگوں نے روایت کی ہے اور اسے لوگوں (یعنی محدثین) نے برداشت  
 کیا ہے (یعنی قابل حجت سمجھ کر اس کی احادیث بھی نقل کی ہیں اس لیے) اس کے ضعف کے باوجود اس کی  
 حدیث لکھی جاسکتی ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال (۱۸۶۹/۵)] بالفرض اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ  
 یہ روایت ضعیف ہے تو بھی امت کا متواتر و متواتر عمل اس کی تقویت کا باعث ہے۔ جیسا کہ اسے نقل کرنے  
 کے بعد خود امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ ((وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ)) ”اور اسی پر عمل ہے۔“ ﴿بقیہ اگلے صفحے پر﴾

(ابن قیمؒ) انہوں نے اپنی کتاب ”تحفة المودود“ میں نومولود کے کان میں اذان کے اثبات میں مستقل باب قائم کیا ہے۔ (۱)

(نوویؒ) فرماتے ہیں کہ، ”نومولود خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کے کان میں اذان کہنا سنت ہے اور اذان انہی الفاظ میں کہی جائے جن میں نماز کے لیے کہی جاتی ہے۔ (۲)

(نواب صدیق حسن خانؒ، امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

□ دورِ حاضر کے ممتاز علمائے کرام کی اکثریت کا کہنا ہے کہ نومولود کے کان میں اذان کہنا ثابت اور قابلِ عمل ہے، جن میں سے چند ایک قابلِ ذکر علماء یہ ہیں: شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ ”فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نورپوری“ شیخ الحدیث جامعہ الدعوة الاسلامیہ مرید کے ”فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالسلام بھٹوی“ شیخ الحدیث مرکز الدراسات الاسلامیہ میاں چنوں ”فضیلۃ الشیخ ابو محمد حافظ عبدالستار حماد“ اور مدیر شعبہ تالیف و تحقیق دارالسلام لاہور فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

### اس اذان کا کوئی وقت مقرر نہیں

بچے کے کان میں اذان کا کوئی وقت مقرر نہیں، جب بھی مسلمان اس پر قادر ہو اذان کہہ دے۔ (۴)  
البتہ بہتر وقت پیدائش کے فوری بعد کا ہے۔ تاکہ بچہ دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی آواز سنے اور اس لیے بھی کہ نومولود کو شیطان کے حملے سے بچایا جاسکے کیونکہ شیطان اذان سن کر بھاگ اٹھتا ہے۔

گذشتہ سے چوستہ کی نیرایے کئی ایک مسائل پیش کیے جاسکتے ہیں جو ضعیف احادیث پر مبنی ہیں مگر اجماع امت کی وجہ سے ان پر سب اہل علم کا عمل و فتویٰ ہے جس کی ایک مثال پانی کی طہارت کا مسئلہ ہے کہ پانی پاک ہی رہے گا جب تک اس میں نجاست گرنے کی وجہ سے اس کا رنگ ڈالفتہ یا تبدیل نہ ہو جائے۔ اب اس کے لیے بطور دلیل جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں مگر اس مسئلے کو اجماع امت حاصل ہونے کی وجہ سے سب کا عمل اور فتویٰ اسی کے مطابق ہے۔ [دیکھئے: الاحجام لابن المنذر (ص ۳۳)] اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فقہ الحدیث: کتاب الطہارۃ: باب أقسام المیاء“ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) [تحفة المودود بأحكام المولود (ص ۲۹۱)]

(۲) [المجموع (۴/۴۲۸)]

(۳) [دیکھئے: رسالہ ’اسعاد العباد بحقوق الوالدین والأولاد‘ سبل السلام (۱۸۷۶/۴)]

(۴) [أحسن الفتاوی (۲/۲۷۶)]

نو مولود کے کان میں اذان کا مقصد یہ بھی ہے کہ اذان سن کر شیطان بھاگ جائے

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اذان سنتے ہی شیطان بھاگ جاتا ہے۔

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الْاَذَانَ فَإِذَا قُضِيَ الْاَذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا تَوَبَّ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ التَّوْبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ﴾

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لیے اذان ہوتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سنے، جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو پھر آ جاتا ہے، پھر جب اقامت ہوتی ہے تو پھر بھاگ پڑتا ہے، لیکن اقامت ختم ہوتے ہی پھر آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالنے لگتا ہے۔“ (۱)

اگر کوئی نو مولود بچے کے کان میں اذان نہ دے

نو مولود بچے کے کان میں اذان دینا واجب نہیں، اس لیے اگر کوئی بھول کر یا جان بوجھ کر بھی بچے کے کان میں اذان نہ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (واللہ اعلم)

بچے کے کان میں اقامت کہنا

نو مولود کے کان میں اقامت کہنا بالکل ثابت نہیں کیونکہ جن روایات میں اس کا ذکر ہے وہ من گھڑت اور ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں۔ البتہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿مَنْ وَلَدَ لَهُ وَلَدًا فَاذَّنْ فِي أُذُنِهِ الْيَمْنَى وَأَقَامَ فِي أُذُنِهِ الْيُسْرَى لَمْ تَضُرَّهُ أُمُّ الصَّبِيَانِ﴾

”جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہے تو اسے ام

(۱) [بخاری (۱۲۳۱) کتاب السہو : باب اذا لم يدر كم صلى ثلاثا أو أربعاً؟ سجد سجدتين وهو جالس

مسلم (۳۸۹) کتاب الصلاة : باب فضل الاذان وهرب الشيطان عند سماعه، ابو داود (۵۱۶) کتاب

الصلاة : باب رفع الصوت بالاذان، نسائی (۶۶۹) دارمی (۱۲۰۴) مؤطا (۱۵۴) احمد (۸۱۴۵) ابن

أبي شيبة (۲۲۹/۱) ابن حبان (۱۶۶۲) أبو عوانة (۳۳۴/۱) شرح السنة للبخاری (۴۱۲) ابن خزيمة

(۳۹۲) بیہقی (۴۳۲/۱)



صبيان کی بیماری نقصان نہیں پہنچائے گی۔“ (۱)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَوْمَ وُلِدَ وَأَقَامَ فِي أُذُنِهِ الْيُسْرَى﴾

”نبی کریم ﷺ نے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی پیدائش کے روز ان کے (دائیں) کان میں اذان کہی اور

بائیں میں اقامت کہی۔“ (۲)

نیز اس سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی روایت بھی مستند نہیں۔ (۳)

□ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بچے کے کان میں اقامت ثابت نہیں۔ (۴)



(۱) [موضوع : الضعیفة (۳۲۰/۱) ، (۲۳۲۱) إرواء الغلیل (۱۱۷۴) تلخیص الحبیر (۱۴۹/۴) شعب

الإیمان للبیہقی (۸۶۲۰) ابن السنی فی عمل الیوم واللیلہ (۶۱۷) امام بیہقیؒ نے کہا ہے کہ اسے ابو یعلیٰ نے

روایت کیا ہے اور اس کی سند میں مروان بن سالم غفاری راوی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۵۹/۴) حافظ

بوصیرؒ نے یحییٰ بن علاء رازی کے ضعف کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [الاتحاف (۱۲/۲) نیز اس

روایت کو امام بیہقیؒ نے بھی ضعیف کہا ہے۔]

(۲) [موضوع : السلسلۃ الضعیفة (۳۲۱/۱) بیہقی فی شعب الإیمان (۳۹۰/۱۶) امام بیہقیؒ ”نیاس روایت کی

سند کو ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے مذکورہ بالا دونوں روایات کو نقل کرنے کے بعد انہیں ضعیف کہا ہے۔

[تحفة المودود] اس روایت کی سند میں حسن بن عمرو بن سیف راوی ہے جسے حافظ ابن حجرؒ نے متروک اور

اس کے شیخ قاسم بن مطیب کے متعلق کہا ہے کہ اس میں کمزوری ہے۔ [دیکھئے: تہذیب التہذیب (۲۸۷/۶)]

(۳) [تلخیص الحبیر (۲۷۳/۴)]

(۴) [احکام ومسائل ، جلد اول (س/ ۱۲۴)]

## بچے کو گھٹی دینے کا بیان

## باب تنضیک المولود

### گھٹی دینے کا معنی و مفہوم

لفوی اعتبار سے ”تحنیک“ یعنی گھٹی دینے کا معنی ”کسی چیز کو چبا کر نرم بنانا ہے۔“ (۱)

اور اصطلاحی اعتبار سے گھٹی کی تعریف کرتے ہوئے امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ

﴿وَالْتَحْنِیْكَ : اَنْ يَّمْضَغَ الْمُحْنَكُ التَّمْرَ اَوْ نَحْوَهُ حَتَّى يَصِيرَ مَائِعًا بِحَيْثُ يُتْلَعُ ثُمَّ يَفْتَحَ فَمُ الْمَوْلُودِ وَيَضَعُهَا فِيهِ لِيَدْخُلَ شَيْءٌ مِنْهَا فِي جَوْفِهِ﴾

”اور گھٹی دینا یہ ہے کہ گھٹی دینے والا شخص کھجور یا اس طرح کی کوئی چیز چبائے حتیٰ کہ وہ مائع بن جائے جسے نگھلا جاسکے۔ پھر وہ بچے کا منہ کھول کر اسے اس میں رکھ دے تاکہ اس سے کوئی چیز بچے کے پیٹ میں داخل ہو جائے۔“ (۲)

### گھٹی دینے کا حکم

یہ عمل مسنون و مستحب ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث اس پر شاہد ہیں:

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ

﴿وَلَدَ لِي غُلَامٌ فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ "فَحَنَكُهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ" وَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى﴾

”میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کو اپنے دندان مبارک سے نرم کر کے اسے چٹایا اور اس کے لیے برکت کی دعا کی پھر مجھے دے دیا۔ یہ ابو موسیٰؓ رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔“ (۳)

(۱) [مصباح اللغات (ص ۱۸۰/۱)]

(۲) [نبیل الأوطار (۵۰۶/۳)]

(۳) [بخاری (۵۴۶۷) کتاب العقیقة : باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یبق عنه و تحنیکہ ، مسلم

(۲۱۴۵) کتاب الآداب : باب استحباب تحنیک المولود عند ولادته]

(2) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَأَنَا مِثْمٌ فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَنَزَلْتُ قُبَاءَ فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيقُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ حَنَكُهُ بِالتَّمْرَةِ ثُمَّ دَعَا لَهُ فَبَرَكَ عَلَيْهِ وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وَلِدَ فِي الْإِسْلَامِ فَفَرَحُوا بِهِ فَرَحًا شَدِيدًا لِأَنَّهُمْ قِيلَ لَهُمْ إِنَّ الْيَهُودَ قَدْ سَحَرَتْكُمْ فَلَا يُولَدُ لَكُمْ﴾

”حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں ان کے پیٹ میں تھے۔ انہوں نے کہا پھر میں (جب ہجرت کے لیے) نکلی تو وقت ولادت قریب تھا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر میں نے پہلی منزل قباء میں کی اور یہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہو گئے۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے کھجور طلب فرمائی اور اسے چبایا اور بچے کے منہ میں اپنا لعاب ڈال دیا۔ چنانچہ پہلی چیز جو اس بچے کے پیٹ میں گئی وہ حضور اکرم ﷺ کا لعاب مبارک تھا پھر آپ ﷺ نے کھجور سے اسے گھٹی دی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ یہ (ہجرت کے بعد) اسلام میں پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا لہذا وہ اس کی وجہ سے بہت خوش ہوئے اور اس لیے بھی کہ ان سے کہا گیا تھا کہ تم پر یہود نے جادو کر رکھا ہے اس لیے اب تمہارے ہاں بچہ پیدا نہیں ہوگا۔“ (۱)

(3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كَانَ ابْنُ لَآئِبِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَبِضَ الصَّبِيَّ فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ مَا فَعَلَ ابْنِي قَالَتْ أُمُّ سَلِيمٍ هُوَ أَسْكَنُ مِمَّا كَانَ فَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشَى ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ أَعَرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ أَحْمِلْهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَأَتَى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ وَوَبَعَثَ مَعَهُ بِتَمْرَاتٍ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَمَعَهُ شَيْءٌ قَالُوا نَعَمْ تَمْرَاتٍ فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَمَضَغَهَا ثُمَّ أَخَذَهَا مِنْ فِيهِ

(۱) [بخاری (۵۴۶۹) کتاب العقیقہ : باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه و تحنیکہ ، مسلم

(۲۱۴۶) کتاب الآداب : باب استحباب تحنیک المولود عند ولادته ، تحفة الأشراف (۱۵۷۲۷)]

فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ "نَمَّ حَنَكُهُ وَسَمَاءُ عَبْدَ اللَّهِ"

”حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا بیمار تھا وہ باہر گئے ہوئے تھے کہ وہ لڑکا فوت ہو گیا۔ جب وہ لوٹ کر آئے تو انہوں نے پوچھا کہ میرا بچہ کیسا ہے؟ (ان کی بیوی) اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اب پہلے کی نسبت اس کو آرام ہے (مراد تھا کہ وہ دنیاوی مشکلات سے نکل چکا ہے یعنی فوت ہو چکا ہے)۔ پھر حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا ان کے پاس شام کا کھانا لائیں تو انہوں نے کھا لیا اس کے بعد اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے ہم بستری کی۔ جب فارغ ہوئے تو اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا جاؤ بچے کو دفن کر دو۔ پھر صبح ہوئی تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے رات کو اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہے؟ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ان دونوں کو برکت عطا فرما۔ (اُم سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ) پھر انہوں نے ایک بچے کو جنم دیا تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اسے اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جا اور پھر (خود ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بھی) تشریف لے آئے اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے بچے کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی لے لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بچے کو اٹھا لیا اور دریافت کیا اس کے ساتھ کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ کھجوریں ہیں۔ آپ ﷺ نے کھجوروں کو لے کر چبایا پھر انہیں اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال کر اسے گھٹی دی اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔“ (۱)

(نووی) فرماتے ہیں کہ

﴿ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اسْتِحْبَابِ تَحْنِيكِ الْمَوْلُودِ عِنْدَ وِلَادَتِهِ بِتَمَرٍ فَإِنْ تَعَذَّرَ فَمَا فِي مَعْنَاهُ أَوْ قَرِيبَ مِّنْهُ مِنَ الْحُلْوِ ..... وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَكُونَ السُّحْنُكَ مِنَ الصَّالِحِينَ وَمِمَّنْ يُتَبَرَّكَ بِهِ رَجُلًا كَانَ أَوْ امْرَأَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَاضِرًا عِنْدَ الْمَوْلُودِ حُمِلَ إِلَيْهِ ﴾

”علماء نے اتفاق کیا ہے کہ بچے کو اس کی ولادت کے وقت کھجور کے ساتھ گھٹی دینا مستحب ہے لیکن اگر کھجور نہ ملے تو جو بھی اس جیسی یا مٹھاس میں اس کے قریب چیز ہو (مثلاً شہد وغیرہ اسی کے ساتھ گھٹی دے دی جائے)۔ اور بہتر یہ ہے کہ گھٹی دینے والا صالحین اور ایسے (بزرگ) لوگوں میں سے ہو جن کے ساتھ

(۱) [مسلم (۲۱۴۴) کتاب الآداب : باب استحباب تحنیک المولود عند ولادته ، احمد (۱۳۰۲۵) ابن

حبان (۷۱۸۷) طرابلسی (۲۰۵۶) أبو یعلیٰ (۳۲۸۳) بیہقی (۶۵/۴)]

برکت حاصل کی جاتی ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ایسا کوئی شخص اگر نو مولود کے پاس موجود نہ ہو تو بچے کو اس (نیک شخص) کی طرف اٹھا کر لے جایا جائے۔“

مزید فرماتے ہیں کہ

﴿وَهُوَ سُنَّةٌ بِالْإِجْمَاعِ﴾ ”نو مولود کو گھٹی دینا بالاجماع سنت ہے۔“ (۱)

(امیر صنعانی) ”کھجور وغیرہ کے ساتھ بچے کو گھٹی دینا مستحب ہے۔“ (۲)

اگر کوئی گھٹی دینا بھول جائے

نو مولود کو گھٹی دینا مسنون عمل ہے (یعنی اس کام کا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے اور یہ) فرض یا واجب نہیں۔ اس لیے اگر کوئی شخص ولادت کے بعد نو مولود بچے کو گھٹی دے گا تو سنت پر عمل کی وجہ سے اجر و ثواب کا مستحق ہو گا، لیکن اگر کوئی بھول جائے یا لاعلمی کے باعث یا جان بوجھ کر ہی گھٹی نہ دے تو گناہگار نہیں ہو گا کیونکہ یہ عمل فرض نہیں بلکہ محض مستحب ہے، یعنی نبی کریم ﷺ کے فعل سے تو یہ عمل ثابت ہے البتہ آپ ﷺ نے اس کے کرنے کا حکم نہیں دیا اور اگر آپ ﷺ اس کے کرنے کا حکم دے دیتے تو یہ فرض ہو جاتا اور ہر مسلمان پر اس کا کرنا لازم ہوتا۔ (واللہ اعلم)



(۱) [شرح مسلم للنووی (۲/۴۷۷)]

(۲) [سبل السلام (۴/۱۸۷۶)]

## بچے کا نام رکھنے کا بیان

## باب تسمية المولود

### بچے کا نام تجویز کرنے کا وقت

والدین کو چاہیے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں روز تک سوچ سمجھ کر بچے کے لیے کوئی بہترین نام تجویز کر لیں، البتہ اگر پیدائش کے روز ہی نام رکھ دیا جائے تو یہ بھی درست ہے۔ جیسا کہ بطور دلائل چند احادیث حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ اسے حفاظت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ چنانچہ وہ بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں لائے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بچے کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں آپ ﷺ نے بچے کو پکڑا اور پوچھا کہ اس کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! کھجوریں ہیں۔ آپ ﷺ نے اسے لے کر چبایا اور پھر اسے اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں رکھ دیا:

﴿ثُمَّ حَنَكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللَّهِ﴾

”پھر (اس کے ساتھ) بچے کو گھٹی دی اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ پیدائش کے روز بھی نام رکھا جاسکتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نام رکھنے کے لیے ساتویں دن کا انتظار نہیں کیا بلکہ پیدائش کے دن ہی گھٹی دینے کے بعد نام بھی تجویز فرمادیا۔

(2) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا:

﴿فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ فَحَنَكَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ﴾

”آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کو اپنے دندان مبارک سے نرم کر کے اسے چٹایا اور اس

(۱) [بخاری (۵۴۷۰) کتاب العقیقة: باب تسمية المولود غداة يولد لمن لم يعق عنه، و تحنيكه، مسلم

(۲۱۴۴) کتاب الأداب: باب استحباب تحنيك المولود]

کے لیے برکت کی دعا کی، پھر مجھے دے دیا۔“ (۱)

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیدائش کے روز ہی بچے کا نام رکھا جاسکتا ہے۔

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وُلِدَ لِي اللَّيْلَةُ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ﴾

”میرے ہاں رات بیٹا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اپنے باپ (جد امجد) کے نام پر ابراہیم

رکھا ہے۔“ (۲)

(نووی) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پیدائش کے روز ہی بچے کا نام رکھنا جائز ہے۔ (۳)

(۴) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَتَيْتُ بِالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلَدٌ فَوَضَعَهُ عَلَيَّ فَخَذِيهِ وَأَبُو أُسَيْدٍ جَالِسٌ فَلَهَا النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمَرَ أَبُو أُسَيْدٍ بِابْنِهِ فَاحْتَمَلَ مِنْ فَخِذِ النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَفَاقَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَيْنَ الصَّبِيُّ فَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ قَلْبِنَاهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا اسْمُهُ قَالَ فَلَانٌ قَالَ وَلَكِنْ اسْمُهُ الْمُنْذِرُ فَسَمَاهُ يَوْمَئِذٍ الْمُنْذِرَ﴾

”منذر بن ابی اسید رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو انہیں نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے بچے کو اپنی ران پر رکھ لیا، ابو اسید رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کسی چیز میں جو سامنے تھی مصروف ہو گئے (اور بچے کی طرف سے توجہ ہٹ گئی)۔ ابو اسید رضی اللہ عنہ نے بچے کے متعلق حکم دیا اور اسے آپ ﷺ کی ران سے اٹھا لیا گیا۔ پھر جب آپ ﷺ متوجہ ہوئے تو فرمایا، بچہ کہاں ہے؟ ابو اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ہم نے اسے گھر بھیج دیا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس کا کیا نام رکھا ہے؟ عرض کیا کہ

(۱) [بخاری (۵۴۶۷) کتاب العقیقة : باب تسمية المولود غداة يولد لمن لم يعق عنه و تحنيكه 'مسلم

(۲۱۴۵) کتاب الآداب : باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته]

(۲) [مسلم (۲۳۱۵) کتاب الفضائل : باب رحمته الصبيان والعيال وتواضعه وفضل ذلك 'بخاری

(۱۳۰۳) کتاب الجنائز : باب قول النبي ﷺ انا بك لمحزونون 'ابو داود (۳۱۲۶) کتاب الجنائز :

باب في البكاء على الميت 'احمد (۱۹۴/۳) صحيح ابن حبان (۲۴۵/۴) ' (۲۸۹۱) - الاحسان

طحاوی فی مشکل الآثار (۴۵۴/۱) بیہقی فی السنن الكبرى (۵۸۹/۹) وفی دلائل النبوة (۴۳۰/۵)

شرح السنة للبخاری (۱۵۲۸)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۴۱۳/۷)]

فلاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، بلکہ اس کا نام ”منذر“ ہے۔ چنانچہ اسی دن آپ ﷺ نے اس کا نام یہی منذر رکھ دیا۔“ (۱)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى فِي بَيْتِ الزُّبَيْرِ مِصْبَحًا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا أَرَى اسْمًا إِلَّا قَدْ نَفِستُ فَلَا تُسَمِّوهُ حَتَّى أُسَمِّيَهُ فَسَمَّاهُ عَبْدُ اللَّهِ﴾

”نبی کریم ﷺ نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے گھر میں چراغ دیکھا تو کہا، اے عائشہ! میرا خیال ہے کہ اسماء عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن (نفاس والی ہو گئی ہے) (یعنی اس نے بچہ جنا ہے) تو تم اس (بچے) کا میرے نام رکھنے تک نام مت رکھنا، پھر آپ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا۔“ (۲)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ پیدائش کے روز بھی بچے کا نام رکھا جاسکتا ہے۔  
(6) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذَبِّحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمَّى﴾

”ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے، پیدائش کے ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ کا) جانور قربان کیا جائے، اس کا سرمند لایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔“ (۳)

(شوکانیؒ) مذکورہ حدیث میں موجود ”یسمی“ کے لفظ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ

﴿ذَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ التَّسْمِيَةِ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ﴾

”یہ دلیل ہے کہ ساتویں روز نام رکھنا مستحب ہے۔“ (۴)

(۱) [بخاری (۶۱۹۱) کتاب الأدب : باب تحويل الاسم الى اسم أحسن منه، وفي الأدب المفرد (۱۴۱۵) باب استحباب تحنيك المولود، ييهقي في السنن الكبرى (۵۱۶/۹) شرح السنة للبغوي (۳۴۵۰/۱۲)] (۳۳۷۶)

(۲) [حسن : صحيح ترمذی، ترمذی (۳۸۲۶) کتاب المناقب : باب مناقب عبد الله بن زبیر]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۴۶۳) ابو داود (۲۸۳۸) کتاب الضحايا : باب في العقيقة، ترمذی (۱۵۲۲) کتاب الأضاحی : باب العقيقة بشاة، ابن ماجه (۳۱۶۵) کتاب الذبائح : باب العقيقة، نسائي (۱۶۶/۷) ابن الحادود (۹۱۰) حاکم (۲۳۷/۴) احمد (۱۷/۵) دارمی (۸۱/۲) مشکل الآثار (۴۵۳/۱)]

(۴) [نیل الأوطار (۵۰۰/۳)]



□ جس روایت میں صرف ساتویں روز ہی نام رکھنے کا حکم ہے وہ ضعیف ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِتَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ يَوْمَ سَابِعِهِ﴾

”نبی کریم ﷺ نے پیدائش کے ساتویں روز بچے کا نام رکھنے کا حکم دیا ہے۔“ (۱)

نام رکھنے کا حق باپ کو ہے یا ماں کو

والدین مشورے کے بعد باہمی رضامندی سے بچے کا نام رکھ دیں تو بہتر ورنہ اگر دونوں میں اختلاف ہو جائے تو باپ کے منتخب کردہ نام کو ترجیح حاصل ہوگی کیونکہ بچے کو ہمیشہ والد کی طرف ہی منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ [الأحزاب: ۵]

”بچوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو، اللہ کے نزدیک یہی زیادہ منصفانہ بات ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا تھا کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ابراہیم

رکھا ہے۔“ (۲)

(ابن قیمؒ) یہ مسئلہ ایسے مسائل میں سے ہے جن کے متعلق لوگوں (یعنی فقہاء و علماء) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں والدین کے مابین اگر بچے کا نام رکھنے کے بارے میں تنازع ہو جائے تو قابل تسلیم بات یقیناً باپ کی ہوگی۔

مزید فرماتے ہیں کہ بچہ غلامی اور آزادی میں ماں کے تابع ہوتا ہے اور نسب میں باپ کے۔ (۳)

اللہ کے پسندیدہ نام

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ أَحَبَّ أَسْمَائِكُمْ إِلَى اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ﴾

(۱) [ترمذی (۲۸۳۲) کتاب الأدب: باب ما جاء في تحصيل اسم المولود] اس روایت کی سند میں ابن اسحاق

مدرس راوی کا معنی ہے۔ امام ترمذی وغیرہ نے شاید اس روا کی اس لیے حسن کا درجہ دیا ہے کیونکہ اس کے

متعدد شواہد موجود ہیں۔ تاہم یہ یاد رہے کہ ساتویں روز نام رکھنے کا حکم ثابت نہیں۔ (واللہ اعلم)

(۲) [مسلم (۲۳۱۵) کتاب الفضائل: باب رحمة نصيبان والعيال وتواضعه وفضل ذلك]

(۳) [ریختے: تحفة المودود (ص ۱۲۹)]

”بے شک تمہارے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔“ (۱)

(۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالُوا لَا نَكْنِيكَ بِأَبِي الْقَاسِمِ وَلَا نَنْعِمُكَ عَيْنًا فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ أَسْمِ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ﴾

”ایک آدمی کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام قاسم رکھا۔ صحابہ نے کہا کہ ہم تمہاری کنیت ابو القاسم نہیں رکھیں گے اور نہ تیری آنکھ اس کنیت سے پکار کر ٹھنڈی کریں گے۔ وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے لڑکے کا نام عبد الرحمن رکھ دو۔“ (۲)

(ابن حزم) اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایسے نام جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو مستحسن ہیں مثلاً عبد اللہ (یعنی اللہ کا بندہ) اور عبد الرحمن (یعنی رحمن کا بندہ) اور ان جیسے دیگر نام (جیسے عبد الکریم، عبد الحمید، عبد الخیر، عبد الصمد، عبد الرحیم وغیرہ)۔ (۳)

انبیاء کے ناموں پر نام رکھنا

انبیاء کے ناموں پر اپنے بچوں کے نام رکھنا جائز و مباح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ابراہیم رکھا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ

﴿وَقَالَ أَنَسٌ قَبْلَ النَّبِيِّ ﷺ إِبْرَاهِيمَ يَعْنِي ابْنَهُ﴾

(۱) [مسلم (۲۱۳۲) کتاب الأدب : باب النهی عن التکنی بأبی القاسم و بیان ما يستحب من الأسماء، ابو داود (۴۹۴۹) کتاب الأدب : باب فی تغییر الأسماء، ترمذی (۲۸۳۴) کتاب الأدب : باب ما جاء ما يستحب من الأسماء، ابن ماجہ (۳۷۲۸) کتاب الأدب : باب ما يستحب من الأسماء، تحفة الأشراف (۷۷۲۱)]

(۲) [بخاری (۶۱۸۹) کتاب الأدب : باب قول النبی : سمو باسمی ولا تکنوا بکنیتی، مسلم (۲۱۳۳) کتاب الأدب : باب النهی عن التکنی بأبی القاسم و بیان ما يستحب من الأسماء، ابو داود (۴۹۶۵) کتاب الأدب : باب فی الرجل یتکنی بأبی القاسم، ابن ماجہ (۳۷۳۶) کتاب الأدب : باب الجمع بین اسم النبی و کنیتہ، احمد (۱۴۲۳۱) مستدرک حاکم (۷۷۳۵/۴) ابن حبان (۵۸۱۶) طیالسی (۱۷۳۰) ابن أبی شیبہ (۶۷۱/۸) أبو یعلیٰ (۱۹۱۵) عبد الرزاق (۱۹۸۶۶)]

(۳) [کما فی تحفة المودود لابن القيم (ص ۱۰۲/۱)]

”اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ابراہیم یعنی اپنے بیٹے کا بوسہ لیا۔“ (۱)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”میرے ہاں رات بیٹا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اپنے باپ (جد امجد) کے نام پر ابراہیم

رکھا ہے۔“ (۲)

(نووی) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ (بچے کا) انبیاء کے ناموں پر نام رکھنا جائز ہے۔ (۳)

□ چند انبیاء علیہم السلام کے نام یہ ہیں:

- 1- آدم 2- نوح 3- شیث 4- اوریس 5- ہود
- 6- صالح 7- ابراہیم 8- اسحق 9- اسماعیل 10- یعقوب
- 11- یونس 12- یوسف 13- شعیب 14- الیاس 15- داود
- 16- ہارون 17- موسیٰ 18- عیسیٰ 19- سلیمان 20- ایوب
- 21- عزیر 22- زکریا 23- یحییٰ 24- یسع 25- محمد (اور دوسرا نام احمد)

### نا پسندیدہ نام

شریعت میں جن ناموں سے منع کیا گیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- ① ایسے نام جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خاص ہوں۔ مثلاً بادشاہوں کا بادشاہ (یعنی شہنشاہ) ’احکم الماکین‘ امیر الامراء‘ قاضی القضاۃ اور اس معنی کے دیگر نام وغیرہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللَّهِ رَجُلٌ تَسْمَى مَلِكَ الْمَلَائِكَةِ﴾

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین نام اس کا ہو گا جو اپنا نام ملک الملائک (یعنی

(۱) [بخاری (قبل الحدیث ۶۱۹۴) کتاب الأدب: باب من سمی بأسماء الأنبياء]

(۲) [مسلم (۲۳۱۵) کتاب الفضائل: باب رحمته الصبيان والعیال وتواضعه وفضل ذلك، بخاری

(۱۳۰۳) کتاب الحناظر: باب قول النبی ﷺ انا بك لمحزونون، ابو داود (۳۱۲۶) کتاب الحناظر:

باب فی البكاء علی المیت]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۴۱۳/۷)]

شہنشاہ) رکھے۔“ (۱)

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ قَالَ سُفْيَانُ يَقُولُ غَيْرُهُ تَفْسِيرُهُ شَاهَانُ شَاهٌ ﴾

”سفیان نے بیان کیا کہ ابوالزناد کے غیر نے کہا کہ اس کا مفہوم ”شاہان شاہ“ ہے۔“ (۲)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ أَعْظُ رَجُلٌ عَلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَخْبَنُهُ وَأَغْيَظُهُ عَلَيْهِ رَجُلٌ كَانَ يُسَمَّى مَلِكَ

الْمَلَكِ لَا مَلِكَ إِلَّا اللَّهُ ﴾

”سب سے زیادہ خبیث اور سب سے زیادہ جس آدمی پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے وہ ایسا آدمی ہے جس کا نام ملک الملوک (یعنی شہنشاہ) رکھا گیا (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بادشاہ نہیں۔“ (۳)

② ایسے نام جو صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہوں۔ مثلاً لفظ سید (سردار) کا استعمال اللہ تعالیٰ

کے بعد صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہے۔ حضرت عبد اللہ بن خفیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ انْطَلَقْتُ فِي وَفْدِ بَنِي عَامِرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْنَا أَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللَّهُ

تَبَارَكَ وَتَعَالَى ﴾

”میں بنو عامر کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کی طرف گیا تو ہم نے کہا، آپ ہمارے سید (سردار) ہیں۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، السید (الف لام کے ساتھ مراد ہے سردار) صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔“ (۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَنَا سَيِّدٌ وَلَدِ آدَمَ ﴾

(۱) [بخاری (۶۲۰۵) کتاب الأدب : باب أبغض الأسماء الى الله ، ابو داود (۴۹۶۱) کتاب الأدب :

باب في تغيير الاسم القبيح ، ترمذی (۲۸۳۷) کتاب الأدب : باب ما يكره من الأسماء]

(۲) [بخاری (۶۲۰۶) کتاب الأدب : باب أبغض الأسماء الى الله]

(۳) [مسلم (۲۱۴۳) کتاب الأدب : باب تحريم التسمي بملك الأملاك وبملك الملوك ، الأدب المفرد

للبخاری (۸۱۷) ابن حبان (۵۸۳۵) شرح السنة للبخاری (۳۳۶۹) بیہقی (۳۰۷/۹)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود ، ابو داود (۴۸۰۶) کتاب الأدب : باب في كراهية التمداح ، المشكاة

(۴۹۰۰) الأدب المفرد للبخاری (۲۱۱)]

”میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔“ (۱)

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ﴾

”میں (کائنات کے تمام) لوگوں کا سردار ہوں۔“ (۲)

(ابن قیم) رقمطراز ہیں کہ

﴿تَحْرُمُ التَّسْمِيَةُ بِسَيِّدِ النَّاسِ وَسَيِّدِ الْكُلِّ، كَمَا يَحْرُمُ سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ، فَإِنَّ هَذَا لَيْسَ لِأَحَدٍ إِلَّا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَحْدَهُ، فَهُوَ سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ، فَلَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يُطْلَقَ عَلَى غَيْرِهِ ذَلِكَ﴾

”سید الناس (لوگوں کا سردار) اور سید الكل (سب کا سردار) نام رکھنا حرام ہے جیسا کہ سید ولد آدم (اولاد آدم کا سردار) نام رکھنا حرام ہے، کیونکہ یہ نام رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کے لیے زیبا نہیں، وہی سید ولد آدم ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو اس نام سے بلانا حلال نہیں۔“ (۳)

③ لفظ عبد کی طرف اضافت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام۔ مثلاً حکم، کریم، رحیم، خیر، حمید، رزاق، خالق، حلیم، عظیم، ملک، شکور، سلام، ذکیل، عزیز، جبار، غفار، قہار، ودود، ولی، واحد، احد، قادر، مقدم، ہادی اور باقی وغیرہ۔ یہ اور اس جیسے دیگر اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام صرف اس صورت میں رکھے جاسکتے جب ان کے ساتھ لفظ عبد کی اضافت کر دی جائے مثلاً عبد الصمد، عبد الرحیم، عبد الجبیر، عبد الکریم اور عبد الرزاق وغیرہ۔ حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّهُ لَمَّا وَقَدَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعَهُمْ يَكْنُونُهُ بِأَبِي الْحَكَمِ فَدَعَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكْنِي أَبَا الْحَكَمِ فَقَالَ إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِي كِلَا الْفَرِيقَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَحْسَنَ هَذَا فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ قَالَ لِي شَرِيعٌ وَمُسْلِمٌ وَعَبْدُ اللَّهِ قَالَ فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ

(۱) [مسلم (۲۲۷۸) کتاب الفضائل: باب تفضیل نبینا علی جمیع الخلائق] ابو داود (۴۶۷۳) کتاب

السنة: باب فی التخییر بین الأنبیاء علیہم الصلاة والسلام، مسند احمد (۱۰۹۷۲) تحفة الأشراف

[(۱۳۰۸۶)]

(۲) [مسلم (۱۹۴) کتاب الایمان: باب أدنی أهل الجنة منزلة]

(۳) [تحفة المودود (ص ۱۰۵)]

قُلْتُ شَرِيحٌ فَلَا فَأَنْتَ أَبُو شَرِيحٍ ﴿

”جب وہ (قبل از اسلام) اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو ان کی کنیت ابوالحکم تھی، چنانچہ (اس کنیت کو نامناسب خیال فرماتے ہوئے) آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا، ”حکم صرف اللہ تعالیٰ ہے اور حکم اسی کو زیب دیتا ہے۔ حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے وضاحت کی کہ اے اللہ کے رسول! میری قوم میں جب کسی بات پر اختلاف ہو جاتا تھا، تو وہ میرے پاس آکر فیصلہ کراتے تھے اور میں جو فیصلہ کر دیتا، اس پر دونوں فریق راضی ہو جایا کرتے تھے (اسی لیے میری کنیت ابوالحکم ہو گئی) یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا، ”کیسی اچھی بات ہے؟ پھر فرمایا، تمہاری اولاد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ شریح، مسلم اور عبد اللہ، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، بڑا کون ہے؟ میں نے عرض کیا، شریح۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر تمہاری کنیت ابوشریح ہے۔“ (۱)

④ ایسے نام جن میں شرک کا شائبہ ہو۔ مثلاً عبد الرسول، عبد الکعبہ، عبد العزى، غلام نبی، غلام علی، نبی بخش، حسین، بخش یا پیراں دتہ وغیرہ۔ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو:

﴿ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يُسْئِلُونَ رَجُلًا مِنْهُمْ عَبْدَ الْحَجَرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: عَبْدُ الْحَجَرِ، قَالَ: لَا أَنْتَ عَبْدُ اللَّهِ ﴾

”نبی کریم ﷺ نے سنا، وہ لوگ اپنے ایک آدمی کو عبد الحجر (پتھر کا بندہ) کے نام سے پکار رہے تھے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے عرض کیا، عبد الحجر۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں بلکہ تیرا نام عبد اللہ (یعنی اللہ کا بندہ) ہے۔“ (۲)

⑤ ایسے نام جن میں خود پسندی یا ذاتی تعریف و ستائش کا پہلو نمایاں ہو۔ جیسا کہ ایسے چند ناموں کا ذکر حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تُسَمِّ غُلَامَكَ رَبْلَحًا وَلَا يَسْرًا وَلَا أَفْلَحَ وَلَا نَافِعًا ﴾

”اپنے بچے کا نام رباح (ہمیشہ فائدہ اٹھانے والا)، یسار (مالدار)، افلح (سب سے زیادہ کامیابی حاصل

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۴۱۴۵) کتاب الأدب: باب فی تغیر الاسم القبیح، ابو داود (۴۹۵۵)]

(۲) [صحیح: صحیح الأدب المفرد للالبانی (۸۱۱)، (۲۸۲/۱) ابن ابی شیبہ (۲۶۳/۵)]

کرنے والا) اور نافع (فائدے میں رہنے والا) نہ رکھو۔“ (۱)

(البانیؒ) ایسا نام رکھنا جائز نہیں جس کا معنی برا ہو، یا جس میں تزکیہ نفس کا پہلو ظاہر ہو یا جس کا معنی کوئی

گالی وغیرہ ہو۔ (۲)

نا پسندیدہ نام تبدیل کرنا

اگر کسی نے ایسا نام رکھا ہو جو کسی لحاظ سے شریعت کے منع کردہ ناموں میں سے ہو تو اسے تبدیل کر دینا چاہیے اس کے متعدد دلائل احادیث میں موجود ہیں، چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ زَيْنَبَ كَانَتْ اسْمُهَا بَرَّةً فَقِيلَ تَزْكِي نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَيْنَبَ﴾  
 ”ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کا نام ”برہ“ تھا۔ کہا جانے لگا کہ وہ اپنی پاکی ظاہر کرتی ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كَانَتْ جُوَيْرِيَةُ اسْمُهَا بَرَّةً فَحَوَّلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اسْمَهَا جُوَيْرِيَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُقَالَ خَرَجَ مِنْ عِنْدَ بَرَّةٍ﴾

”ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام پہلے ”برہ“ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر جویریہ رکھ دیا۔ آپ ﷺ ناپسند فرماتے تھے کہ کہا جائے کہ آپ ﷺ برہ (یعنی نیک بیوی کے گھر) سے نکل گئے۔“ (۴)

(۱) [مسلم (۲۱۳۶) کتاب الآداب : باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة وبنافع ونحوه] ابو داود

(۴۹۵۹) کتاب الأدب : باب في تغيير الاسم القبيح، ابن ماجه (۳۶۳۰) دارمی (۲۶۹۷) ابن حبان

(۵۸۳۶) ابن أبی شیبہ (۶۶۶/۸) طبرانی کبیر (۶۷۹۵) بیہقی (۳۰۶/۹)

(۲) [نظم الفرائد (۲/۲۶۶)]

(۳) [بخاری (۶۱۹۲) کتاب الأدب : باب تحويل الاسم إلى اسم احسن منه] مسلم (۲۱۵۱) کتاب

الأدب : باب استحباب تغيير الاسم القبيح الى حسن، ابن حبان (۵۸۳۰) ابن أبی شیبہ (۶۶۲/۸)

شرح السنة للبخاری (۳۳۷۳) بیہقی (۳۰۷/۹) الأدب المفرد (۸۳۲)

(۴) [مسلم (۲۱۴۰) کتاب الأدب : باب استحباب تغيير الاسم، بخاری في الأدب المفرد (۸۳۱) ابو

داود (۱۵۰۳) کتاب الصلاة : باب التسبيح بالحصی، نسائی في عمل اليوم والليلة (۱۶۲) ابن حبان

(۵۸۲۹) ابن أبی شیبہ (۶۶۴/۸) شرح السنة للبخاری (۳۳۷۴)

(3) عبد الحمید بن جبیر بن شیبہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿جَلَسْتُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَحَدَّثَنِي أَنَّ جَلَّةَ حَزْنًا قَدِيمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَا اسْمُكَ قَالَ اسْمِي حَزْنٌ قَالَ بَلْ أَنْتَ سَهْلٌ قَالَ مَا أَنَا بِمُغَيِّرٍ اسْمًا سَمَانِيهِ أَبِي قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتْ فِينَا الْحُزُونَةُ بَعْدُ﴾

”میں سعید بن مسیب کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے دادا ”حزن“ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرا نام حزن (سخت زمین) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو سہل (نرم زمین) ہو (یعنی اپنا نام سہل رکھ لو)۔ انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے باپ کا رکھا ہوا نام نہیں بدلوں گا۔ سعید بن مسیب نے کہا اس کے بعد سے اب تک ہمارے خاندان میں سختی اور مصیبت ہی رہی۔“ (۱)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ ابْنَةَ لِعُمَرَ كَانَتْ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةٌ فَسَمَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَمِيلَةً﴾  
 ”عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو عاصیہ (یعنی گناہگار) کے نام سے پکارا جاتا تھا تو آپ ﷺ نے اس کا نام جمیلہ (یعنی خوبصورت) رکھ دیا۔“ (۲)

(5) حضرت اسامہ بن اُخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ أَصْرُمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِينَ اتُّوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا اسْمُكَ قَالَ أَنَا أَصْرُمُ قَالَ بَلْ أَنْتَ زُرْعَةُ﴾

”ایک آدمی کو ”اصرم“ کہا جاتا تھا وہ لوگوں کے اس گروہ میں تھا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ اصرم (جس کے کانوں کے

(۱) [بخاری (۶۱۹۳) کتاب الأدب : باب تحويل الاسم إلى اسم احسن منه]

(۲) [مسلم (۲۱۳۹) کتاب الأدب : باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى احسن و تغيير اسم بره إلى زينب وجويرية ونحوهما] بخاری فی الأدب المفرد (۸۲۰) ابو داود (۴۹۵۲) کتاب الأدب : باب في تغيير الاسم القبيح ، ترمذی (۲۸۳۸) کتاب الأدب : باب ما جاء في تغيير الأسماء ، ابن ماجه (۳۷۳۳) کتاب الأدب : باب تغيير الأسماء ، دارمی (۲۶۹۷) ابن حبان (۵۸۱۹) ابن ابی شیبہ



کنارے کئے ہوئے ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا، بلکہ تیرا نام زرعہ (کھیتی) ہے۔“ (۱)

(۶) ایک صحابی کی کنیت ابوالحکم تھی تو آپ ﷺ نے بدل کر اس کی کنیت ابوشریح رکھ دی۔ (۲)

(۷) ایک بچہ آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام دریافت کیا تو کہا گیا کہ اس کا نام فلاں

ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ اس کا نام منذر ہے۔ (۳)

(۸) عبد اللہ بن قرط ازدی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے

دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا، شیطان بن قرط۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، تم عبد اللہ بن

قرط ہو۔ (۴)

(۹) ایک آدمی کا نام شہاب (انگارہ) تھا تو آپ ﷺ نے اس کا نام بدل کر ہشام (سخاوت) رکھ دیا۔ (۵)

(۱۰) ایک آدمی کا نام حاصی (نافرمان) تھا تو آپ ﷺ نے اس کا نام بدل کر مطیع (فرمانبردار) رکھ دیا۔ (۶)

□ لوگوں کے ناموں کی طرح نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کا نام بھی بدل دیا تھا۔ پہلے مدینہ کا نام یثرب

تھا، پھر آپ ﷺ نے اس کا نام طیبہ رکھ دیا۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ تَبُوكَ حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ هَذِهِ طَابَةٌ﴾

”ہم غزوہ تبوک سے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ واپس ہوتے ہوئے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ

ﷺ نے فرمایا یہ طابہ آگیا ہے۔“ (۷)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۴۹۵۴) کتاب الأدب: باب فی تغییر الاسم القبیح]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داود (۴۱۴۵) کتاب الأدب: باب فی تغییر الاسم القبیح، ابو داود (۴۹۵۵)]

(۳) [بخاری (۶۱۹۱) کتاب الأدب: باب تحویل الاسم الی اسم أحسن منه، وفی الأدب المفرد (۱۴۱۵)]

باب استحباب تحبیک المولود]

(۴) [مسند (۳۵۰/۴) مجمع الزوائد للہیثمی (۵۱/۸)]

(۵) [بخاری فی الأدب المفرد (۸۴۸) مستدرک حاکم (۲۷۷/۴) امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ

نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔]

(۶) [طبرانی کبیر (۲۹۲/۲۰) (۶۹۱) ابن حبان (۳۷۱۰) الاحسان) بیہقی فی دلائل النبوة (۷۶/۵)

الأدب المفرد للبخاری (۸۴۹) ابن ابی شیبہ (۱۵۸/۶)]

(۷) [بخاری (۱۸۷۲) کتاب فضائل المدینة: باب المدینة طابة]

﴿أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى يَقُولُونَ يَنْزُبُ وَهِيَ الْمَدِينَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكَبِيرُ حَبَّتِ الْحَدِيدُ﴾

”مجھے ایک ایسے شہر (میں ہجرت) کا حکم ہوا ہے جو دوسرے شہروں کو کھالے گا (یعنی سب پر غالب آ جائے گا)۔ منافقین اسے شرب کہتے ہیں لیکن اس کا نام مدینہ ہے، وہ (برے) لوگوں کو اس طرح باہر کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے رنگ کو نکال دیتی ہے۔“ (۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى سَمَى الْمَدِينَةَ طَابَةً﴾

”حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔“ (۲)

## بچوں کی کنیت رکھنا

بچوں کی کنیت رکھنا جائز ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا وَكَانَ لِي أَخٌ يَقُولُ لَهُ أَبُو عُمَيْرٍ قَالَ أَحْسِبُهُ فَطِيمًا وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَالَ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ نَغَرٌ كَانَ يَلْعَبُ بِهِ فَرُبَّمَا حَضَرَ الصَّلَاةَ وَهُوَ فِي بَيْتِنَا فَيَأْمُرُ بِالْبِسَاطِ الَّذِي تَحْتَهُ فَيَكْنُسُ وَيَنْصَحُ ثُمَّ يَقُومُ وَيَقُومُ خَلْفَهُ فَيُصَلِّي بِنَا﴾

”نبی کریم ﷺ حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے، میرا ایک بھائی ابو عمیر نامی تھا۔ بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ بچے کا دودھ چھوٹ چکا تھا۔ آپ ﷺ جب تشریف لاتے تو اس سے مزا فرماتے (یا ابا

(۱) [بخاری (۱۸۷۱) کتاب فضائل المدینة: باب فضل المدینة وأنها تنفی الناس، مسلم (۱۳۸۲) کتاب الحج: باب المدینة تنفی شرارها، مؤطا (۶۷۶/۲) احمد (۲۳۷/۲) ابن حبان (۱۵۱/۶) (۳۷۱۵)۔ الاحسان) ضحاوی فی مشکل الآثار (۳۳۲/۲) شرح السنة للبعوی (۳۲۰/۷) (۲۰۱۶) حمیدی (۱۱۵۲) عبد الرزاق (۱۷۱۶۵)]

(۲) [مسلم (۱۳۸۵) کتاب الحج: باب المدینة تنفی شرارها، احمد (۲۰۹۵۳) ابن أبی شیبہ (۱۷۹/۱۲) ابن حبان (۳۷۲۶) طبرانی کبیر (۱۸۹۲)]

عُمَيْرُ مَا فَعَلَ الْعُمَيْرُ) ”اے ابو عمیر! تیرے غیر (ایک پرندے کا نام) کا کیا بنا؟“ اکثر ایسا ہوتا کہ نماز کا وقت ہو جاتا اور آپ ﷺ ہمارے گھر میں ہوتے۔ آپ ﷺ اس بستر کو بچانے کا حکم دیتے جس پر آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہوتے، چنانچہ اسے جھاڑ کر اس پر پانی چھڑک دیا جاتا۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے اور آپ ہمیں نماز پڑھاتے۔“ (۱)

### لڑکی کی کنیت رکھنا

لڑکی کی کنیت رکھنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ كُلُّ صَوَاحِبِي إِيَّاهُنَّ كُنِّي قَالَ فَكُنْتِي بِابْنِكَ عَبْدُ اللَّهِ يَغْيِي أَسْ أَخْتَهَا قَالَ مُسَدَّدُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ فَكَانَتْ تُكْنِي بِأُمِّ عَبْدِ اللَّهِ﴾

”انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! میری تمام سہیلیوں کی کنیتیں ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا، تم بھی اپنے بیٹے یعنی اپنی بہن (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا) کے بیٹے کے نام پر اپنی کنیت رکھ لو۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیت اُم عبد اللہ رکھ لی۔“ (۲)

□ سابقہ دونوں احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی کا بچہ نہ بھی ہو پھر بھی وہ کنیت رکھ سکتا ہے خواہ

مرد ہو یا عورت۔ مرد اس طرح کنیت رکھے گا ”ابو فلاں“ اور عورت اس طرح ”ام فلاں“

### نبی کریم ﷺ کے نام پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنا

نبی کریم ﷺ کے نام (محمد یا احمد) پر نام رکھنا بھی جائز ہے اور کنیت (ابو القاسم) پر کنیت رکھنا بھی اس

کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو القاسم ﷺ نے فرمایا:

(۱) [بحاری (۶۲۰۳) کتاب الأدب : باب الکنية للنفسى وعمل أن يولد للرجل مسلم (۲۱۵۰) کتاب

الأدب : باب حوازي نكبة من لم يولد له وتكنية الصغير]

(۲) [صحيح : السنن الصالحة (۱۳۲) صحيح الأدب المفرد (۶۵۳) ابو داود (۴۹۷۰) کتاب الأدب :

باب فى المرأة تكنى، مسند احمد (۱۵۱/۶) شرح السنة للبعوى (۳۴۸/۱۲) يهقى فى السنن الكبرى

(۳۱۰/۹) عبد الرزاق (۴۲/۱۱) ، (۱۹۸۵۸) ، (الأدب المفرد (۸۷۵) مستدرک حاکم (۴۷۸/۴) امام

حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

﴿ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتُبُوا بِكُنْيَتِي ﴾

”میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو۔“ (۱)

(۲) آپ ﷺ کے فرمان کے یہی الفاظ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں۔ (۲)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ وَوُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمُ فَقَالُوا لَا تَكْنِيهِ حَتَّى يَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ

سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتُبُوا بِكُنْيَتِي ﴾

”ہم میں سے ایک شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام قاسم رکھا۔ صحابہ نے ان سے کہا کہ

جب تک آپ ﷺ سے نہ پوچھ لیں ہم اس نام پر تمہاری کنیت (یعنی ابوالقاسم) نہ دے سکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی

کنیت تھی (نہیں ہونے دیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو۔“ (۳)

(۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ وَوُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا فَقَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا نَدْعُكَ تَسْمِيَّ بِاسْمِ رَسُولِ

اللَّهِ ﷺ فَأُطْلِقَ بِأَنَّهُ حَامِلُهُ عَلَى شَهْوَةٍ فَاتَى بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَا رَسُولَ اللَّهِ وَوُلِدَ لِي

غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ مُحَمَّدًا فَقَالَ لِي قَوْمِي لَا نَدْعُكَ تَسْمِيَّ بِاسْمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ

(۱) [بخاری (۶۱۸۸) کتاب الأدب : باب قول النبي ﷺ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتُبُوا بِكُنْيَتِي وَ (۳۵۳۹)

کتاب المساقب : باب كنية النبي ﷺ ، مسلم (۲۱۳۴) کتاب الأدب : باب النبي عن التكني بأبي

القاسم ، أبو داود (۴۹۶۵) کتاب الادب : باب في الرجل كني بأبي القاسم ، ابن ماجه (۲۷۳۵)

کتاب الأدب : باب الجمع بين اسم النبي وكنيته ، احمد (۱۹۰۵) دارمی (۲۶۹۳) ابن حبان

(۵۸۱۲) ابن أبي شيبة (۶۷۱/۸) عبد الرزاق (۱۹۸۶۶) ابو نعيم في حلية الأولياء (۲۹۵/۸) شرح

السنة للبعوى (۳۳۶۳) بيهقي (۳۰۸/۹)

(۲) [بخاری (۲۱۲۱) کتاب النبوة : باب ما ذكر في الأمواق ، مسلم (۲۱۳۱) کتاب الأدب : باب

النهي عن التكني بأبي القاسم ، ابن أبي شيبة (۱۶۲/۶) مسند احمد (۱۱۴/۳) بيهقي (۳۰۸/۹) شرح

السنة للبعوى (۳۲۹/۱۲) امام بغوی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی صحت شفق علیہ ہے۔]

(۳) [بخاری (۶۱۸۷) کتاب الأدب : باب قول النبي ﷺ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتُبُوا بِكُنْيَتِي ، مسلم

(۲۱۳۳) مسند احمد (۳۱۳/۳) بيهقي (۳۰۸/۹) شرح السنة للبعوى (۳۳۰/۱۲) ، (۳۳۶۵) الأدب

اللَّهُ تَسْمَوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَبُوا بِكُنْيَتِي فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أُنْقِسِمُ بَيْنَكُمْ ﴿١﴾

”ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام محمد رکھا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم تجھے رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ نام نہیں رکھنے دیں گے، جب تک تو آپ ﷺ سے اجازت نہ لے لے۔ وہ شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، میں نے اس کا نام محمد رکھا تو میری قوم کے لوگ مجھے اس نام کی اجازت دینے سے انکار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو کیونکہ میں قاسم ہوں اور میں تمہارے درمیان (اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اشیاء مثلاً علم و حکمت اور مال غنیمت وغیرہ) تقسیم کرتا ہوں۔“ (۱)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿نَافَى رَجُلٌ رَجُلًا بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَمْ أَعْنِكَ إِنَّمَا دَعَوْتُ فُلَانًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَسْمَوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَبُوا بِكُنْيَتِي﴾

”ایک شخص نے مقام بقیع میں ایک دوسرے شخص کو پکارا کہ اے ابو القاسم! رسول اللہ ﷺ نے اوہر دیکھا تو وہ شخص بولا اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو نہیں بلکہ فلاں شخص کو پکارا تھا (یعنی اس کی کنیت بھی ابو القاسم ہی تھی) تو آپ ﷺ نے فرمایا، میرے نام پر نام رکھ لو مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔“ (۲)

اس مسئلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے:

✦ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ ابو القاسم کنیت رکھنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں خواہ اس کا نام محمد ہو یا احمد ہو یا کچھ اور ہو۔ یہ موقف امام شافعی اور اہل ظاہر کا ہے۔ انہوں نے مذکورہ بالا احادیث سے استدلال کیا ہے۔

(۱) [مسلم (۲۱۳۳) کتاب الأدب : باب النهی عن التكنی بأبی القاسم و بیان ما يستحب من الأسماء ؛ بخاری (۳۱۱۴) کتاب فرض الخمس : باب قول الله تعالى فَأَن لِّلہِ خَمْسَہُ وَلِلرَّسُولِ ؛ وفي الأدب المفرد (۸۴۲) ابو داود (۴۹۶۵) کتاب الأدب : باب فی الرجل یتکنی بأبی القاسم ؛ ابن ماجہ (۳۷۳۶) مستدرک حاکم (۷۷۳۵/۴) ابن حبان (۵۸۱۶) طیالسی (۱۷۳۰) ابن أبی شیبہ (۶۷۱/۸) أبو یعلیٰ (۱۹۱۵) عبد الرزاق (۱۹۸۶۶) بیہقی (۳۰۸/۹)]

(۲) [مسلم (۲۱۳۱) کتاب الأدب : باب النهی عن التكنی بأبی القاسم ؛ ابن أبی شیبہ (۱۶۲/۶) مسند احمد (۱۱۴/۳) بیہقی (۳۰۸/۹)]

✦ ایک رائے یہ ہے کہ ابوالقاسم کنیت نہ رکھنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا یا یہ کہ صرف نبی ﷺ کی زندگی کے ساتھ ہی خاص تھا اور اس ممانعت کا سبب یہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اس کنیت والے کسی آدمی کو پکارے تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں جبکہ اس نے آپ کو پکارا ہی نہ ہو، یقیناً یہ چیز آپ ﷺ کے ادب کے منافی تھی اس لیے اس سے منع کر دیا گیا اور آپ کے نام (محمد) سے اس لیے منع نہیں کیا گیا کیونکہ کوئی بھی شخص آپ کی رفعت شان اور عالی مرتبے کے باعث آپ کو آپ کے نام سے نہیں پکار سکتا تھا بلکہ سب آپ کو ”اے اللہ کے رسول“ کہہ کر ہی پکارتے تھے جیسا کہ متعدد احادیث میں یہ بات موجود ہے۔ لہذا یہ ممانعت صرف آپ ﷺ کی زندگی میں ہی تھی اب جو چاہے یہ کنیت رکھ سکتا ہے خواہ اس کا نام محمد ہو، احمد ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور ہو۔ امام مالکؒ، جمہور سلف اور جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ روایت بھی ہے:

﴿ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَحِمَهُ اللَّهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ وَلَدًا لِي مِنْ بَعْدِكَ وَلَدَ اسْمُهُ بِاسْمِكَ وَأَكْنِيهِ بِكُنْيَتِكَ قَالَ نَعَمْ ﴾

”محمد بن حنفیہؒ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے) بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر آپ کے بعد میرے ہاں بیٹا پیدا ہو تو میں اس کا نام آپ کے نام پر (محمد) اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر (ابوالقاسم) رکھ دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔“ (۱)

✦ بعض دوسرے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ آپ ﷺ کی کنیت نہ رکھنے کی ممانعت تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی کنیت رکھنا حرام نہیں بلکہ صرف مکروہ ہے۔

✦ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ ممانعت صرف آپ ﷺ کے نام اور کنیت کو جمع کرنے کی ہے، اگر کوئی صرف نام یا صرف کنیت رکھتا ہے تو درست ہے۔ انہوں نے مندرجہ ذیل روایات کو پیش نظر رکھا ہے:

① ﴿ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَمِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَجْمَعُوا بَيْنَ اسْمِي وَكُنْيَتِي ﴾

(۱) [صحیح: صحیح الأدب المفرد للآلبانی (۶۴۷) صحیح ابو داود، ابو داود (۴۹۶۷) کتاب الأدب: باب فی الرخصة فی الجمع بینہما، مسند احمد (۹۵۰/۱) ترمذی (۲۸۴۳) کتاب الأدب: باب ما جاء فی کراهیة الجمع بین اسم النبی، بخاری فی الأدب المفرد (۸۶۷) ابن أبی شیبہ (۱۶۰/۶) بیہقی (۳۰۹/۹) امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔]

”عبدالرحمن بن ابی عمرؓ اپنے چچا (یعنی کسی صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے نام اور میری کنیت کو جمع نہ کرو (یعنی ایک ہی شخص میرے نام پر نام اور کنیت پر کنیت نہ رکھے)۔“ (۱)

② عَنْ جَابِرِ ابْنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَنْكُثْ بِكُنْيَتِي وَمَنْ تَكْنَى بِكُنْيَتِي فَلَا يَنْتَسِئْ بِاسْمِي ﴿

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو میرے نام پر نام رکھے وہ میری کنیت پر کنیت نہ رکھے اور جو میری کنیت پر کنیت رکھے وہ میرے نام پر نام نہ رکھے۔“ (۲)

✽ کچھ علماء کا کہنا ہے کہ مطلق طور پر آپ ﷺ کے نام پر نام رکھنا ہی ممنوع ہے خواہ اس کی کوئی کنیت ہو یا نہ ہو۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں فرمان جاری کر دیا تھا کہ کوئی بھی نبی کریم ﷺ کے نام پر نام نہ رکھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ لوگ آپ ﷺ کے نام پر اپنے بچوں کا نام محمد رکھتے اور پھر انہیں اسی نام کے ساتھ لعن طعن کرتے اور گالیاں دیتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے نام کی حرمت و تقدس یا مال ہونے سے بچانے کے لیے لوگوں کو اس نام سے روک دیا۔ (۳)

(راجع) آپ ﷺ کے نام پر نام رکھنا تو مطلق طور پر جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خود اجازت دی تھی اور آپ ﷺ کی اجازت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتی عمل اس سے ممانعت کے لیے کافی نہیں اور کنیت کے متعلق ہماری رائے وہ ہے جو جمہور علماء نے اختیار کی ہے کہ آپ ﷺ کی کنیت (ابوالقاسم) کی ممانعت کا تعلق آپ ﷺ کی زندگی کے ساتھ ہی تھا اب کوئی بھی شخص یہ کنیت رکھ سکتا ہے۔ (واللہ اعلم) مزید تفصیل کے لیے گزشتہ جمہور علماء کی رائے ملاحظہ فرمائیے۔

## نام، کنیت اور لقب میں فرق

نام اگر مدح یا ذم پر دلالت کرتا ہو تو لقب ہے۔ جیسا کہ قرآن میں برے ناموں سے روکنے کے لیے

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷۲۳۱) مسند احمد (۴۵۰/۳) ابن ابی شیبہ (۱۶۲/۶) امام بیہقی

فرماتے ہیں کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۴۸/۸)]

(۲) [ضعیف : ضعیف الجامع الصغیر (۵۵۲۶) ابو داؤد (۴۹۶۶) کتاب الأدب : باب من رأى أن لا

يجمع بينهما، مسند احمد (۳۱۳/۳) بعض اہل علم نے اس روایت کو حسن کا درجہ بھی دیا ہے مثلاً عبدالمعتم

ابراہیم وغیرہ۔ [دیکھئے: التعليق على تحفة المودود لابن القيم (ص ۱۲۳)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری، شرح مسلم للنووی (۲۳۷/۷) تحفة المودود (ص ۱۳۱)]

یوں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

﴿وَلَا تَنَابَرُوا بِالْأَلْقَابِ﴾ [الحجرات: ۱۱]

”اور ایک دوسرے کو برے القاب سے مت پکارو۔“

اور اگر نام مدح یا ذم پر دلالت نہ کرتا ہو اور اس کے ساتھ لفظ ”ابو“ یا ”ام“ لگتا ہو تو وہ کنیت ہے جیسے ابو القاسم اور ام سلمہ وغیرہ۔ اور اگر نام نہ تو مدح یا ذم پر دلالت کرتا ہو اور نہ ہی اس کے ساتھ ابویا ام کا لفظ لگتا ہو تو وہ محض نام ہے جیسے محمد، عمران، حسین اور حمزہ وغیرہ۔ (۱)

ایک سے زیادہ نام رکھنا

اگر ایک نام مقصد پورا کرتا ہو تو ایک ہی کافی و دوائی ہے لیکن اگر ضرورت پیش آجائے تو ایک سے زیادہ نام بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ کتاب و سنت میں کہیں بھی ایک سے زیادہ نام رکھنے سے منع نہیں کیا گیا اور معاملات میں اصل اباحت و جواز ہی اس لیے متعدد نام رکھنا جائز ہے۔

مزید برآں احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے ایک سے زیادہ ناموں کا بھی ذکر ملتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِلَى خَمْسَةِ أَسْمَاءٍ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَأَنَا الْمَلْحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيْ وَأَنَا الْعَاقِبُ﴾

”میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد، احمد اور ماحی (یعنی مٹانے والا) ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں کہ تمام انسانوں کا (روز قیامت) میرے بعد حشر ہوگا اور میں عاقب ہوں۔“

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ

﴿وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ﴾

”اور عاقب کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ (۲)

(۱) [منحصراً، تحفة المودود لابن القيم (ص ۱۲۹)]

(۲) [بخاری (۳۵۳۲) کتاب المناقب: باب ما جاء في أسماء رسول الله ﷺ، مسلم (۲۳۵۴) کتاب

الفصائل: باب في أسمائه، مسند احمد (۱۶۷۳۴) دارمی (۲۷۷۵) حمیدی (۵۵۵) ابن حبان

(۶۳۱۳) ابن أبي شيبة (۴۵۷/۱۱) طهانی کبیر (۱۵۲۰) شرح السنة للبعوی (۳۶۲۹)]



تاہم واضح رہے کہ محمد اور احمد کے علاوہ آپ ﷺ کے سب نام صفاتی ہیں جو آپ ﷺ کی رفعتِ شان اور جلالت و عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور قرآن کریم کے متعدد نام بھی اسی قبیل سے ہیں۔

### روزِ قیامت لوگوں کو اپنے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿بَاب مَا يُدْعَى النَّاسُ بِأَبَائِهِمْ﴾

”باب‘ لوگوں کو (روزِ قیامت) ان کے باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا۔“

اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

﴿عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْغَايِرَ يُرْفَعُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ بْنِ فُلَانٍ﴾

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بلاشبہ عہد توڑنے والے کے لیے

قیامت کے دن ایک جھنڈا اٹھایا جائے گا اور پکار دیا جائے گا کہ یہ فلاں کے بیٹے فلاں کی دغا بازی کا نشان ہے۔“ (۱)

□ واضح رہے کہ وہ روایت ضعیف ہے جس میں مذکور ہے کہ

﴿إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَاحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ﴾

”تمہیں روزِ قیامت تمہارے اور تمہارے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا، لہذا تم اچھے نام رکھو۔“ (۲)

### ناموں کا شخصیت پر اثر

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ عَلَى الْمُنْبَرِ غَفَارُ غَفَرِ اللَّهِ لَهَا وَأَسْلَمُ سَأَلَهَا اللَّهُ وَعُصِيَّةُ

(۱) [بخاری (۶۱۷۷) کتاب الأدب : باب ما يدعى الناس بأبائهم، مسلم : کتاب الجہاد والسير : باب

تحريم الغدر، مسند احمد (۲۹/۲) ابن حبان فی صحيحہ (۲۱۸/۹) شرح السنة للبغوی (۷۳/۱۰)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابو داود، ابو داود (۴۹۴۸) کتاب الأدب : باب فی تغيير الأسماء، مسند احمد

(۱۹۴/۵) دارمی (۲۹۴/۲) ابن حبان (۵۲۸/۷) بیہقی فی شعب الایمان (۳۹۳/۶) وفی السنن

الکبری (۳۰۶/۹) شرح السنة للبغوی (۳۲۷/۱۲) حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں انقطاع

ہے۔ [فتح الباری (۵۹۳/۱۰) امام بیہقیؒ نے اس روایت کو مرسل قرار دیا ہے۔]

عَصَتْ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ﴿

”رسول اللہ ﷺ نے منبر پر فرمایا: قبیلہ ”غفار“ کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمادی اور قبیلہ ”اسلم“ کو اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا اور قبیلہ ”عصیہ“ نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی معصیت و نافرمانی کی۔“ (۱)

(۲) امام مالکؒ نے مؤطا میں ایک روایت ان الفاظ میں نقل فرمائی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِلْفَقْهَةِ تَحْلَبُ مَنْ يَحْلَبُ هَذِهِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا اسْمُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ مَرَّةٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اجْلِسْ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَحْلَبُ هَذِهِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا اسْمُكَ فَقَالَ حَرْبٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اجْلِسْ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَحْلَبُ هَذِهِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا اسْمُكَ فَقَالَ يَعِيشُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ احْلَبُ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹنی کا دودھ کون دوہے گا؟ ایک آدمی کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ”مرہ“ (کڑوا)۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا: تم بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کو کون دوہے گا؟ پھر ایک آدمی کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ”حرب“ (جنگ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کو کون دوہے گا؟ پھر ایک آدمی کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے اس کا نام دریافت کیا تو اس نے کہا ”یعیش“ (زندہ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دودھ نکالو۔“ (۲)

(۳) صلح حدیبیہ کے روز جب سہیل (جس کا معنی ہے روشن ستارہ) بن عمرو آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿سَهْلٌ أَمْرُكُمْ﴾

”تمہارا معاملہ آسان ہو گیا۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۳۵۱۳) کتاب المناقب: باب ذکر أسلم وغفار ومزينة وجهينة وأشجع] ترمذی (۳۹۴۱)

کتاب المناقب: باب فی غفار وأسلم وجهينة ومزينة، مسند احمد (۲۰/۲) دارمی (۲۴۳/۲) شرح

السنة للبغوی (۶۳/۱۴) (۳۸۵۲) مستدرک حاکم (۸۲/۴)

(۲) [مؤطا (۱۵۴۰) (۹۷۳/۲) کتاب الاستیذان: باب ما یکره من الأسماء، مصنف عبد الرزاق

(۴۱/۱۱) (۱۹۸۵۴)]

(۳) [تحفة المودود بسند صحیح (ص ۱۱۴) عبد الرزاق (۷۹۲۰) فتح الباری (۳۸۸/۵)]

(4) ایک روایت میں ہے کہ سعید بن مسیبؓ نے بیان کیا کہ ان کے دادا ”حزن“ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرا نام حزن (سخت زمین) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو سہل (نرم زمین) ہو (یعنی اپنا نام سہل رکھ لو)۔ انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے باپ کا رکھا ہوا نام نہیں بدلوں گا۔ سعید بن مسیبؓ نے کہا اس کے بعد سے اب تک ہمارے خاندان میں سختی اور مصیبت ہی رہی۔ (۱)

ناموں کا شخصیت پر اثر پڑتا ہے یا نہیں اس بات کو سمجھنے کے لیے اگر مذکورہ بالا احادیث میں عمیق غور و فکر کیا جائے تو معاملہ از خود واضح ہو جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ناموں کا شخصیت پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑتا ہے۔ اس لیے اپنے بچوں کے نام رکھتے وقت دیکھنا چاہیے کہ ہم ان کے نام کیسے رکھ رہے ہیں؟ یا کن سے متاثر ہو کر رکھ رہے ہیں؟ اگر تو بچوں کے نام اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء سے محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے (مثلاً عبد اللہ، حبیب اللہ، عتیق الرحمن وغیرہ) یا انبیاء کے ناموں پر یا محمد ﷺ کے ساتھیوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے ناموں پر یا دیگر سلف صالحین، ائمہ و بزرگان دین اور مجاہدین اسلام کے ناموں پر رکھے جائیں گے تو یقیناً بچے بڑے ہو کر اپنے اندر دینی جذبہ محسوس کریں گے اور اسلامی تشخص و امتیاز کے آئینہ دار ہوں گے اور جن کے ناموں پر ان کے نام رکھے گئے ہیں ان جیسا بننے کی ضرورت کو محسوس کریں گے۔ لیکن اگر بچوں کے نام انگلش کچھر، تہذیب مغرب اور دور حاضر کے روشن خیالوں سے متاثر ہو کر فلمی ایکٹروں اور کھلاڑیوں وغیرہ کے ناموں پر رکھے جائیں گے تو پھر ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ بچے مستقبل میں انہی جیسا بننے کی کوشش کریں گے جن کے ناموں پر ان کے نام رکھے گئے ہیں اس طرح وہ بچے تو مسلمانوں کے ہوں گے مگر تہذیب و ثقافت، بود و باش، رہن سہن اور دیگر معاشرتی امور میں وہ اسلام سے کہیں دور اور کفر کے انتہائی قریب ہوں گے۔ (العیاذ باللہ)

ناموں کے شخصیت پر اثر انداز ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی کا برایا ناپسندیدہ نام دیکھتے تو فوراً اسے تبدیل کر کے کوئی اچھا سا نام تجویز فرمادیتے، جیسا کہ اس کی متعدد مثالیں گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہیں۔

## بچے کے ختنہ کا بیان

## باب ختان المولود

### ختنہ کی مشروعیت و اہمیت

﴿ ختنہ کرانا امور فطرت سے ہے: ﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الْفَطْرَةُ خَمْسٌ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْذَاذُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْأَبْلِطِ ﴾

”فطرت میں پانچ چیزیں شامل ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف مونڈنا، مونچھیں کاٹنا، ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھیرنا۔“ (۱)

(ابن قیم) فرماتے ہیں کہ فطرت کی دو قسمیں ہیں: ایک فطرت قلبی ہے جس کا تعلق دل سے ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی محبت اور اس کے علاوہ ہر ایک پر اسے ترجیح دینا ہے۔ دوسری فطرت عملی ہے (جس کا تعلق عمل سے ہے) اور وہ یہ خصلتیں ہیں (جو درج بالا حدیث میں مذکور ہیں)۔ (۲)

﴿ ختنہ کرانا انبیاء کی بھی سنت ہے: ﴾

جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق صحیح حدیث میں موجود ہے کہ

﴿ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اخْتَنَّ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِينَ سَنَةً ﴾

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ ہوا اور اس

(۱) [بخاری (۵۸۹۱) کتاب اللباس : باب تقليم الأظفار \* مسلم (۲۵۷) کتاب الطهارة : باب حصال

الفطرة \* ابو داود (۴۱۹۸) کتاب الترجل : باب فی أحد الشارب \* ترمذی (۲۷۵۶) کتاب الأدب :

باب ما جاء فی تقليم الأظفار \* ابن ماجہ (۲۹۲) کتاب الطهارة و سننها : باب الفطرة \* نسائی (۱۰۰۹)

وفی السنن الکبری (۹۲۹۰/۵) الأدب المفرد للبخاری (۱۲۵۷) (ابن حبان (۵۴۷۹))

(۲) [تحفة المودود (ص ۱۴۷/۱)]

وقت ان کی عمر آٹھ (80) برس تھی۔“ (۱)

✽ ختنہ کرانے کا عرب میں عام رواج تھا:

جیسا کہ حدیث ہرقل میں ہے کہ

﴿ أَنبَىٰ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا اسْتَحْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ أَذْهَبُوا فَانظُرُوا أَمْخَتَيْنِ هُوَ أَمْ لَا فَانظُرُوا إِلَيْهِ فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ مُخَتَّيْنِ وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَنُونَ ﴾

”ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا جسے شاہ غسان نے بھیجا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حالات بیان کیے۔ جب ہرقل نے (سارے حالات) سن لیے تو کہا کہ جا کر دیکھو وہ ختنہ کیے ہوئے ہے یا نہیں؟ انہوں نے اسے دیکھا تو بتلایا کہ وہ ختنہ کیے ہوئے ہے۔ ہرقل نے جب اس شخص سے عرب کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ ختنہ کراتے ہیں۔“ (۲)

✽ پھر نبی کریم ﷺ نے بھی اس رواج کو برقرار رکھا:

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ختنے کرایا کرتے تھے جیسا کہ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ

﴿ سئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِثْلُ مَنْ أَنْتَ حِينَ قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ أَنَا يَوْمَئِذٍ مَخْتُونٌ فَلَا وَكَانُوا لَا يَخْتَنُونَ الرَّجُلَ حَتَّىٰ يُدْرِكَ ﴾

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جب نبی کریم ﷺ فوت ہوئے تو آپ کس کی مثل تھے؟ انہوں نے کہا میں اس وقت ختنہ کراچکا تھا‘ مزید فرماتے ہیں کہ اور وہ لوگ بالغ ہونے سے پہلے مرد کا ختنہ نہیں کرتے تھے۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۳۳۵۶) کتاب أحاديث الأنبياء : باب قول الله تعالى واتخذ الله إبراهيم خليلاً مسلم

(۲۳۷۰) كتاب الفضائل : باب من فضائل ابراهيم الخليل عليه السلام ‘ أحمد (۳۲۲/۲) مستدرک

حاکم (۱۵۵/۲) ابن حبان (۶۲۰۴) أبو يعلى (۵۹۸۱)

(۲) [بخاری (۷) كتاب بدء الوحي : باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ‘ مسلم (۱۷۷۳) كتاب

الجهاد والسير : باب كتاب النبي ﷺ إلى هرقل يدعو إلى الاسلام ‘ ابو داود (۵۱۳۶) احمد

(۲۳۷۰) ابن حبان (۶۵۵۵) عبد الرزاق (۹۷۲۴) بيهقي في دلائل النبوة (۳۷۷/۴)

(۳) [بخاری (۶۲۹۹) كتاب الاستئذان : باب الختان بعد الكبر وتنف الإبط ‘ احمد (۴۷۰) ]

❁ نبی کریم ﷺ سے ختنہ کرانے کا حکم بھی ثابت ہے:

جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک آدمی مسلمان ہوا تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ

﴿ أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتِنِ ﴾

”اپنے آپ سے کفر کے بال (یعنی کافروں جیسی ہیئت کے بال) منڈا دو اور ختنہ کرا لو۔“ (۱)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ

﴿ كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَسْلَمَ أَمَرَ بِالْإِخْتِنَانِ وَإِنْ كَانَ كَبِيرًا ﴾

”جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو اسے ختنہ کرنے کا حکم دیا جاتا اگرچہ وہ بڑی عمر کا ہی ہوتا۔“ (۲)

❁ ختنہ کرانے کا شرعی حکم:

اس مسئلے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے:

(شوکانیؒ) مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

﴿ بُيُوتٌ مَشْرُوعِيَّةُ الْإِسْلَامِيَّةِ أَوْضَحُ مِنْ شَمْسِ النَّهَارِ ..... فَالْقَوْلُ

بِوُجُوبِهِ هُوَ الْحَقُّ ﴾ ”اس ملت اسلامیہ میں ختنہ کرنے کی مشروعیت کا ثبوت دن کے آفتاب سے بھی

زیادہ واضح ہے..... اور اس کے وجوب کا قول ہی برحق ہے۔“ (۳)

(شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ) ختنہ کرنا واجب ہے (حتیٰ کہ امام مالکؒ نے تشدد کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ

جس نے ختنہ نہ کیا نہ تو اس کی امامت جائز ہے اور نہ ہی اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ البتہ بعض فقہاء نے

امام مالکؒ سے ختنہ کے سنت ہونے کا قول بھی نقل کیا ہے)۔ نیز امام شافعیؒ، امام ربیعہؒ، امام اوزاعیؒ اور امام یحییٰ

بن سعیدؒ وغیرہ نے بھی وجوب کے قول کو ہی ترجیح دی ہے۔

انہوں نے ایک تو مذکورہ بالا روایت ’کہ جس میں آپ ﷺ کا ختنہ کرنے کے متعلق حکم موجود ہے‘

سے استدلال کیا ہے اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے حجت پکڑی ہے کہ ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ

مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ ”پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم کے یکطرفہ دین کی پیروی کر۔“ اور ختنہ

(۱) [حسن: صحیح ابو داؤد (۳۴۳) ابو داؤد (۳۵۶) کتاب الطہارۃ: باب الرجل یسلم فیومر بالغسل]

(۲) [صحیح: الأدب المفرد بتحقیق البانی (۱۲۵۲) (۴۲۸/۱)]

(۳) [السیل الجرار (۲۵۲/۳)]

کرنا ہم ابراہیم علیہ السلام کے دین کا حصہ ہے۔ علاوہ ازیں ان حضرات نے چند دیگر روایات سے بھی استدلال کیا ہے لیکن ان میں اکثر بہتر ضعیف ہیں اس لیے صرف انہی دونوں پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

(ابو حنیفہ) ختنہ کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے حضرت حسن بصریؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ان کا مستدل یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الْحَتَّاءُ لِلرِّجَالِ مَكْرُمَةٌ لِلنِّسَاءِ** "ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت اور عورتوں کے لیے باعثِ تعظیم ہے۔" لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔<sup>(۱)</sup> علاوہ ازیں ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں جو اللہ تعالیٰ نے ملتِ ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا ہے اس سے مراد صرف اصولِ ایمان یعنی توحید و عدل ہے ان کا ہر فعل نہیں۔<sup>(۲)</sup>

(راجح) امام شوکانیؒ کا موقف ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

□ علاوہ ازیں دورِ حاضر کی طبی تحقیقات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہوا سے آلہ تناسل میں کینسر کی بیماری لگ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اب اہل مغرب کے یہود و نصاریٰ بھی ختنہ کرانے لگے ہیں۔ نیز قرآن کریم کے حکم (اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو) کو بھی پیش نظر رکھیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ختنہ کرنا لازم و ضروری ہے۔ (واللہ اعلم)

### ختنہ کرانے کا وقت

ایک حدیث میں ہے کہ

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْحُسَيْنِ وَالْحُسَيْنِ وَخَتَنَهُمَا لِسَبْعَةِ أَيَّامٍ  
 "حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ختنہ ساتویں روز کیا۔" (۳)

(۱) [ضعیف۔ صعیف الجامع الصغیر (۲۹۳۸) السلسلة الضعیفة (۱۹۳۵) ابن ابی شیبہ (۵۸/۹) (۶۵/۱۹) ابن ابی حاتم فی العلل (۲۴۷/۲) (۲۲۳/۱) طبرانی کبیر (۲۷۳/۷) (۷۱/۱۲) مسند احمد (۷۵/۵) بیہقی فی السنن الکبریٰ (۳۲۵/۸) اس روایت کی سند میں حجاج بن ارقطہ راوی ضعیف ہے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں حجاج راوی قابلِ حجت نہیں امام ابن عبد البرؒ نے بھی اس کے متعلق یہی کہا ہے۔]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: تحفة المودود لابن القیم (ص ۱۴۹) شرح مسلمہ للنووی (۴۶/۳)]

(۳) [بیہقی فی السنن الکبریٰ (۳۲۴/۷) مجمع البحرین (۱۹۰۲) طبرانی صغیر (۸۹۲) یہ روایت حسن و درجہ کی ہے۔]

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ

«عَنْ أَبِي عُبَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَعَةُ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّبِيِّ يَوْمَ السَّابِعِ يُسْمَى وَيُخْتَنُ»

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (پیدائش کے) ساتویں روز بچے کے متعلق سات کام

مسنون ہیں: نام رکھنا، ختنہ کرنا۔“ (۱)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کا ختنہ ساتویں روز کرنا مستحب ہے، اس لیے اس روز بچے کا

ختنہ کر دینا چاہیے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے اس دن تک ختنہ نہ ہو سکے تو اس کے بعد بھی کیا جاسکتا ہے، تاہم اتنا

یاد رہے کہ ختنہ بچے کی ابتدائی عمر میں ہی کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اس عمر میں بچے کی جلد نرم ہوتی ہے اس لیے

اسے ایک تو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی اور دوسرے یہ کہ زخم بھی جلد ٹھیک ہو جاتا ہے۔

### بڑی عمر کے آدمی کا ختنہ کرنا

اگر لاعلمی و جہالت یا کسی مجبوری وغیرہ کی وجہ سے بچپن میں ختنہ نہ ہوا ہو تو علم ہونے پر فوراً ختنہ کرا

لینا چاہیے خواہ انسان عمر کے کسی حصے میں ہی کیوں نہ ہو اس کی دلیل صحیح بخاری کی واضح حدیث ہے کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے اسی (80) سال کی عمر میں ختنہ کیا۔ یقیناً اگر آپ علیہ السلام کو ختنہ کا پہلے سے علم ہوتا یا اللہ تعالیٰ

کی طرف سے پہلے ختنہ کا حکم نازل ہوا ہوتا تو آپ ضرور اس عمر سے پہلے ختنہ کرا لیتے۔ نیز اس سے یہ

بھی معلوم ہوتا ہے کہ ختنہ کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر یہ عمل ضروری نہ ہوتا تو اسی (80) برس کی عمر میں

آپ علیہ السلام کو ختنہ کرانے کی کیا ضرورت تھی۔

علاوہ ازیں بڑی عمر کے آدمی کے ختنہ کرانے پر وہ روایت بھی شاہد ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک

آدمی مسلمان ہوا تو آپ ﷺ نے اسے ختنہ کرانے کا حکم دیا۔ (۲)

### لڑکیوں کا ختنہ

عرب میں لڑکیوں کے ختنہ کا بھی رواج تھا پھر یہ رواج عہد رسالت میں بھی رہا اور آپ ﷺ کے علم

(۱) [صرائی فی الأوسط (۳۳۴/۱)] (۵۶۲) امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۵۹/۴)]

[۶۲۰۴]

(۲) [حسن: صحیح ابوداؤد (۳۴۳)]



میں بھی تھا لیکن آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ ایک روایت سے تو آپ ﷺ سے بھی اس کی اجازت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے کہ

﴿عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ لَا تَنْهَكِي فَإِنَّ ذَلِكَ أَحْطَى لِلْمَرْأَةِ وَأَحَبُّ إِلَيَّ الْبُعْلِ﴾

”حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک عورت ختنہ کیا کرتی تھی۔ نبی ﷺ نے اسے کہا (لڑکیوں کا ختنہ کرتے وقت) مبالغہ نہ کرو کیونکہ یہ عورت کے لیے زیادہ لذت کا باعث ہے اور شوہر کی طرف زیادہ پسندیدگی کا ذریعہ ہے۔“ (۱)

ثابت ہوا کہ لڑکیوں کا ختنہ کرنا بھی مشروع و مباح ہے۔

□ شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ فضیلۃ الشیخ حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نزول شریعت کے زمانہ میں عربوں میں عورت کا ختنہ کیا جاتا تھا مگر کتاب و سنت میں کہیں اس کی تردید وارد نہیں ہوئی تو پتہ چلا کہ اسلام میں بھی عورت کے ختنہ کا تصور ہے۔ (۲)

□ واضح رہے کہ لڑکی کا ختنہ اس طرح کیا جاتا تھا کہ اس کی شرمگاہ کے اوپر سے چمڑے کا کچھ حصہ کاٹ دیا جاتا تھا۔ (۳)

اگر ختنہ کرنے والا ماہر نہ ہونے کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچا دے

عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ طِبٌّ فَهُوَ ضَالِمٌ﴾

”جو شخص طبیب بنا (یعنی اس نے کسی کا علاج کیا) اور اس کی طرف سے طب (یعنی اس کا طبیب ہونا) معروف نہ ہو تو وہ ضامن ہوگا (یعنی اگر اس سے کوئی نقصان ہو گیا یا وہ کسی جان کو تلف کر بیٹھا تو اسے اس کی

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۴۳۹۱) سلسلة الأحادیث الصحيحة (۸۲۱) ابو داؤد (۵۲۷۱) کتاب

الأدب: باب ما جاء في الختان]

(۲) [احکام و مسائل (۴۹۹/۱)]

(۳) [عون المعبود (۱۲۳/۱۴)]

دیت دینا ہوگی۔“ (۱)

(مجلس الحق عظیم آبادی) فرماتے ہیں کہ

﴿لَآ اِنَّهُ تَوَلَّدَ مِنْ فِعْلِهِ الْهَلَاكَ وَهُوَ مُتَعَدٍّ فِيْهِ اِذْ لَا يَعْرِفُ ذَلِكَ فَتَكُوْنُ جِنَايَتُهُ عَلٰى عَاقِلَتِهِ﴾

”وہ ضامن اس لیے ہوگا) کیونکہ اس نے اپنے فعل سے ہلاکت کو جنم دیا ہے اور وہ اس عمل میں زیادتی کرنے والا ہے کیونکہ وہ اس کام کو نہیں جانتا تھا (پھر بھی اس نے چند روپوں کی خاطر یا کسی اور غرض کے لیے ایسا کیا) لہذا اس کے جرم کی سزا (یعنی دیت وغیرہ) اس کے ورثاء پر ہوگی۔“ (۲)

(خطابی) اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

﴿لَا اَعْلَمُ خِلَافًا فِيْ اَنَّ الْمُعَالِجَ اِذَا تَعَدَّى فَتَكَلَّفَ الْمَرِيضَ كَانَ ضَامِنًا ..... ضَمِنَ الدِّيَّةَ وَسَقَطَ الْقَوْدُ عَنْهُ لِاِنَّهُ لَا يَسْتَبِيْدُ بِذَلِكَ دُوْنَ اِذْنِ الْمَرِيضِ ‘ وَجِنَايَةُ الطَّبِيْبِ فِيْ قَوْلِ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ عَلٰى عَاقِلَتِهِ﴾

”مجھے اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ اگر معالج زیادتی کرے اور مریض کو ہلاک کر دے تو وہ

ضامن ہوگا..... وہ (صرف) دیت کا ذمہ دار ہوگا اس سے قصاص ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ اس معاملے میں مریض کی اجازت سے ہی بے قابو ہوا ہے اور طبیب کا جرم (یعنی جرم کی دیت) عام فقہاء کے قول کے مطابق اس کے عصبہ رشتہ داروں (یعنی دہیال والوں) کے ذمہ ہوگی۔“ (۳)

ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص ختنہ کرنے کا صحیح علم نہیں رکھتا اور پھر اس کے ختنہ کرنے کی وجہ سے کوئی نقصان ہوا (یعنی بچے کے عضو قاتل یا بچے کی ہلاکت وغیرہ) تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا اور اپنے عصبہ رشتہ داروں سے مل کر اس کی دیت ادا کرے گا۔

□ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جان کی دیت سو (100) اونٹ یا اس کی قیمت مقرر فرمائی

(۱) [حسن : السلسلة الصحيحة (۲۲۹/۱) ، (۶۳۵) ابو داود (۴۵۸۶) کتاب الدیات : باب فیمن یطیب بغیر علم فأعتت ، ابن ماجہ (۱۴۶۶) کتاب الطب : باب من تطیب ولم یعلم منه طب ، نسائی (۵۲/۸) کتاب القسامة : باب صفة شبه العمد وعلى من دية الأجنة ، بیہقی فی السنن الکبری (۱۴۱/۸) دارقطنی (۱۹۶/۳) مستدرک حاکم (۲۱۲/۴)]

(۲) [عون المعبود (تحت الحديث ۴۵۸۶)]

(۳) [أيضاً]

ہے۔ دیت کے تفصیلی احکام جاننے کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فقہ الحدیث : کتاب الدیات“ ملاحظہ فرمائیے۔

### روزِ قیامت اولادِ آدم کو بے ختنہ کیوں اٹھایا جائے گا؟

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ حُفَّةَ عُرَاةٍ غُرُلًا ﴾

”نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ تمہیں (روزِ قیامت) ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ اٹھایا جائے گا۔“ (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ تَحْشُرُونَ حُفَّةَ عُرَاةٍ غُرُلًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الرَّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَنْظُرُونَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهَمَّهُمْ ذَلِكَ ﴾

”تمہیں (روزِ قیامت) ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ اٹھایا جائے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (پھر تو) مرد اور خواتین ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہو گا کہ وہ اس کام میں مصروف ہوں۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ ساری اولادِ آدم روزِ قیامت بے ختنہ اٹھائی جائے گی اور اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ اس نے جیسے پہلی مرتبہ انسانوں کو دنیا میں بھیجا تھا وہ انہیں روزِ قیامت دوبارہ اسی طرح اٹھائے گا جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

(۱) [بخاری (۶۵۲۶) کتاب الرقاق : باب کیف الحشر، مسلم (۲۸۶۰) کتاب الحنة وصفة نعيمها وأهلها : باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة، ترمذی (۲۴۲۳) کتاب صفة القيامة والرقائق والورع : باب ما جاء في شأن الحشر، نسائی (۲۰۸۰) وفي السنن الكبرى (۲۲۰۸/۱) حمیدی (۴۸۳) أبو يعلى (۲۳۹۶) ابن أبي شيبة (۲۴۶/۱۳) ابن حبان (۷۳۱۸)]

(۲) [بخاری (۲۷۶۵) کتاب الرقاق : باب كيف الحشر، مسلم (۲۸۵۹) کتاب الحنة وصفة نعيمها وأهلها : باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة، ابن ماجه (۴۲۷۶) کتاب الزهد : باب ذكر البعث، نسائی (۲۰۸۳) وفي السنن الكبرى (۲۲۱۱/۱)]

﴿ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعَدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴾ [الأنبياء: ۱۰۴]

”جیسے ہم نے پہلی مرتبہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے ہی رہیں گے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴾ [الأعراف: ۲۹]

”تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کرے گا۔“

چونکہ انسان پہلی مرتبہ دنیا میں بے ختنہ پیدا ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی تکمیل کے لیے اسے دوسری مرتبہ بھی بے ختنہ ہی اٹھائیں گے۔

ختنہ کے متعلق چند ضعیف و موضوع روایات

www.KitaboSunnat.com

(۱) ﴿ مَنْ أَسْلَمَ فَلْيُحْتَنِّ وَإِنْ كَانَ كَبِيرًا ﴾

”جو اسلام قبول کرے وہ ختنہ کرے خواہ وہ بڑی عمر کا ہی کیوں نہ ہو۔“ (۱)

(۲) ﴿ أَنْ أَلْقُفْ لَا يُتْرَكُ فِي الْإِسْلَامِ حَتَّى يَحْتَنِّ وَلَوْ بَلَغَ ثَمَانِينَ سَنَةً ﴾

”بے ختنہ آدمی کو اسلام میں برداشت نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ ختنہ کرالے خواہ وہ اسی برس کا ہو۔“ (۲)

(۳) نبی کریم ﷺ سے بے ختنہ آدمی کے حج کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَحُجُّ بَيْتَ اللَّهِ حَتَّى يَحْتَنِّ ﴾

”بے ختنہ آدمی بیت اللہ کا حج نہیں کر سکتا جب تک وہ ختنہ نہیں کرا لیتا۔“ (۳)

(۴) ﴿ الْأَقْلُفُ لَا تُقْبَلُ لَهُ صَلَاةٌ وَلَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَتُهُ ﴾

(۱) [مرسل: تلخیص الحییر لابن حجر (۸۲/۴)]

(۲) [موضوع: ضعیف الجامع الصغیر (۱۴۱۵) السلسلة الضعیفة (۲۹۹۷) بیہقی فی السنن الکبریٰ

(۳۲۴/۸)]

(۳) [ضعیف: بیہقی فی السنن الخیری (۳۲۴/۸) اس روایت کی سند میں معیہ بنت عبید بن ابی برزہ مجہول ہے۔

اسی لیے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ابن منذر نے خود ہی کہا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں کیونکہ اس کی سند مجہول ہے۔]

”بے ختنہ آدمی کی نہ تو نماز قبول کی جاتی ہے اور نہ ہی اس کا ذبیحہ کھایا جاتا ہے۔“ (۱)

(5) ﴿أَنَّ إِبْرَاهِيمَ خَتَنَ إِسْحَاقَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعَةِ أَيَّامٍ وَخَتَنَ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ بُلُوعِهِ﴾

”بلاشبہ ابراہیم علیہ السلام نے اسحق علیہ السلام کا ساتویں روز اور اسماعیل علیہ السلام کا بلوغت کے وقت ختنہ کیا۔“ (۲)

(6) ﴿وَلَدَ النَّبِيُّ مَخْتُونًا﴾

”نبی کریم ﷺ ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔“ (۳)



(۱) [ضعیف : کما فی فتح الباری لابن حجر (۵۵۳/۹) مصنف عبد الرزاق (۲۰۲۴) ۱۷۵/۱۱] بیہقی

[۳۲۵/۸]

(۲) [ضعیف : طبرانی فی الصغیر (۱۲۲/۲) بیہقی فی السنن الکبریٰ (۳۲۴/۸)]

(۳) [ضعیف : أبو نعیم فی الدلائل (۱۱۰/۱) بیہقی (۱۱۴/۱) طبقات ابن سعد (۱۰۳/۱) تاریخ

دمشق (۲۸۲/۱) امام ابن عبد البرؒ نے کہا ہے کہ اس روایت کی سند صحیح نہیں۔ [الاستیعاب (۲۲/۱)] اس

روایت کی سند میں ایک راوی یونس بن صدائک ہے جس کے متعلق امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ یہ عجیب عجیب

چیزیں روایت کرتا ہے جب یہ اکیلا ہو تو اس کے احتجاج درست نہیں۔ [المجروحین (۱۴۱/۳)] امام ابن

کثیرؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی صحت میں نظر ہے۔ [السیرۃ (۲۰۸/۱)] اسی معنی کی ایک اور روایت ہے اور

اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (( اَنِّیْ وَلِدْتُ مَخْتُونًا وَلَمْ یَرَ أَحَدٌ سَوَانِیْ )) ”میں ختنہ کیے ہوئے ہی

پیدا کیا گیا اور کسی نے بھی میری شرمگاہ نہیں دیکھی۔“ یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ [دیکھئے: ضعیف الجامع

الصغیر (۵۳۱۰)] امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ختنہ کیے ہوئے پیدا ہونے کے متعلق کچھ بھی

ثابت نہیں۔ [زاد المعاد (۱۸/۱)]

## عقیدہ کا بیان

## باب العقیقة

## فصل اول :

## عقیدہ کے مسائل

## عقیدہ کا معنی و مفہوم

عقیدہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو نو مولود بچے کی طرف سے پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔  
(صاحب قاموس) عقیدہ کھیرے کی اون کو اور اس بکری کو کہتے ہیں جو نو مولود بچے کے بال منڈانے کے وقت ذبح کی جاتی ہے۔ (۱)

(صاحب المعجم الوسیط) عقیدہ (کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں) (۱) ہر بچے کے وہ بال جو اسی وقت اُگ آتے ہیں جب بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے خواہ وہ انسان کا بچہ ہو یا سوسیشیوں کا۔ (۲) وہ جانور جسے نو مولود بچے کی طرف سے پیدائش کے ساتویں روز اس کے بال منڈانے کے وقت ذبح کیا جاتا ہے۔ (۲)

(ابن قدامہ) عقیدہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے نو مولود بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے۔ (۳)  
(ابن اثیر) عقیدہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے نو مولود بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے..... اور ان بالوں کو بھی کہا جاتا ہے جو بچے کے سر پر اس کی ماں کے پیٹ میں ہی نکل آتے ہیں۔ (۴)

(امیر صنعانی) عقیدہ ایسے ذبیحہ کو کہتے ہیں جو نو مولود بچے کی طرف سے قربان کیا جاتا ہے۔ (۵)

## عقیدہ کی مشروعیت

عقیدہ کرنا سنت مؤکدہ اور مستحب عمل ہے لہذا جو شخص استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنی اولاد کی طرف سے ضرور عقیدہ کرے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) [القاموس المحيط (ص/۸۳۹)]

(۲) [المعجم الوسیط (ص/۶۱۶)]

(۳) [المغنی (۳/۳۹۳)]

(۴) [النهاية (۳/۲۷۶-۲۷۷)]

(۵) [سبل السلام (۴/۱۸۷۱)]

(۱) حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ اللَّأَنَى ﴾

”بچے کے ساتھ عقیقہ (لازم) ہے لہذا تم اس کی طرف سے قربانی کرو اور اس سے تکلیف دور کرو (یعنی اس کا سرمٹاؤ)۔“ (۱)

(۲) حضرت سرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ تَذْبِیحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَتُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُسَمَّى ﴾

”ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہو رہا ہے، یہ اٹس کے ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ کا جانور) ذبح کیا جائے، اس کا سرمٹا لیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔“ (۲)

(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَكَبَّ أَنْ يُنْسِكَ عَنْهُ فَلْيُنْسِكْ ﴾

”جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو ضرور قربانی کرے۔“ (۳)

(شوکانیؒ) حاصل یہی ہے کہ عقیقہ اسلام کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔“ (۴)

(ابن قدامہؒ) عقیقہ سنت ہے عام اہل علم جن میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن قدامہؒ، فقہائے تابعین اور ائمہ امصار شامل ہیں، کا یہی قول ہے مگر اصحاب الرائے نے کہا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں

(۱) [بخاری (۵۴۷۱) کتاب العقیقہ : باب إمطة الأذى عن الصبي في العقیقة ' ابو داود (۲۸۳۹) کتاب الضحایا : باب في العقیقة ' ترمذی (۱۵۱۵) کتاب الأضاحی : باب ما جاء في العقیقة ' ابن ماجہ (۳۱۶۴) کتاب الذبائح : باب العقیقة ' احمد (۱۷/۴) دارمی (۸۱/۲) حمیدی (۸۲۳) شرح معانی الآثار (۴۵۹/۱) بیہقی (۲۹۹/۹)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجہ ' ابن ماجہ (۳۱۶۵) کتاب الذبائح : باب العقیقة ' صحیح ابو داود (۲۴۶۳) ابو داود (۲۸۳۸) کتاب الضحایا : باب في العقیقة ' ترمذی (۱۵۲۲) کتاب الأضاحی : باب العقیقة بشاة ' نسائی (۱۶۶/۷) ابن الجارود (۹۱۰) حاکم (۲۳۷/۴) احمد (۱۷/۵) دارمی (۸۱/۲) مشکل الآثار (۴۵۳/۱)]

(۳) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۷۶۳۰) صحیح ابو داود ' ابو داود (۲۸۴۲) کتاب الضحایا : باب في العقیقة ' احمد (۱۸۲/۲) نسائی (۱۶۲/۷) مشکل الآثار (۴۶۱/۱) حاکم (۲۳۸/۴)]

(۴) [السیل الحرار (۲۵۱/۳)]

ہے بلکہ جاہلیت کی ایک رسم ہے۔ (۱)

(ابن قیمؒ) اہل حدیث ان کے فقہاء اور جمہور اہل سنت کا کہنا ہے کہ عقیدہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ (۲)  
(علامہ البانیؒ) عقیدہ کرنا سنت ہے، یہ منسوخ نہیں ہوا۔ البتہ بعض احناف (اور صحیح احادیث سے غافل لوگ) کمزور احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے مشروعیت عقیدہ کے منسوخ ہو جانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ (۳)  
(شیخ جبرین) عقیدہ ایسی قربانی کو کہتے ہیں جو نو مولود بچے کی طرف سے ذبح کی جاتی ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہے۔ بعض علماء کے خیال میں واجب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ اپنے عقیدہ کے عوض گروی ہوتا ہے، پیدائش کے ساتویں روز اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔ لیکن یہ حدیث محض اس کی تاکید کا فائدہ دیتی ہے اور اصل عدم وجوب ہی ہے۔ (۴)

(شیخ ابن شمیمؒ) عقیدہ کے سنت یا واجب ہونے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہی ہے۔ (۵)

### مشروعیت عقیدہ کی حکمت

یقیناً اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور ہر نعمت کا شکر ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿وَالشُّكْرُ لِلنِّعَمِ ۖ إِنَّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَإِن كَفَرْتُمْ لَأُزِيدَنَّكُمْ ۖ﴾ [النحل: ۱۱۴]

”اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔“

ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾ [البقرة: ۱۰۲]

”سو تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا اور میری شکرگزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔“

اس لیے عقیدہ مشروع قرار دے دیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نعمت عطا کرنے پر اس کا شکر بھی ادا ہو

(۱) [المغنی لابن قدامة (۳۹۳/۱۳)]

(۲) [تحفة المودود (ص ۳۸۱)]

(۳) [ملخصاً، نظم الفرائد (۹۵/۲)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیہ (۳۲۴/۲)]

(۵) [فتاویٰ اسلامیہ (۳۲۴/۲)]



جائے اور اقرباء و دوست احباب کی ضیافت کے ساتھ ساتھ غرباء و مساکین کا بھی فائدہ ہو جائے۔  
(شیخ ابن شمیمؒ) بچے کا عقیقہ ایسی قربانی ہے جسے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اور نعمتِ اولاد پر اس کا شکر ادا کرنے کے لیے پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔ (۱)

### اگر عقیقہ کی طاقت نہ ہو

مندرجہ ذیل دلائل اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن: ۱۶]

”حسب استطاعت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔“

﴿لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ۲۸۶]

”اللہ تعالیٰ کسی نفس کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف میں نہیں ڈالتے۔“

﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا﴾ [البقرة: ۲۸۶]

”اے ہمارے رب! ہم پر اس قدر بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہیں۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

”جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جتنی تم میں طاقت ہو اس پر عمل کر لو۔“ (۲)

یہ بات اصول میں بھی ثابت ہے کہ

(( لَا يَجُوزُ التَّكْلِيفُ بِالْمُسْتَحِيلِ ))

”ناممکن کام کی تکلیف جائز نہیں ہے۔“ (۳)

(شیخ ابن شمیمؒ) اگر انسان اپنی اولاد کی پیدائش کے وقت فقیر ہو تو اس پر عقیقہ کرنا لازم نہیں کیونکہ وہ عاجز ہے اور عاجز ہونے کی وجہ سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔ (۴)

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۳۲۴/۲)]

(۲) [مسلم (۱۳۳۷) کتاب الحج : باب فرض الحج مرة في العصور نسائي (۱۱۰/۵ - ۱۱۱)]

(۳) [إرشاد الفحول (۳۰/۱) الإحكام للآمدی (۱۸۷/۱) المستصفی للغزالی (۷۴/۱) الوجیز (ص ۷۷)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیہ (۳۲۶/۲)]

## عقیقہ کے لیے کون سا جانور قربان کیا جائے؟

احادیث میں عقیقہ کے لیے جن جانوروں کی قربانی کا ذکر ملتا ہے وہ بکری (یعنی نر یا مادہ) اور دنبہ ہے جیسا کہ چند ایک حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿عَنْ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنْ الْجَارِيَةِ شَاةً﴾

”لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (قربان کی جائے)۔“ (۱)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلَحَبٌ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنْ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنْ الْجَارِيَةِ شَاةً﴾

”جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کر دے۔“ (۲)

(3) ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿عَنْ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنْ الْأُنْثَى وَاحِدَةً﴾

”(ہاں) لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک (بکری قربان کرو)۔“ (۳)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۴۵۸) إرواء الغلیل (۳۹۰/۴) ابو داود (۲۸۳۴) کتاب الضحایا: باب

فی العقیقة، نسائی (۱۶۵/۷) دارمی (۸۱/۲) ابن حبان (۱۰۶۰) - الموارد) احمد (۳۸۱/۶) حمیدی

(۱۶۷/۱) عبد الرزاق (۷۹۵۳) بیہقی (۳۱۰/۹)]

(۲) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (۷۶۳۰) صحیح ابو داود، ابو داود (۲۸۴۲) کتاب الضحایا: باب

فی العقیقة، احمد (۱۸۲/۲) نسائی (۱۶۲/۷) مشکل الآثار (۴۶۱/۱) حاکم (۲۳۸/۴) بیہقی

(۳۰۰/۹) امام حاکم اور امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

(۳) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۱۵۱۶) کتاب الأضاحی: باب ما جاء فی العقیقة، احمد

(۳۸۱/۶) نسائی (۱۶۵/۷) ابن حبان (۱۰۵۹) - الموارد) حاکم (۲۳۷/۴) دار قطنی (۲۷۰/۴)

بیہقی (۳۰۱/۹) حمیدی (۱۶۶/۱) شرح السنة (۲۶۵/۱۱)]

﴿أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ أَنْ يُعَقَّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَ عَنِ الْحَارِيَةِ شَاةً﴾  
 ”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ قربان کی جائے۔“ (۱)

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿عَقَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بَكْبَشَيْنِ كَبْشَيْنِ﴾  
 ”رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دودھ بنے ذبح کیے۔“ (۲)  
 معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے عقیقہ کے لیے صرف بکری اور دنبے کا ہی ذکر کیا ہے اس لیے صرف یہی جانور ذبح کرنے چاہیں۔ تاہم بعض علماء نے عقیقہ کے لیے اونٹ اور گائے کی قربانی کو بھی درست قرار دیا ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ

﴿وَالْحَمْهُورُ عَلَى إِحْزَاءِ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ﴾

”اور جمہور گائے اور بکری کو (عقیقہ کے لیے) کافی قرار دیتے ہیں۔“ (۳)

اور دکتور وہبہ زحیلی نقل فرماتے ہیں کہ عقیقہ بھی قربانی کی طرح انعام یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریوں سے کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گائے اور اونٹ سے عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔“ (۴)  
 جن حضرات نے عقیقہ کے لیے اونٹ اور گائے کی قربانی کو بھی جائز کہا ہے ان کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت ہے جس میں یہ لفظ ہیں:

﴿يُعَقُّ عَنْهُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ﴾

”بچے کی طرف سے اونٹ، گائے اور بکری سے عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔“

لیکن یہ روایت ثابت نہیں۔ (۵)

(۱) [مصنف عبد الرزاق (۲۴۲۳۶) کتاب العقیقہ]

(۲) [صحیح : صحیح نسائی (۳۹۳۵) إرواء الغلیل (۱۱۶۴) نسائی (۴۲۲۴) کتاب العقیقہ : باب کم

يعق عن الحارِية]

(۳) [نبیل الأوطار (۵۰۶/۳)]

(۴) [الفقه الإسلامی وأدلته (۶۳۷/۳)]

(۵) [طبرانی صغیر (۸۴/۱) فتح الباری (۱۱/۱۱) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مسعد بن السبع راوی

کذاب ہے۔ [مجمع الزوائد (۶۱/۴)]

ثابت ہوا کہ صحیح احادیث میں صرف بکری اور دنبہ ذبح کرنے کا ذکر ملتا ہے اس لیے عقیقہ میں صرف انہی جانوروں کو قربان کیا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

□ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ عقیقہ صرف بھیڑ یا بکری سے ہی کیا جائے گا، گائے اور اونٹ سے نہیں۔ (۱)

### عقیقہ کے جانور نہ ہوں یا مادہ؟

عقیقہ کے لئے نہ زراور مادہ دونوں طرح کے جانور قربان کیے جاسکتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿عَنِ الْغُلَامِ شَتَانٍ وَعَنْ الْأُنْثَى وَاحِدَةً وَلَا يَصْرُكُكُمْ ذُكْرَانَا كُنْ أُمَّ إِنَانَا﴾  
”لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے“ (یہ جانور) نہ ہوں یا مادہ تمہیں کوئی چیز نقصان نہیں دے گی۔“ (۲)

### عقیقہ کے لیے کتنے جانور قربان کیے جائیں

لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کی جائے گی جیسا کہ گزشتہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔ البتہ حدیث کے یہ لفظ کہ ”دونوں بکریاں برابر ہوں“ کے متعلق امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں جانور عمر میں برابر ہوں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے ایک دو نڈا ہو اور دوسرا دو نڈا نہ ہو۔ (۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی جس روایت میں ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَقَّ عَنْ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا﴾  
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔“ (۴)

(۱) [احکام و مسائل (۴۴۷/۱)]

(۲) [صحیح : صحیح موارد الظمان للالبانی (۸۸۵) کتاب الأضاحی : باب ماجاء فی العقیقہ ، المشکاة (۴۱۵۲) إرواء الغلیل (۳۹۰/۴) صحیح ابو داود (۲۵۲۵)]

(۳) [معالم السنن (۲۸۴/۴)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود ، ابو داود (۲۸۴۱) کتاب الضحایا : باب فی العقیقہ ، نسائی (۱۶۵/۷) مشکل التاتار (۴۵۷/۱) عبد الرزاق (۷۸۶۲) شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح تو ہے لیکن اس سے بھی زیادہ صحیح سنن نسائی کی وہ حدیث ہے جس میں ”کبشین کبشین“ یعنی دو دو دنبے قربان کرنے کا ذکر ہے۔ [صحیح ابو داود (۲۴۶۶)]

اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ جن احادیث میں دو بکریوں کا ذکر ہے وہ زیادتی پر مشتمل ہیں لہذا اس حیثیت سے وہ قبول کیے جانے کی زیادہ مستحق ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو دو بکریاں ذبح کیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اصول میں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ قول کو فعل پر ترجیح حاصل ہوتی ہے (یعنی اگرچہ آپ ﷺ نے خود لڑکے کی طرف سے بھی ایک جانور ذبح کیا ہے لیکن ہمیں لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنے کا کہا ہے اس لیے ہمیں اس پر عمل کرتے ہوئے لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنے چاہئیں)۔

(شوکانیؒ) آپ ﷺ کا ایک بکری پر اکتفاء کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ (لڑکے کی طرف سے) دو بکریاں متعین نہیں بلکہ مستحب ہیں اور ایک بکری مستحب نہیں بلکہ جائز ہے۔ (۱)

درج بالا بحث سے معلوم ہوا کہ لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنا ہی زیادہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اس لیے اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی شخص مالی کمزوری یا کسی اور وجہ سے ایک ہی جانور ذبح کرتا ہے تو کفایت کر جائے گا۔

□ نیز یہ بھی یاد رہے کہ عقیقہ کرنے کے لیے گائے یا اونٹ میں کنسی کے ساتھ حصہ ڈالنا درست نہیں۔ کیونکہ عقیقہ کے لیے رسول اللہ ﷺ سے صرف یہی ثابت ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور قربان کیا جائے۔

(ابن قیمؒ) یقیناً رسول اللہ ﷺ کی سنت زیادہ لائق اتباع ہے اور آپ ﷺ نے قربانی کے بارے میں (گائے وغیرہ میں) زیادہ آدمیوں کی شرکت کو مسنون قرار دیا ہے جبکہ عقیقہ کے متعلق آپ ﷺ نے لڑکے کی طرف سے دو مستقل قربانی کے جانور مسنون قرار دیے ہیں لہذا کوئی اونٹ یا گائے ان دونوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ (واللہ اعلم) (۲)

عقیقہ کا جانور قربان کرتے وقت بسم اللہ کہنا

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ

(۱) [مزید دیکھئے: نیل الأوطار (۳/۵۰۱)]

(۲) [تحفة المودود (ص ۷۷)]

﴿يُسَمَّى عَلَى الْعَقِيقَةِ كَمَا يُسَمَّى عَلَى الْأُضْحِيَّةِ: بِسْمِ اللَّهِ عَقِيقَةً فَلَانٍ﴾  
 ”عقیقہ پر اسی طرح بسم اللہ کہنی چاہیے جیسے قربانی پر بسم اللہ کہی جاتی ہے (مثلاً) بِسْمِ اللَّهِ عَقِيقَةً فَلَانٍ (اللہ کے نام کے ساتھ فلاں کا عقیقہ کیا جاتا ہے)۔“ (۱)

### عقیقہ کے جانور کے لیے قربانی کے جانور کی شرائط

احادیث میں مطلقاً شاة یا شاتین کا لفظ ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عقیقہ کے جانور میں قربانی کے جانور کی شرائط عائد نہیں کی جائیں گی۔

(شوکانی) ”تحقیق شاتین“ (یعنی دو بکریوں کے لفظ) کے مطلق طور پر ذکر سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عقیقہ کے جانور میں وہ شرائط عائد نہیں کی جائیں گی جو قربانی کے جانور کی ہیں اور یہی بات برحق ہے۔ (۲)  
 (عبد الرحمن مبارکپوری) اصلاً کسی بھی صحیح حدیث سے یہ شرائط عائد کرنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ نہ ہی کسی ضعیف حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور جو لوگ یہ شرائط لگانے کے قائل ہیں ان کے پاس قیاس کے سوا کوئی دلیل نہیں۔ (۳)

تاہم عقیقہ کے جانور کے ساتھ متقارب یا مساوی کی قید اس بات کی متقاضی ہے کہ شریعت نے قربانی کے جانور میں جن عیوب و نقائص سے بچنے کا حکم دیا ہے انہیں عقیقہ کے جانور میں بھی پیش نظر رکھا جائے۔  
 (واللہ اعلم)

(ابن قدامہ) بلاشبہ عقیقہ کے جانور میں بھی ان عیوب سے بچا جائے گا جن سے قربانی (کے جانور) میں اجتناب کیا جاتا ہے۔ (۴)

### عقیقہ کا وقت

✽ عقیقہ بچے کی پیدائش کے ساتویں روز کرنا چاہیے:

حضرت سرہنشی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [مصنف عبد الرزاق (۲۴۲۶۰) کتاب العقیقة]

(۲) [نبیل الأوطار (۵۰۶/۳)]

(۳) [تحفة الأحمدي (۹۹/۵)]

(۴) [المغنی (۳۹۹/۱۳)]

﴿كُلُّ غُلَامٍ مَرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُسَمَّى﴾  
 ”ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے پیدائش کے ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ کا جانور) ذبح کیا جائے اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔“ (۱)

(ترمذی) اسی پر اہل علم کا عمل ہے کہ وہ ساتویں روز بچے کی طرف سے عقیقہ کا جانور ذبح کرنا مستحب سمجھتے ہیں۔ (۲)

(ابن قدامہ) ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ ساتویں دن (عقیقہ کا جانور) ذبح کیا جائے۔ (۳)  
 (امیر صنعانی) حدیث میں موجود ان الفاظ ”یوم سابع“ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ عقیقہ کا وقت (بچے کی پیدائش کا) ساتواں دن ہے۔ (۴)

❁ ساتویں روز کے بعد عقیقہ کرنے کا حکم:

ساتویں روز کے بعد بھی عقیقہ کیا جاسکتا ہے خواہ بچہ بالغ ہی کیوں نہ ہو گیا ہو کیونکہ وہ بچہ ابھی تک گروی ہے اور اسے گروی سے چھڑانے کے لیے عقیقہ ہی کرنا پڑے گا۔ اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں روز کے بعد چودھویں یا کیسویں روز عقیقہ کرنا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿تُذْبَحُ لِسَبْعٍ أَوْ لِأَرْبَعٍ عَشْرَةٍ أَوْ لِإِحْدَى وَعِشْرِينَ﴾

”عقیقہ کا جانور ساتویں روز ذبح کیا جائے یا چودھویں روز یا کیسویں روز۔“ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) ہاں (ساتویں روز کے بعد بھی) عقیقہ کفایت کر جاتا ہے لیکن پیدائش کے ساتویں روز سے اسے مؤخر کر دینا خلاف سنت ہے اور ہر لڑکا اور لڑکی جو بچپن میں فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے مومن والدین میں سے اس کو نفع دے گا جس نے صبر کیا۔“ (۶)

(۱) صحیح: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۳۱۶۵) کتاب الذنائب: باب العقیقة، صحیح ابو داود

(۲) (۲۴۶۳) ابو داود (۲۸۳۸) کتاب الضحایا: باب فی العقیقة

(۳) [ترمذی (بعد الحدیث) ۱۵۲۲]

(۴) [المعنی (۳۹۶/۱۳)]

(۵) [مسئل السلام (۱۸۷۲/۴)]

(۶) [صحیح الجامع الصغیر (۴۰۱۱)]

(۷) [فتاویٰ اسلامیہ (۳۲۵۰۲)]

ایک اور فتویٰ کے الفاظ یوں ہیں کہ اگر ساتواں روز گزر جائے اور بچے کی طرف سے عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو بعض فقہاء کا خیال ہے کہ اس کے بعد اس کی طرف سے عقیقہ کرنا مسنون نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ساتواں روز ہی اس کا وقت مقرر کیا ہے۔

تاہم حنابلہ اور فقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس کی طرف سے بھی عقیقہ کرنا مسنون ہے خواہ ایک ماہ کے بعد کیا جائے یا سال کے بعد یا اس سے بھی زیادہ مدت کے بعد۔“ (۱)

❁ اگر کوئی ساتویں روز سے پہلے عقیقہ کر لے:

ایسا شخص سنت کی خلاف ورزی کرنے والا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عقیقہ کے لیے جو دن مقرر فرمایا ہے وہ پیدائش کا ساتواں روز ہے۔ تاہم بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ساتویں روز سے پہلے ہی عقیقہ کر لیتا ہے تو بچہ گروی سے تو آزاد ہو جائے گا، لیکن وہ شخص سنت کو نہیں پاسکے گا کیونکہ سنت یہی ہے کہ ساتویں روز عقیقہ کیا جائے۔ (واللہ اعلم)

❁ اگر بچہ ساتویں روز سے پہلے فوت ہو جائے:

عقیقہ کا وقت ساتواں دن مقرر کیا گیا ہے اور اس سے پہلے فوت ہونے والے بچے پر چونکہ یہ وقت آیا ہی نہیں اس لیے اس کی طرف سے عقیقہ بے معنی ہے۔ ٹھیک اُسی طرح جیسے زوالِ آفتاب سے پہلے اگر کوئی نماز ظہر ادا کرتا ہے تو حتمی طور پر اس کی کچھ حیثیت نہیں ہوگی۔ (واللہ اعلم)

(شوکانی) حدیث کے ان الفاظ ”یوم سابعہ“ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ

﴿فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ وَقْتَ الْعَقِيقَةِ سَابِعُ الْوِلَادَةِ وَأَنَّهَا تَفُوتُ بَعْدَهُ وَتَسْقُطُ إِنْ مَاتَ قَبْلَهُ﴾

”اس میں دلیل ہے کہ عقیقہ کا وقت ولادت کا ساتواں روز ہے اور یقیناً عقیقہ اس (دن) کے بعد فوت ہو جاتا ہے اور اگر وہ بچہ اس (دن) سے پہلے فوت ہو جائے تو (عقیقہ) ساقط ہو جاتا ہے۔“ (۲)

کیا انسان خود اپنا عقیقہ کر سکتا ہے؟

اگر کسی کے والدین عقیقہ کے مسائل سے لاعلمی و جہالت یا غربت و افلاس یا کسی اور وجہ سے اس کا اپنی زندگی میں عقیقہ نہ کر سکے ہوں تو وہ خود بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے کیونکہ وہ عقیقہ کے عوض گروی ہے جیسا کہ

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۲/۳۲۶)]

(۲) [نیل الأوطار (۳/۴۹۹)]



صحیح حدیث میں ہے۔ اس لیے گروی سے آزاد ہونے کے لیے اسے عقیقہ کر لینا چاہیے۔ (واللہ اعلم)  
(عطاء، حسن) انسان اپنی طرف سے بھی عقیقہ کر سکتا ہے کیونکہ یہ اس کی طرف سے مشروع ہے اور اس لیے بھی کہ وہ عقیقہ کے عوض گروی ہے لہذا مناسب یہی ہے کہ اس کے لیے اپنے نفس کو (گروی سے) چھڑانا مشروع قرار دیا جائے۔

البتہ حنا بلہ اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام احمدؒ نے اس مسئلہ کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ (یعنی عقیقہ کرنا صرف) والد کی ذمہ داری ہے (بچے کی نہیں)۔ (۱)  
(شافعی) اگر عقیقہ بلوغت تک مؤخر ہو جائے تو اس شخص سے (عقیقہ کرنے کا حکم) ساقط ہو جائے گا جو اس بچے کی طرف سے عقیقہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اگر وہ خود اپنی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ (۲)

### عقیقہ کی بجائے جانور کی قیمت صدقہ کر دینا

افضل یہ ہے کہ جانور کی قیمت صدقہ کرنے کے بجائے عقیقہ کیا جائے کیونکہ یہی مسنون ہے اور اسی کی نبی کریم ﷺ نے تلقین فرمائی ہے۔

(ابن قدامہ) عقیقہ کی قیمت صدقہ کرنے سے عقیقہ کے جانور کو ذبح کر دینا افضل ہے۔ امام احمدؒ نے اس پر نص بیان کی ہے اور کہا ہے کہ جب کسی کے پاس اس قدر مال نہ ہو کہ جس سے عقیقہ کر سکے تو قرض لے لے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے سنت زندہ کرنے کی وجہ سے پورا پورا بدلہ دے گا۔ امام ابن منذرؒ نے کہا ہے کہ امام احمدؒ نے حج فرمایا ہے (یقیناً) سنتوں کو زندہ کرنا اور ان کی اتباع کرنا ہی افضل ہے اور اس کے متعلق ان روایات میں 'کہ جنہیں ہم نے روایت کیا ہے' اس قدر تاکید وارد ہوئی ہے جو اس کے علاوہ کسی اور مسئلہ میں وارد نہیں ہوئی اور کیونکہ یہ ایسا ذبیحہ ہے کہ جس کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے لہذا ولیمہ اور قربانی کی طرح یہی زیادہ اولیٰ ہے۔ (۳)

(ابن قیم) جانور کی قیمت صدقہ کرنے سے جانور ذبح کرنا ہی افضل ہے خواہ عام قربانی کے جانوروں کی قیمت سے زیادہ رقم ہی کیوں نہ صدقہ کر دی جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ نفس قربانی اور خون بہانا (شریعت

(۱) [المغنی (۳۹۷/۱۳)]

(۲) [نبیل الأوطار (۵۰۰/۳)]

(۳) [المعنی (۳۹۵/۱۳)]

میں) مطلوب و مقصود ہے کیونکہ یہ عبادت ہے اور اسے قرآن میں نماز کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ”اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔“ (۱)

□ حافظ عبد المنان نوری پوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر عقیقہ کے لیے جانور خریدنے کی بجائے ان جانوروں کی قیمتیں حسب بھادیا حسب توفیق کسی غریب آدمی، بیوہ عورت یا یتیم بچوں کو دے دے جو اپنی گزران سے تنگ ہوں اور وہ ان پیسوں سے اپنا نان و نفقہ یا لباس وغیرہ کا انتظام کر سکیں تو کیا اس صورت میں عقیقہ ہو جائے گا یا جانور ہی ذبح کرنا پڑے گا؟

تو حافظ صاحب نے جواب میں کہا کہ یہ طریقہ درست نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں عقیقہ میں ذبح کرو اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ اور مذکورہ طریقہ اختیار کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل نہیں ہوتا۔ (واللہ اعلم) (۲)

### نا تمام بچے کی طرف سے عقیقہ کا حکم

اگرچہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر بچہ روح پھونکے جانے کے بعد پیدا ہو تو اس کا عقیقہ کیا جائے گا لیکن ہمارے علم کے مطابق نا تمام بچے پر چونکہ ساتواں روز نہیں آیا اور عقیقہ کے لیے پیدائش کا ساتواں روز مقرر کیا گیا ہے اس لیے ایسے بچے کا عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔

(سعودی مجلس افتاء) نا تمام بچے کی طرف سے عقیقہ نہیں ہے اگرچہ یہ بھی واضح ہو جائے کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی جبکہ وہ روح پھونکے جانے سے پہلے ساقط ہو جائے کیونکہ اسے غلام اور مولود (یعنی بچہ) کے نام سے موسوم نہیں کیا جاسکتا اور عقیقہ کا جانور پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔ (۳)

### میت کی طرف سے عقیقہ

اہل علم کا کہنا ہے کہ فوت ہونے والا بچہ ہو (بشرطیکہ اس پر ساتواں روز گزر چکا ہو) یا والد دونوں کی طرف سے عقیقہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بچے کو اپنے عقیقہ کے عوض گروی قرار دیا ہے اور گروی کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی کے فوت ہونے کے بعد بھی چھڑایا جاسکتا ہے۔ (واللہ اعلم)

(۱) [تحفة المودود (ص ۶۵۱)]

(۲) [احکام و مسائل (۱/۴۴۸)]

(۳) [فتاویٰ اسلامیہ (۲/۳۲۶)]

البتہ شیخ ابن شمیمؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ میت کی طرف سے عقیقہ تو نہیں کیا جائے گا لیکن اس کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جاسکتی ہے اور اگر کسی نیک عمل کا ثواب میت کو ہدیہ کر دیا جائے مثلاً اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کر دی جائے یا مسلمان دور کعت نماز ادا کرے یا قرآن کا کچھ حصہ تلاوت کرے اور نیت کرے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ان تمام کاموں سے دعا ہی افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اسی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔“ (۱)

### زندہ والدین کی طرف سے عقیقہ

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کہ ”ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے“ سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی طرف سے اگر عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو اولاد بھی ان کی طرف سے عقیقہ کر سکتی ہے کیونکہ گروی کوئی بھی چھڑا سکتا ہے۔ (واللہ اعلم)

### عقیقہ کے جانور کے گوشت اور کھال کا مصرف

عقیقہ کے جانور کے گوشت اور کھال کے کسی خاص استعمال کے متعلق احادیث میں کہیں ذکر موجود نہیں اس لیے انہیں بھی اسی طرح استعمال کر لینا چاہیے جیسے قربانی کا گوشت اور کھال استعمال کی جاتی ہے۔ (دکتور وہبہ زحلی) عقیقہ کے (جانوروں کے) گوشت اور چمڑے کا حکم قربانیوں کی طرح ہی ہے۔ (یعنی) ان کا گوشت کھایا جاسکتا ہے اور اس سے صدقہ کیا جاسکتا ہے اور اس سے کوئی چیز فروخت نہیں کی جاسکتی۔ (۲)



(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۲/۳۲۵)]

(۲) [الفقہ الاسلامی وأدلته (۳/۶۳۹)]

## فصل دوم:

## نومولود سے متعلقہ متفرق مسائل

## بچے کا سرمنڈانا

پیدائش کے ساتویں روز بچے کا سرمنڈا کر اس کے سر کی پیدائشی آلائش کو صاف کر کے اسے نہلانا چاہیے جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿كُلُّ غُلَامٍ رَهِيئَةٌ بِعَقِيْقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمَّى﴾

”ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے پیدائش کے ساتویں روز اس کی طرف سے جانور قربان (کر کے عقیقہ) کیا جائے اس کے سر کے بال منڈائے جائیں اور اس کا نام رکھا جائے۔“ (۱)

## بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ

جب بچے کا سرمنڈا دیا جائے تو اس کے سر سے اترنے والے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دینا بھی مشروع ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنْ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَقَالَ يَا فَاطِمَةُ احْلِقِي رَأْسَهُ وَتَصَدَّقِي بِزَنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةً﴾

”رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا اے فاطمہ!

اس کا سرمنڈاؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔“ (۲)

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۴۶۳) ابو داود (۲۸۳۸) کتاب الضحایا : باب فی العقیقة ، ترمذی

(۱۵۲۲) کتاب الأضاحی : باب العقیقة بشاة ، ابن ماجہ (۳۱۶۵) کتاب الذبائح : باب العقیقة ،

نسائی (۱۶۶/۷) ابن الجادود (۹۱۰) حاکم (۲۳۷/۴) احمد (۱۷/۵) دارمی (۸۱/۲) مشکلی الآثار

[[۴۵۳/۱]

(۲) [حسن : صحیح ترمذی ، ترمذی (۱۵۱۹) کتاب الأضاحی : باب العقیقة بشاة ، صحیح الجامع

الصغیر (۶۹۶۰) مشکاة (۴۱۵۴) اسی معنی کی حدیث مسند احمد (۳۹۰/۶) اور السنن الکبری

للبيهقي (۳۰۴/۹) میں بھی ہے۔ شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ [التعلیق علی السیل الحرار

[[۲۵۲/۳]

- (شوکانیؒ) عقیقہ کی تابع اشیاء میں سے بچے کے سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کر دینا بھی ہے۔ (۱)
- (ابن قدامہؒ) اور اگر کوئی بچے کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دے تو بہتر ہے۔ (۲)
- (سید سابقؒ) یہ بھی مسنون ہے کہ بچے کے لیے اچھا نام تجویز کیا جائے اور اس کے بال منڈائے جائیں اور ان کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ کر دیا جائے اگر یہ میسر ہو۔ (۳)

### بچے کے بال منڈوا کر سر پر خوشبو لگانا

(۱) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وَلَدَ لِحَدِيثَا غُلَامَ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا فَلَمَّا جَاءَ اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ كُنَّا نَذْبِغُ شَاةً وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنَلَطُخُهُ بِزَعْفَرَانٍ﴾

”جاہلیت میں جب ہم میں سے کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو ہم بکری ذبح کرتے اور اس کا خون بچے کے سر پر ملتے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام نازل فرمادیا تو ہم بکری ذبح کرتے، بچے کا سر منڈواتے اور اس کے سر پر زعفران (کی خوشبو) ملتے۔“ (۴)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿كَانُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا عَقُّوا عَنِ الصَّبِيِّ خَضَبُوا بِدَمِ الْعَقِيقَةِ فَإِذَا حَلَقُوا رَأْسَ الصَّبِيِّ وَضَعُوهُ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "اجْعَلُوا مَكَانَ الدَّمِ خَلُوقًا"﴾

”جاہلیت میں لوگ جب بچے کی طرف سے عقیقہ کرتے تو عقیقہ کے خون کے ساتھ روئی کا ایک ٹکڑا رنگ دیتے پھر جب بچے کا سر منڈاتے تو اس ٹکڑے کو بچے کے سر پر رکھ دیتے پس نبی ﷺ نے فرمایا ”تم

(۱) [السبل الحرار (۲۰۲/۳)]

(۲) [المغنی (۳۹۷/۱۳)]

(۳) [فقہ السنة (۱۹۹/۳)]

(۴) [حسن صحیح : صحیح ابو داود، ابو داود (۲۸۴۳) کتاب الضحایا : باب فی العقیقة، طحاوی فی مشکل الآثار (۴۵۶/۱) مستدرک حاکم (۲۶۶/۴) بیہقی (۳۰۳/۹) امام حاکمؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ نیز حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

خون کی جگہ خلوق (ایک قسم کی خوشبو) رکھا کرو۔“ (۱)

خلوق کے متعلق امام ابن اثیر رقمطراز ہیں کہ

﴿ وَهُوَ طِيبٌ مَعْرُوفٌ مُرَكَّبٌ يَتَّخِذُ مِنْ زَعْفَرَانَ وَغَيْرِهِ مِنْ أَنْوَاعِ الطِّيبِ وَتَغْلِبُ عَلَيْهِ الْحُمْرَةُ وَالصُّفْرَةُ ﴾

”یہ ایک معروف مرکب خوشبو ہے جسے زعفران اور دیگر خوشبو کی اقسام سے بنایا جاتا ہے اور اس پر

سرخ اور زرد رنگ غالب ہوتا ہے۔“ (۲)



(۱) [صحیح: صحیح موارد الظمان (۸۸۳) کتاب الأضاحی: باب ما جاء فی العقیقة، سلسلة الأحادیث

الصحيحة (۴۶۳، ۲۴۵۲) إرواء الغلیل (۳۸۹/۴)

(۲) [النهاية لابن الأثير (۶۸/۲)]

## باب مسائل الصبيان

## بچوں سے متعلق مسائل کا بیان

### بچوں کو چومنا

بچوں کو چومنا مستحب ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿قَبَّلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْفَرْعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا فَقَالَ الْفَرْعُ إِنَّ لِي عَشْرَةَ مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا فَتَنَظَّرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يَرْحَمُ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا۔ آپ ﷺ کے پاس حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ میرے دس بیٹے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو (بھی) کبھی بوسہ نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو مخلوق خدا پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔“ (۱)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ تَقْبَلُونَ الصَّبِيَّانَ فَمَا تَقْبَلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللَّهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ﴾

”ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں، ہم تو انہیں بوسہ نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔“ (۲)

(۱) [بخاری (۵۹۹۷) کتاب الأدب : باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، مسلم (۲۳۱۸) کتاب الفضائل :

باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال وتواضعه وفضل ذلك، مسند احمد (۷۱۲۴) ابو داود (۵۲۱۸)

کتاب الأدب : باب فی قبلة الرجل ولده، ترمذی (۱۹۱۱) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی رحمة

الولد، حمیدی (۱۱۰۶) ابن حبان (۴۵۷) بیہقی (۱۰۰/۷)]

(۲) [بخاری (۵۹۹۸) کتاب الأدب : باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، مسلم (۲۳۱۷) کتاب الفضائل :

باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال وتواضعه وفضل ذلك، الأدب المفرد (۹۰) ابن ماجہ (۳۶۶۵)

کتاب الأدب : باب بر الوالد والاحسان الى البنات، مسند احمد (۲۴۳۴۵) ابن حبان (۵۵۹۵) شرح

السنة للبیہقی (۳۴۴۷)]

## بچوں کے پیشاب کا حکم

اگر دودھ پیتا بچہ کسی جگہ یا کپڑے وغیرہ پر پیشاب کر دے تو اس پر صرف پانی کے چھینٹے مار دینا ہی اسے پاک کرنے کے لیے کافی ہے لیکن اگر بچی پیشاب کر دے تو اس جگہ یا کپڑے وغیرہ کو دھویا جائے گا۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يُغَسَّلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرْسُ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ﴾

”لڑکی کے پیشاب سے آلودہ کپڑا دھویا جائے گا اور لڑکے کے پیشاب سے آلودہ کپڑے پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں گے۔“ (۱)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فِي بَوْلِ الْغُلَامِ الرُّضِيعِ يُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ وَيُغَسَّلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیتے بچے کے پیشاب کے متعلق فرمایا کہ لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے۔“ (۲)

(3) حضرت ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَجَلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَرِهِ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ﴾

”وہ اپنے چھوٹے بچے کو لے کر جو کہ ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں۔ اس

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۳۶۲) کتاب الطہارۃ: باب بول الصبی یصیب الثوب، أبو داود (۳۷۶)]

نسائی (۱۵۸/۱) ابن ماجہ (۵۶۶) الکنی للدولابی (۳۷/۱) ابن خزیمہ (۲۸۳) بیہقی (۴۱۵/۲) دار

قطنی (۱۳۰/۱) حاکم (۱۶۶/۱) أبو نعیم (۶۲/۹)]

(۲) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۶۱۰) کتاب الجمعة: باب ما ذکر فی نضح بول الغلام الرضيع،

صحیح أبو داود (۳۶۴) کتاب الطہارۃ: باب بول الصبی یصیب الثوب، أبو داود (۳۷۸) ابن ماجہ

(۵۲۵) کتاب الطہارۃ وسننہا: باب ما جاء فی بول الصبی الذی لم یطعم، أحمد (۷۶/۱) شرح

معانی الآثار (۹۲/۱) دار قطنی (۱۲۹/۱) حاکم (۱۶۰/۱) بیہقی (۴۱۵/۲) ابن خزیمہ (۲۸۴) ابن

حبان (۲۴۷) شرح السنة (۳۸۶/۱)]



بچے نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پانی منگوا یا اور اس کپڑے پر پانی کے چھینٹے مارے اور اسے دھویا نہیں۔“ (۱)

(۴) حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ

﴿كَانَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فِي حَجَرٍ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبَالَ عَلَيْهِ فَقُلْتُ الْبَسُ نَوْبًا وَأَعْطَنِي إِذَا رَكَ حَتَّىٰ أَغْسِلَهُ قَالَ إِنَّمَا يُغَسَّلُ مِنْ بَوْلِ الْأُنْثَىٰ وَيَنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ﴾  
 ”حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے گود میں تھے کہ انہوں نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا میں نے کہا، آپ کوئی اور کپڑا پہن لیجئے اور یہ اپنا تہبند مجھے دیتے ہیں اسے دھو دیتی ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا، صرف لڑکی کے پیشاب سے آلودہ کپڑا دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب سے آلودہ کپڑے پر چھینٹے مارے جاتے ہیں۔“ (۲)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿فَأَتَيْتِ بِصَبِيٍّ قَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتَبَعَهُ بَوْلُهُ وَلَمْ يُغْسِلَهُ﴾  
 ”رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا، اس نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا اور اسے دھویا نہیں۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۲۲۳) کتاب الوضوء: باب بول الصبیان، مسلم (۲۸۷) کتاب الطہارۃ: باب حکم بول الطفل الرضيع وکیفیۃ غسلہ، أحمد (۳۵۵/۶) أبو داود (۳۷۴) کتاب الطہارۃ: باب بول الصبی یصیب الثوب، ترمذی (۷۱) کتاب الطہارۃ: باب ما جاء فی نضح نول الغلام قبل أن یطعم، نسائی (۱۵۷/۱) ابن ماجہ (۵۲۴) کتاب الطہارۃ وسننہا: باب ما جاء فی بول الصبی الذی لم یطعم، حمیدی (۳۴۳) ابن الجارود (۱۳۹) أبو عوانہ (۲۰۲/۱) أبو داود طیالسی (۱۶۳۶) ابن خزیمہ (۱۴۴/۱) شرح معانی الآثار (۹۲/۱) بیہقی (۴۱۴/۲) شرح السنۃ (۳۸۴/۱)]

(۲) [صحیح: صحیح أبو داود (۳۶۱) کتاب الطہارۃ: باب بول الصبی یصیب الثوب، أبو داود (۳۷۵) ابن ماجہ (۵۲۲) کتاب الطہارۃ وسننہا: باب ما جاء فی بول الصبی الذی لم یطعم، شرح معانی الآثار (۹۲/۱) حاکم (۱۶۶/۱) بیہقی (۴۱۴/۲) ابن خزیمہ (۲۸۲) شرح السنۃ (۳۸۵/۱) طبرانی کبیر (۵/۳)]

(۳) [مسلم (۲۸۶) کتاب الطہارۃ: باب حکم بول الطفل الرضيع وکیفیۃ غسلہ، بخاری (۲۲۲) کتاب الوضوء: باب بول الصبیان، ابن ماجہ (۵۲۳) کتاب الطہارۃ وسننہا: باب ما جاء فی بول الصبی الذی لم یطعم، أحمد (۵۲۶/۶)]

## کیا بچوں کی نجاست دھونے والی عورت کا وضوء ٹوٹ جائے گا؟

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ میں نے وضوء کے بعد اپنے بچوں کی نجاست دھوئی، کیا اس طرح میرا وضوء ٹوٹ گیا؟

تو مجلس افتاء نے جواب دیا کہ

باد وضوء یا بے وضوء شخص کے جسم سے نجاست دھونا ناقض وضوء نہیں ہے۔ البتہ اگر بچے کی شرمگاہ کو ہاتھ لگ جائے تو اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا، جس طرح اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح بچے کی شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ (۱)

## بچوں کے لعاب دہن اور تے کا حکم

بچوں کا لعاب دہن اور تے پاک ہے، کیونکہ اس کے نجس و پلید ہونے کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ

﴿الْأَصْلُ الطَّهَارَةُ فَلَا يَنْقُلُ عَنْهَا إِلَّا نَاقِلٌ صَحِيحٌ لَمْ يُعَارِضْهُ مَا يُسَاوِيهِ أَوْ يُقَدِّمُ عَلَيْهِ﴾  
 ”(ہر چیز میں) اصل طہارت ہے اور اس وصف سے اسے کوئی چیز خارج نہیں کرتی مگر صرف ایسی صحیح دلیل جو اس کے مساوی ہو یا اس سے زیادہ صحیح ہو۔“ (۲)

اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں مذکور ہے کہ ”ہم پاخانے، پیشاب، مزی، منی، خون اور تے (لگ جانے) سے کپڑے کو دھویا کرتے تھے۔“ وہ ضعیف ہے۔ امام دارقطنی، امام عقیلی، امام بزار، امام ابن عدی اور امام ابو نعیم وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ نیز اس روایت کے متعلق امام شوکانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت نہ تو کسی صحیح سند سے اور نہ ہی کسی حسن سند سے ثابت ہے اور نہ ہی یہ اُس ادنیٰ درجے تک ہی پہنچتی ہے کہ جو اسے قابل احتجاج بناتا ہو۔ (۳)

(ابن تیمیہ، ابن قیم) انہوں نے بچوں کے لعاب اور تے کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ (۴)

(۱) [فتاویٰ برائے خواتین، مطبوعہ دارالسلام (ص ۷۱/۷۲)]

(۲) [السیل الحرار (۱۵۴/۱) یہ قاعدہ امام شوکانی نے نقل فرمایا ہے۔]

(۳) [دیکھئے: دارقطنی (۱۲۷/۱) الضعفاء للعقيلي (۱۷۶/۱) الكامل لابن عدی (۹۸/۲) بیہقی (۱۴۱/۱)]

[السیل الحرار للشوکانی (۱۵۴/۱)]

(۴) [دیکھئے: تحفة المودود (ص ۱۹۲/۱۹۳)]

### بچوں کے کانوں میں سوراخ کرانا

(ابن قیمؒ) بچی کے کان میں زیب و زینت کے لیے سوراخ کرنا جائز ہے، امام احمدؒ نے اس پر نص بیان کی ہے اور اس پر بھی نص بیان کی ہے کہ یہ عمل بچے کے حق میں مکروہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ بچی زیورات کی محتاج ہے جبکہ بچہ محتاج نہیں اس لیے بچی کے حق میں کان میں سوراخ کرنا مصلحت کے تحت ہے۔ (۱)

اور حدیث اُم زرع میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، میں تمہارے لیے اس طرح ہوں جیسے ابو زرع اُم زرع کے لیے ہے اور اس میں (اُم زرع کا ابو زرع کے متعلق) یہ قول بھی ہے کہ ﴿أَنَاسٌ مِنْ حُلِيِّ أَذْنِي﴾ ”اس نے میرے دونوں کانوں کو زیورات سے بھر دیا ہے۔“ (۲) اور صحیحین میں ہے کہ ﴿لَمَّا حَرَّضَ النَّبِيُّ ﷺ النِّسَاءَ عَلَى الصَّدَقَةِ جَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَلْقِي خُرْصَهَا﴾ ”جب نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دلائی تو وہ اپنی (کانوں کی) بالیاں (بطور صدقہ) پھینکنا شروع ہو گئیں۔“ (۳) (مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں عورتوں کے کانوں میں زیور مثلاً بالیاں وغیرہ پہننے کا عام رواج تھا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے کانوں میں سوراخ بھی یقیناً کرایا جاتا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کا بھی اس عمل کو برقرار رکھنا اور اس سے منع نہ کرنا اس کے جواز کا واضح ثبوت ہے۔)

### بچوں کے گلوں میں زیب و زینت کے لیے ہار لٹکانا

امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ

(۱) [مزید دیکھیے: تحفة المودود (ص ۱۸۵۱)]

(۲) [بخاری (۵۱۸۹) کتاب النکاح : باب حسن المعاشرة مع الأهل ، مسلم (۲۴۴۸) کتاب فضائل الصحابة : باب ذكر حديث أم زرع ، ترمذی فی الشمائل (۲۵۱) نسائی فی السنن الکبری (۹۱۳۸/۵) ابن حبان (۷۱۰۴) طبرانی کبیر (۲۶۵/۲۳) أبو یعلیٰ (۴۷۰۱/۸) شرح السنة للبغوی (۲۳۴۰)]

(۳) [بخاری (۱۴۴۹) کتاب الزکاة : باب العرض فی الزکاة ، مسلم (۸۸۴) کتاب صلاة العیدین : باب کتاب صلاة العیدین ، ابو داود (۱۱۴۷) ترمذی (۵۳۷) ابن ماجہ (۱۲۷۳) ، (۱۲۷۴) نسائی (۱۵۶۸) وفی السنن الکبری (۱۷۷۶/۱) دارمی (۱۶۰۳) حمیدی (۴۷۶) ابن أبی شیبہ (۱۶۹/۲) طیبالسی (۲۶۵۵) طبرانی کبیر (۱۱۳۴۰) ابن حبان (۲۸۲۴)]

﴿بَابُ السُّخَابِ لِلصَّبِيَّانِ﴾ ”باب‘ بچوں کے گلوں میں ہار لگانا (جائز ہے)۔“

اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَوْقٍ مِنْ أَسْوَاقِ الْمَدِينَةِ فَانْصَرَفَ فَانْصَرَفْتُ فَقَالَ أَيْنَ لُكْعُ ثَلَاثًا ادْعُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقَامَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَمْشِي وَفِي عُنُقِهِ السُّخَابُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ هَكَذَا فَقَالَ الْحَسَنُ بِيَدِهِ هَكَذَا فَالْتَزَمَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَحِبُّهُ فَاجِبْهُ وَأَحِبُّ مَنْ يُحِبُّهُ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَعْدَ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا قَالَ﴾

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ کے بازاروں میں سے ایک بازار میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ واپس ہوئے تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ واپس ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا بچہ کہاں ہے؟ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ حسن بن علی کو بلاؤ۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ آ رہے تھے اور ان کی گردن میں (کسی خوشبودار چیز کا) ہار تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ (انہیں گلے سے لگانے کے لیے) اس طرح پھیلا یا اور حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح اپنا ہاتھ پھیلا یا اور وہ آپ ﷺ سے لپٹ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور ان سے بھی محبت کر جو اس سے محبت رکھیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد کوئی شخص بھی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مجھے پیارا نہیں تھا۔“ (۱)

اس حدیث میں ہار کے لیے جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ ہے ”سخاب“ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ اس حدیث کی شرح میں نقل فرماتے ہیں کہ امام خطابیؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد ایسا ہار ہے جو کسی خوشبودار چیز سے بنایا جاتا ہے اور اس میں سونایا چاندی نہیں ہوتی۔ داودیؒ نے کہا ہے کہ یہ ہار (کسی خوشبودار چیز یعنی) لوگ وغیرہ سے بنایا جاتا ہے۔ امام ہزونیؒ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ایسا دھاگہ ہے جس میں پتھر کے نگ پروئے ہوئے ہوں اُسے بچے اور بچیاں پہنتی ہیں۔ (۲)

(۱) [بخاری (۵۸۸۴، ۸۳۸۸، ۲۱۲۲) کتاب اللباس : باب السخاب للصبيان ' مسلم (۲۴۲۱) کتاب

فضائل الصحابة : باب من فضائل الحسن والحسين رضي الله عنهما ' ابن ماجه (۱۴۲) نسائي في

السنن الكبرى (۸۱۶۴/۵) ابن حبان (۶۹۶۳) حمیدی (۱۰۴۳) شرح السنة للبقوي (۳۹۳۳) تحفة

الأشراف (۱۴۶۳۴)]

(۲) [فتح الباری (تحت الحديث / ۲۱۲۲) کتاب البيوع : باب ما ذكر في الأسواق]

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ

”سخاب“ کی جمع ”سخب“ ہے۔ یہ لونگ، کستوری، عود اور اس طرح کی دوسری خوشبو کی ملی جلی قسموں سے بنا ہوا ہار ہے، جو تسمیٰ کی شکل میں بنایا جاتا ہے اور بچوں اور بچیوں کے گلوں میں بطور ہار ڈالا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایسا ہار ہے جس میں پتھر کے نگ ہوں۔ اس کا نام ”سخاب“ اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اس کی حرکت سے اس کے گلوں کی آواز پیدا ہوتی ہے (اور سخاب شور کو کہتے ہیں)۔ (۱)

امام ابن اثیرؒ رقمطراز ہیں کہ

یہ ایسا دھاگہ ہے جس میں پتھر کے نگ پروئے گئے ہوں اور اسے بچے اور بچیاں پہنتی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایسا ہار ہے جو لونگ، ایک خوشبودار درخت کے بیج یا اس طرح کی کسی چیز سے بنایا جاتا ہے اور اس میں موتی اور جواہر میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اسی سے حدیث فاطمہؓ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے (حسن و حسینؓ) کو سخاب یعنی ہار پہنایا۔ (۲)

(نوویؒ) اس حدیث میں بچوں کو ہار اور اس طرح کی دوسری زینت کی اشیاء پہنانے کا جواز موجود ہے۔ (۳)

معلوم ہوا کہ بچوں کے گلوں میں اس طرح کا ہار لٹکانا جائز ہے۔ تاہم اس جواز کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بچوں کے گلوں میں بیماری، نظر بد یا کسی اور تکلیف سے بچاؤ کے لیے تعویذ لٹکانا بھی جائز ہے، کیونکہ تعویذ لٹکانے سے شریعت میں منع کر دیا گیا ہے، جیسا کہ اس کے دلائل کا بیان آئندہ عنوان ”بچوں کے گلوں میں تعویذ لٹکانا“ کے تحت آ رہا ہے۔

بچوں کے گلوں میں نظر بد سے بچاؤ کا تعویذ لٹکانا

نظر بد سے بچاؤ کی غرض سے بچوں کے گلوں میں تعویذ، گنڈے یا منکے وغیرہ لٹکانا یا بازو وغیرہ کے ساتھ باندھنا جائز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں پر بھروسہ کرنا اور انہیں مشکل کشا سمجھنا شرک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بَخِيرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [الأنعام: ۱۷]

(۱) [شرح مسلم للنووی (۴۵۱/۸)]

(۲) [النهاية لابن الأثير (۷۶۱/۱)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۴۵۱/۸)]

”اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔ اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔“

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بات یوں بیان ہوئی ہے کہ

﴿اللَّهُمَّ لَا مَنَعَ لِمَا عَطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ﴾

”اے اللہ! جس کو تو دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی صاحبِ حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے مقابلے میں نفع نہیں پہنچا سکتی۔“ (۱)

اور بطور خاص تعویذ لکھانے کی مذمت میں درج ذیل روایات قابل ذکر ہیں:

(۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ﴾

”جس نے کوئی تعویذ لکھا یا اس نے یقیناً شرک کیا۔“ (۲)

(۲) حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

﴿أَنَّهُ جَاءَ فِي رَكْبٍ عَشْرَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَبَايَعَ تِسْعَةً وَأَمْسَكَ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ؟ فَقَالَ: إِنَّ فِي عَصْدِهِ تَمِيمَةً، فَقَطَعَ الرَّجُلُ التَّمِيمَةَ، فَبَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ عَلَّقَ فَقَدْ أَشْرَكَ»﴾

”ایک قافلے میں دس آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے نوے بیعت لے لی اور ایک آدمی سے بیعت نہ لی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ (اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے) اس سے بیعت کیوں نہیں لی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بازو میں تعویذ (بندھا ہوا) ہے۔ تو ایک آدمی نے تعویذ کاٹ ڈالا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے بیعت لی اور فرمایا کہ جس نے (نظر بد یا کسی تکلیف وغیرہ سے بچاؤ کے لیے کچھ) لکھا یا اس نے شرک کیا۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۸۴۴) کتاب الأذان : باب الذكر بعد الصلاة، مسلم (۵۹۳) کتاب المساجد ومواضع

الصلاة : باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفة]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۶۳۹۴)]

(۳) [صحیح : صحیح الترغیب والترہیب (۳۴۵۵) کتاب الجنائز : الترہیب من تعلیق التمائم والحروز]

السلسلة الصحيحة (۴۹۲) (۸۸۹/۱)]

(3) عیسیٰ بن حزنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہیں بخار تھا تو میرے ان سے کہا:

﴿أَلَا تُعَلِّقُ تَمِيمَةً، فَقَالَ: نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ، وَفِي رِوَايَةٍ: الْمَوْتُ أَقْرَبُ مِنْ ذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "مَنْ عَلَّقَ شَيْئًا وَكَلَّ إِلَيْهِ"﴾

”آپ تعویذ کیوں نہیں لٹکا لیتے۔ انہوں نے کہا، ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ (انہوں نے کہا) اس سے تو موت زیادہ اچھی ہے (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اسی کے سپرد کر دیا گیا۔“ (۱)

تعویذ کی طرح بچوں کے پاس چھری رکھنا

(شیخ ابن باز) کسی نے دریافت کیا کہ بعض لوگ اپنے بچوں کو جنات کے شر سے بچانے کے لیے چھری رکھ دیتے ہیں، کیا یہ کام درست ہے؟  
تو شیخ نے جواب دیا کہ

یہ عمل منکر ہے، چونکہ شرعاً اس کی کوئی صحیح بنیاد نہیں لہذا ناجائز ہے۔ اس بارے میں مشروع طریقہ یہ ہے کہ بچوں پر اس طرح دم کیا جائے جس طرح نبی کریم ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دم کیا کرتے تھے (اس کا بیان آئندہ عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیے)۔ (۲)

بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے مسنون طریقہ

(1) رسول اللہ ﷺ نظر بد سے بچانے کے لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کے ساتھ دم کیا کرتے تھے:

﴿أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ غَيْنٍ لَآمَةٍ﴾

”میں تمہیں ہر شیطان، ہرزہریلے جانور اور ہر لگ جانے والی نظر سے اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں۔“ (۳)

(۱) [حسن: غایۃ المرام (۲۹۷)]

(۲) [فتاویٰ برائے خواتین، مطبوعہ دارالسلام (ص ۴۶۱)]

(۳) [بخاری (۳۳۷۱) کتاب أحادیث الأنبياء: باب قول الله تعالى واتخذ الله ابراهيم خلیلاً، ترمذی

(۲۰۶۰) کتاب الطب: باب، ابو داود (۴۷۳۷) کتاب السنة: باب فی القرآن، المشکاة (۱۵۳۵)]

لہذا والدین یا گھر کے بڑوں کو بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر ان الفاظ کے ساتھ دم کرتے رہنا چاہیے۔  
(2) نبی کریم ﷺ نظر بد سے بچاؤ کے لیے معوذتین سورتیں (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الْإِنْسَانِ حَتَّى نَزَلَتْ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلْنَا أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا﴾

”رسول اللہ ﷺ جنات سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ ”معوذتین“ سورتیں ”نازل ہوئیں“ پس جب وہ نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دم کرنا شروع کیا اور ان کے علاوہ تمام دموں کو چھوڑ دیا۔“ (۱)

(3) جب بھی کوئی خوش کن چیز (مثلاً خوبصورت بچہ وغیرہ) نظر آئے تو اس (کی تعریف و توصیف کے ساتھ ساتھ لازمًا اس) کے لیے برکت کی دعا کی جائے جیسا کہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مِنْ نَفْسِهِ أَوْ مَالِهِ أَوْ مِنْ أَحِبِّهِ مَا يُعْجِبُهُ فَلْيَدْعُ لَهُ بِالْبَرَكَةِ فَإِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ﴾

”جب تم میں سے کوئی اپنے نفس، اپنے مال یا اپنے بھائی کی کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے اچھی (یعنی خوبصورت) لگے تو وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے، کیونکہ نظر بد حق ہے۔“ (۲)

برکت کی دعا ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے ”بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ“ یا ”مَا شَاءَ اللَّهُ“۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ رَأَى شَيْئًا فَأَعْجِبَهُ فَقَالَ: مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَمْ يَضُرَّهُ﴾  
”جو شخص کوئی چیز دیکھے اور وہ اسے اچھی لگے تو کہے ”مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ تو اسے (کوئی) نقصان نہیں پہنچے گا۔“ (۳)

(۱) [صحیح : ہدایۃ الرواۃ (۲۸۲/۴) ترمذی (۲۰۵۸) کتاب الطب : باب مَا جَاءَ فِي الرِّقَةِ

بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۵۵۶)]

(۳) [رواہ ابن السنی والبیہقی و ابن ماجہ فی تحفۃ الأحوذی (۲۱۸/۶)]



## اگر بچوں کو نظر لگ جائے تو اس کا مسنون طریقہ علاج

① نظر بد لگ جانے پر رسول اللہ ﷺ دم کرنے کا حکم دیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوْ أَمَرَ أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا (آپ رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے) حکم دیا کہ نظر بد لگ جانے پر (معوز تین وغیرہ جیسے پناہ کے کلمات پڑھ کر) دم کر لیا جائے۔“ (۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فَقَالَ اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ﴾

”نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر (نظر بد کی وجہ سے) سیاہ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر دم کرو کیونکہ اسے نظر بد لگ گئی ہے۔“ (۲)

واضح رہے کہ ہر نظر لگانے والا حاسد ہی ہوتا ہے جبکہ ہر حاسد نظر لگانے والا نہیں ہوتا لہذا جب حاسد سے پناہ مانگ لی جائے گی تو نظر لگانے والے سے پناہ بھی اسی میں آجائے گی۔ سورۃ الفلق میں حاسد سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے لہذا نظر بد سے بچنے کے لیے یہ سورت پڑھتے رہنا چاہیے اور مزید یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث میں موجود ہے۔ معوز تین کے علاوہ آیت الکرسی اور سورۃ فاتحہ بھی پڑھ کر بچوں کو دم کرتے رہنا چاہیے۔

⑤ نظر بد کے علاج کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نظر زدہ بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھی جائے:

”بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اللَّهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ“ یا یہ دعا پڑھی جائے ”بِسْمِ اللَّهِ يُبْرِيكُ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ“

(۱) [بخاری (۵۷۳۸) کتاب الطب : باب رقية العين ، مسلم (۲۱۹۵) کتاب السلام : باب استحباب

الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة ، ابن ماجہ (۳۵۱۲) نسائی فی السنن الکبری (۷۵۳۶) ابن

حبان (۶۱۰۳) شرح السنة للبعوی (۳۲۴۲) بیہقی (۳۴۷/۹)]

(۲) [بخاری (۵۷۳۹) کتاب الطب : باب رقية العين ، مسلم (۲۱۹۷) کتاب السلام : باب استحباب

الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة ، تحفة الأشراف (۱۸۲۶۶)]

وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ - (۱)

مذکورہ بالا دونوں دعاؤں کے علاوہ مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

”أَذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءٌ لَا يُغَادِرُ سَقَمًا“ (۲)

⑤ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جس کی نظر لگی ہے اگر اس کا پتہ چل جائے تو اس سے غسل کروایا جائے اور پھر جس پانی سے اس نے غسل کیا ہے اسے نظر زدہ بچے کے جسم پر بہادیا جائے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَأَغْسِلُوا﴾ ”جب تم سے غسل طلب کیا جائے تو غسل کرو۔“ (۳)

ایک طویل روایت میں موجود ہے کہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، سفید رنگ اور خوبصورت جسم کے مالک تھے وہ ایک مرتبہ غسل کر رہے تھے کہ ان کے قریب سے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، کا گزر ہوا، انہوں نے یہ کہہ دیا، میں نے آج کے دن کی مانند کوئی دن نہیں دیکھا اور نہ ہی ایسا خوبصورت جسم۔ بس یہ سننا تھا کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ، (نظر لگنے کی وجہ سے) زمین پر گر پڑے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے دریافت کیا کہ تم کس پر اس (کو نظر لگانے) کا الزام لگاتے ہو؟ تو لوگوں نے عامر بن ربیعہ کا نام پیش کیا۔ پس آپ ﷺ نے عامر رضی اللہ عنہ، کو بلا لیا اور ان پر غصے ہوئے اور فرمایا ﴿عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ؟ هَلَا إِذَا رَأَيْتَ مَا يُعْجَبُكَ بَرَكْتُ، ثُمَّ قَالَ، اغْتَسِلْ لَكَ﴾ ”کس وجہ سے تمہارا ایک اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے؟ جب تو نے ایسی چیز کو دیکھا جو تجھے اچھی لگی تو تم نے اس کے حق میں برکت کی دعا کیوں نہ کی۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اس (یعنی سہل) کے لیے غسل کرو۔“

چنانچہ انہوں نے اپنا چہرہ، اپنے ہاتھ، اپنی کہنیاں، اپنے قدموں کے اطراف اور اپنے ازار کے اندرونی حصے کو ایک برتن میں دھویا۔ پھر ایک آدمی نے اس پانی کو پیچھے سے سہل کے سر اور کمر پر ڈالا پھر اس برتن (کے سارے پانی کو اس پر) انڈیل دیا گیا۔ یوں سہل رضی اللہ عنہ، (تندرست ہو گئے اور) لوگوں کے ساتھ واپس گئے تو انہیں کوئی تکلیف بھی نہیں تھی۔

(۱) [مسلم (۲۱۸۶) کتاب السلام: باب الطب والمرض والرقی]

(۲) [بخاری (۵۷۵۰) کتاب الطب: باب مسح انراقی الوضوء بیده الیمنی]

(۳) [مسلم (۲۱۸۸) کتاب السلام: باب الطب والمرض والرقی، ترمذی (۲۰۶۲) کتاب الطب: باب ما

جاء أن العین حق والغسل لها، ابن حبان (۶۱۰۷) ابن أبی شیبہ (۵۹/۸) عبد الرزاق (۱۹۷۷۰)

صراحتی کبیر (۱۰۹۰۵) شرح السنة للبعوی (۳۲۴۶) بیہقی (۳۵۱/۹)]

سنن ابن ماجہ اور مؤطا کی روایت میں عامر بنی النضرؓ کو غسل کی جگہ وضوء کا حکم دینے کا ذکر ہے۔ (۱)  
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز اچھی لگے اسے دیکھ کر اس کے حق میں برکت کی دعا کرنی  
چاہیے یعنی بَارَكَ اللَّهُ يَا مَا شَاءَ اللَّهُ کہہ دینا چاہیے اس سے نظر بد نہیں لگتی۔  
بچوں کو سونے یا چاندی کے زیورات پہنانا

مثلاً ہار، انگوٹھیاں اور پازیبیں وغیرہ۔ چونکہ سونا پہننا مردوں کے لیے جائز نہیں اس لیے بچوں کو بھی  
سونا نہیں پہنانا چاہیے اور اگر کوئی بچوں کو سونا پہنائے گا تو بچے تو مکلف نہ ہونے کی وجہ سے گناہگار نہیں  
ہوں گے لیکن انہیں سونا پہنانے والا ضرور گناہگار ہوگا کیونکہ وہ مکلف ہے۔ تاہم مردوں کے لیے چاندی کی  
انگوٹھیوں کا جواز صحیح احادیث میں موجود ہے اس لیے بچوں کو بھی چاندی کی انگوٹھیاں پہنائی جاسکتی ہیں۔ رہی  
بات بچیوں کی تو انہیں سونے یا چاندی کی کوئی بھی چیز پہنائی جاسکتی ہے، کیونکہ کتاب و سنت کے متعدد دلائل  
سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت ہی وہ ذات ہے جسے زیورات سے آراستہ ہونے کے لیے بنایا گیا ہے۔ چنانچہ  
عورت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿أَوَمَنْ يُنْشَأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ﴾ [الزخرف: ۱۸]

”کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور جھگڑے کے وقت بات کی وضاحت نہ کر سکے۔“

اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿حَرَّمَ لِبَاسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلَّ لِإِنَائِهِمْ﴾

”سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام جبکہ عورتوں پر حلال ہے۔“ (۲)

(۱) [صحیح: ہدایۃ الرواة (۲۸۲/۴)، (۴۴۸۷) صحیح ابن ماجہ (۲۸۲۸) کتاب الطب: باب العین،  
مسند احمد (۴۸۶/۳) شرح السنة (۳۶۶/۳-۳۶۷) ابن ماجہ (۳۰۹) مؤطا (۱۴۷۱)، (۹۳۹/۲)  
کتاب الجامع: باب الوضوء من العین، نسائی فی السنن الکبریٰ (۷۶۱۸) بیہقی فی دلائل النبوة  
(۱۶۳/۶) عبد الرزاق (۱۹۷۶۶) شرح مشکل الآثار (۲۸۹۵) طبرانی کبیر (۵۵۷۵) ابن عبد البر فی  
التمہید (۲۴۲/۶) شیخ شعیب آرنائوط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [مسند احمد محقق (۱۵۹۸۰)] امام  
ابن حبانؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۱۷۲۰) کتاب اللباس: باب ما جاء فی الحریر والذهب، ابن ابی  
شیبہ (۳۴۶/۸) احمد (۳۹۲/۴) شرح معانی الآثار (۲۵۱/۴) بیہقی فی السنن الکبریٰ (۴۲۵/۲)  
طیالسی (۱۸۲۰)]

(نوویؒ) مسلمانوں نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ عورتوں کے لیے سونے چاندی کے بنے ہوئے تمام اقسام کے زیورات کا استعمال جائز ہے۔ (۱)

(ابن حجرؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(ابو بکر صاعؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۳)

### بچوں کی تصاویر بنانا

تصاویر بچوں کی ہوں یا بڑوں کی، مردوں کی ہوں یا خواتین کی، ان کا بنانا بغیر کسی اضطراری حالت کے حرام ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ﴾

”بلاشبہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پاس لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب تصویریں بنانے والوں کو دیا جائے گا۔“ (۴)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هَذِهِ الصُّورَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ﴾

”یقیناً تصویریں بنانے والوں کو روز قیامت عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اسے زندہ بھی کرو۔“ (۵)

(۱) [المجموع للنووی (۴۰/۶)]

(۲) [فتح الباری (۳۱۷/۱۰)]

(۳) [أحكام القرآن (۳۸۸/۳)]

(۴) [بخاری (۵۹۵۰) کتاب اللباس : باب عذاب المصورین يوم القيامة، مسلم (۲۱۰۹) کتاب اللباس والزينة : باب تحريم تصوير صورة الحيوان، مسند احمد (۳۵۵۸) نسائی فی السنن الکبری (۹۷۹۵/۵) حمیدی (۱۱۷) ابن أبی شیبہ (۴۸۲/۸) طبرانی کبیر (۱۰۳۰۶) أبو یعلیٰ (۵۲۰۹) بیہقی (۲۶۸/۷)]

(۵) [بخاری (۵۹۵۱) کتاب اللباس : باب عذاب المصورین يوم القيامة، مسلم (۲۱۰۸) کتاب اللباس والزينة : باب تحريم تصوير صورة الحيوان، مسند احمد (۴۴۷۵) نسائی فی السنن الکبری (۹۷۸۶) ابن أبی شیبہ (۴۸۳/۸) بیہقی (۲۶۸/۷)]

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَإِنَّ اللَّهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ يَنْفُخُ فِيهَا أَبَدًا﴾  
”جس نے بھی کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا جب تک وہ شخص اپنی

(بنائی ہوئی) تصویر میں جان نہ ڈال دے اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا۔“ (۱)

□ البتہ اگر کوئی شخص ضرور تصویر بنانا ہی چاہے تو اسے غیر ذی روح اشیاء مثلاً درخت، پہاڑ اور دریا وغیرہ کی تصویر بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔ جیسا کہ گزشتہ حدیث میں آخر میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ ”اگر تم تصویریں بنانا ہی چاہتے ہو تو ان درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں روح نہیں ہے تصویریں بنا سکتے ہو۔“

علاوہ ازیں جہاں کوئی ایسی مجبوری پیش آجائے کہ تصویر بنوانے کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو، مثلاً شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے تو وہاں تصویر بنانے کا صرف اتنا ہی جواز موجود ہے جتنی ضرورت ہو۔ چنانچہ ہیئت کبار علماء کی دائمی فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ زندہ اشیاء کی تصویر بنانا حرام ہے، لیکن اگر انتہائی ضرورت ہو مثلاً رہائشی اجازت نامے کے لیے یا سپورٹ وغیرہ کے لیے یا جرائم پر قابو پانے کی غرض سے فاسق و فاجر اور لٹیروں پر نگاہ رکھنے کے لیے یا اس طرح کی دوسری تصویریں بنانا کہ جن کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو، جائز ہے۔ (۲)

□ نیز یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی کے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہو یا تحفہ مل جائے یا غلطی سے خرید لائے کہ جس میں کسی جاندار کی تصویر بنی ہو اور وہ اس چیز کو ضائع بھی نہ کر سکتا ہو تو کسی طریقے سے اس کا سر ختم کر دے، اس طرح باقی جسم درخت کی مانند ہو جائے گا اور اس کا جواز موجود ہے۔ شیخ ابن شمیمؒ نے اس کے متعلق یہی فتویٰ دیا ہے کہ

﴿أَمَّا الْجِسْمُ بِلَا رَأْسٍ فَهُوَ كَالشَّجَرَةِ وَلَا شَكَّ فِي جَوَازِهِ﴾

”اور سر کے بغیر جسم درخت کی مانند ہے اور اس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔“ (۳)

(۱) [بحاری (۲۲۲۵) کتاب البیوع : باب بیع التماویر التي ليس فيها روح 'مسلم (۲۱۱۰) کتاب

اللباس والزينة : باب تحريم تصوير صورة الحيوان 'مسند احمد (۲۸۱۰) نسائی فی السنن الکبری

(۹۷۸۵/۵) ابن حبان (۵۸۴۶) أبو یعلیٰ (۲۵۷۷) بغوی فی شرح السنة (۳۲۱۹)

(۲) [محلة البحوث الإسلامية الرياض (عدد ۱۹ - ص ۱۳۸)]

(۳) [المجموع الثمین لابن عثیمین (۲/۲۴۵)]

## بچوں کے کھلونے اگر جاندار اشیاء کی صورتوں پر ہوں

مثلاً گڑیاں وغیرہ جیسے کھلونے، تو ان کے جواز پر اہل علم درج ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ لِي صَوَاحِبٌ يَلْعَبْنَ مَعِيَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ يَتَقَمَّعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِيَ﴾

”میں نبی کریم ﷺ کے ہاں گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی، میری بہت سی سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں، جب آپ ﷺ اندر تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں، پھر آپ ﷺ انہیں میرے پاس بھیجتے اور وہ میرے ساتھ کھیلیں۔“ (۱)

(2) حضرت ربیع بنت معوذہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ الَّتِي حَوْلَ الْمَدِينَةِ مَنْ كَانَ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلَيْتُمْ صَوْمَهُ وَمَنْ كَانَ أَصْبَحَ مُفْطَرًا فَلَيْتُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ فَكُنَّا بَعْدَ ذَلِكَ نَصُومُهُ وَنُصَوِّمُ صَبَايَنَا الصَّغَارَ مِنْهُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَنَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَنَجْعَلُ لَهُمُ اللَّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهَا إِيَّاهُ عِنْدَ الْإِفْطَارِ ' وَفِي رِوَايَةٍ فَإِذَا سَأَلُونَا الطَّعَامَ أَعْطَيْنَاهُمْ اللَّعْبَةَ تُلْهِبُهُمْ حَتَّى يُتِمُّوا صَوْمَهُمْ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کی صبح کو انصار کی بستیوں (جو مدینہ کے گرد و نواح میں تھیں) پیغام بھجوایا کہ جس نے روزہ رکھا ہو وہ روزہ برقرار رکھے اور جس نے روزہ نہ رکھا ہو وہ دن کا باقی حصہ بھی اسی حالت میں گزارے۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے اور انہیں (اپنے ساتھ) مسجد میں بھی لے جایا کرتے تھے۔ ہم بچوں کو روٹی کی گڑیاں بنا دیا کرتے تھے، جب ان میں سے کوئی کھانے کی وجہ سے روتا تو ہم (اس کا دل بہلانے کے لیے) اسے گڑیاں دیتے حتیٰ کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب بچے ہم سے کھانا مانگتے تو ہم

(۱) [بخاری (۶۱۳۰) کتاب الأدب : باب الانسباط الی الناس، مسلم (۶۲۸۷) کتاب فضائل الصحابة :

انہیں گڑیاں دے دیتے، تاکہ وہ ان سے کھیلتے رہیں حتیٰ کہ اپنا روزہ پورا کر لیں۔“ (۱)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ أَوْ خَيْبَرَ وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَتْ رِيحٌ فَكَشَفَتْ نَلِيجَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُصِبَ فَقَالَ مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ قَالَتْ بَنَاتِي وَرَأَى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ مَا هَذَا الَّذِي أَرَى وَسَطَهُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا هَذَا الَّذِي عَلَيْهِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ قَالَتْ أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ قَالَتْ فَصَحَّحْتُ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ﴾

”رسول اللہ ﷺ جنگ تبوک یا جنگ خیبر سے واپس لوٹے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے طاق پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہوا چلی، تو اس سے پردے کا کنارہ سرکا، تو عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیاں نظر آئیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اے عائشہ! یہ کیا ہیں؟ انہوں نے کہا، میری گڑیاں ہیں۔ اس دوران آپ ﷺ نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے کپڑے کے ٹکڑوں سے بنے ہوئے دو پر تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا، گڑیوں کے درمیان یہ کیا ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا یہ گھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ گھوڑے کے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے بتلایا، دو پر ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا آپ ﷺ نے نہیں سنا کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس دو گھوڑے تھے جن کے پر تھے۔ (یہ سناتو) آپ ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کی داڑھی دیکھیں۔“ (۲)

مذکورہ بالا صحیح احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہل علم نے بچوں کے لیے گڑیوں وغیرہ جیسے کھلونوں سے کھیلنا جائز قرار دیا ہے اور انہیں ان تمام اشیاء سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جن کی مورتیاں بنانا حرام ہے۔ نیز اس جواز کا سبب یہ بھی بتلایا ہے کہ ان کھلونوں کی تصاویر نہ تو واضح ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کا احترام کیا جاتا ہے بلکہ (بچے جب ان سے کھیلتے ہیں اور انہیں جگہ جگہ پھینکتے ہیں تو) ان کی تذلیل و تحقیر اور استخفاف ہی ہوتا ہے۔

(۱) [مسلم (۱۱۳۶) کتاب الصیام: باب من أكل نوى عاشوراء فليكف بقية يومه، بخاری (۱۹۶۰) کتاب

الصوم: باب صوم الصبيان، مسند احمد (۲۷۰۹۳) ابن حبان (۳۶۲۰) طبرانی کبیر (۷۰۰/۲۴)

شرح السنة للبغوی (۱۷۸۳) بیہقی (۲۸۸/۴)

(۲) [صحیح: هداية الرواة (۳۰۴/۳)، (۳۲۰۱) صحیح ابو داود، ابو داود (۴۹۳۲) کتاب الأدب: باب

فی اللعب بالبنات، نسائی فی السنن الکبری (۸۹۵۰)]

بچوں کے آدھے بال کٹوانا اور آدھے چھوڑنا

اس عمل سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ“ قَالَ قُلْتُ لِنَافِعٍ وَمَا الْقَزَعُ؟ قَالَ يُخْلَقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَيَتْرَكَ بَعْضُ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے قزع سے منع فرمایا ہے۔ راوی نے کہا کہ میں نے نافعؓ سے دریافت کیا کہ قزع کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا: (قزع یہ ہے کہ) بچے کے سر کا کچھ حصہ منڈوایا جائے اور کچھ چھوڑ دیا جائے۔“ (۱)

(2) ایک دوسری روایت میں ہے کہ

﴿عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِهِ وَتَرَكَ بَعْضُهُ فَتَنَاهُمُ عَنْ ذَلِكَ وَقَالَ ”اخْلِقُوهُ كُلَّهُ أَوْ اْتَرُكُوهُ كُلَّهُ“﴾

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بچہ دیکھا جس کے کچھ بال منڈوائے گئے تھے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے تھے تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا اور کہا: اس کے سارے بال منڈواؤ یا سارے چھوڑ دو۔“ (۲)

(نوٹی) ہمارا مذہب یہ ہے کہ خواہ مرد ہو یا عورت سب کے لیے حدیث کے عموم کی وجہ سے یہ عمل مکروہ ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ اس کی کراہت میں حکمت یہ ہے کہ یہ عمل بد شکل بنادیتا ہے..... اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یہود کا طریقہ ہے (اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے)۔ (۳)

(۱) [مسلم (۲۱۲۰) کتاب اللباس والزينة: باب كراهة القزع، بخاری (۵۹۲۰) کتاب اللباس: باب القزع، ابو داود (۴۱۹۳) کتاب الترجل: باب فی الذؤابة، نسائی (۵۰۶۵) وفي السنن الكبرى (۹۲۹۹/۵) ابن ماجه (۳۶۳۷) کتاب اللباس: باب النهی عن القزع، ابن حبان (۵۵۰۶) أبو نعيم في حلية الأولياء (۲۳۱/۹) بیہقی (۳۰۵/۹)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۴۱۹۵) کتاب الترجل: باب فی الذؤابة، نسائی (۱۳۰/۸) کتاب الزينة: باب الرخصة فی حلق الرأس، وفي السنن الكبرى (۴۰۷/۵) کتاب الزينة: باب الرخصة فی حلق الرأس، مصنف عبد الرزاق (۱۹۵۶۴) کتاب الجامع: باب القزع]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۲۲۷/۷)]



(شمس الحق عظیم آبادی) حدیث کی بعض شروحات میں ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سر کے کچھ حصے کو مونڈھنا اور کچھ کو چھوڑنا، خواہ کسی شکل پر ہی ہو، آگے سے یا پیچھے سے، ممنوع و ناجائز ہے۔ بچوں کے حق میں صرف جائز یہ ہے کہ یا تو ان کے سارے سروں کو منڈوا دیا جائے یا سارے سروں کو ہی چھوڑ دیا جائے۔ (۱)

### بچوں کے بال کاٹنا

گزشتہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ بچے خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں، ان کے سروں کے سارے بال منڈوانا یا سارے بال چھوڑنا دونوں طرح جائز ہے۔ اس لیے اگر نابالغ بچوں کے سر کے بال منڈوا لیے جائیں یا کٹوا لیے جائیں تو درست ہے، البتہ بالغ ہونے کے بعد لڑکیوں کے لیے علی الاطلاق بال منڈوانا جائز نہیں، جبکہ بال کٹوانے کے متعلق سابق مفتی اعظم سعودیہ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ اور محدث العصر علامہ ناصر الدین البانیؒ وغیرہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

### بچوں کو غیر سائر لباس پہنانا

(شیخ ابن عثیمینؒ) کسی نے دریافت کیا کہ بعض خواتین (اللہ انہیں ہدایت دے) اپنی چھوٹی (یعنی نابالغ مگر قریب البلوغت) بیٹیوں کو ایسا لباس پہناتی ہیں جو ان کی پنڈلیاں ظاہر کر رہا ہوتا ہے اور جب ہم ان کی ماؤں کو نصیحت کرتے ہیں تو وہ کہتی ہیں کہ (بلوغت سے) پہلے ہم بھی اسی طرح کا لباس پہنا کرتی تھیں اور ہمیں تو (بلوغت کے) بعد اس کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ تو اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ شیخ نے جواب دیا کہ

میری رائے یہ ہے کہ انسان کے لیے اپنی بیٹی کو صغر سنی میں بھی اس طرح کا لباس پہنانا درست نہیں کیونکہ جب اسے اس کی عادت ہو جائے گی تو (بلوغت کے بعد بھی) وہ اسی حالت پر باقی رہے گی اور اس کے لیے ایسا لباس پہنانا (کوئی عیب نہ ہونے کی بنا پر) نہایت آسان ہوگا (اس لیے اس سے بچنا ہی بہتر ہے بالخصوص اس لیے بھی کہ ایسے لباس دین کے دشمنوں کی ایجاد اور ان کی مشابہت کے آئینہ دار ہیں)۔ (۲)

### بچوں کو اٹھا کر نماز ادا کرنا

یہ عمل جائز ہے جیسا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ

(۱) [عون المعبود (۱/۱۶۶)]

(۲) [فتاویٰ المرأة المسلمة، مرتب ابو محمد اشرف (ص ۹۳۶)]

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةً بِنْتُ زَيْنَبَ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلِأَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا﴾  
 ”رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات اپنی نواسی) اُمَامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔  
 ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو (اسے) اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے۔“ (۱)

چھوٹے بچوں کو قرآن پکڑانے اور اس سے پڑھوانے کا حکم

(شیخ ابن شمیمین) چھوٹے بچوں کو قرآن پکڑانے اور اس سے پڑھوانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ طہارت و پاکیزگی کی حالت میں ہوں اور وہ قرآن کی بے حرمتی نہ کریں۔ (۲)  
 ہر سال بچوں کی سالگرہ کرنا

سالگرہ بچوں کی ہو یا بڑوں کی، شریعت اسلامیہ میں اس تہوار کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ البتہ غیر مسلم قوام مثلاً نصاریٰ وغیرہ میں یہ رواج ضرور موجود ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے بچنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿لَا تَتَّبِعُوا بِالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى﴾

”یہود و نصاریٰ کی مشابہت مت کرو۔“ (۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ

﴿مَنْ تَتَّبَعَهُ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾

”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔“ (۴)

اس لیے اس عمل سے بچنا ہی بہتر ہے۔

(۱) [بخاری (۵۱۶) کتاب الصلاة : باب إذا حمل جارية صغيرة على عنقه في الصلاة، مسلم (۵۴۳)

کتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب جواز حمل الصبيان في الصلاة، أبو داود (۹۹۱۷) نسائی

(۱۲۰۴) مؤطا (۱۷۰/۱) أحمد (۲۹۵/۵)

(۲) [فتاوی المرأة المسلمة، مرتب ابو محمد أشرف (ص ۹۳۸/)

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۱۰۶۷)]

(۴) [آحسن صحیح : صحیح ابو داود، ابو داود (۴۰۳۱) کتاب اللباس : باب فی لبس الشهرة، ارواء

الغلیل (۱۲۶۹) صحیح الجامع الصغیر (۲۸۳۱)]

## نسب کا بیان

## باب النسب

بچے کا باپ وہی ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا

اور اس کی کسی اور کے ساتھ مشابہت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ﴾

”بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔“ (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهْدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدٍ أَنْ يَقْبِضَ ابْنَ وَلِيدَةٍ زُمَعَةَ وَقَالَ عُتْبَةُ إِنَّهُ ابْنِي فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْفَتْحِ أَخَذَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ ابْنَ وَلِيدَةٍ زُمَعَةَ فَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَقْبَلَ مَعَهُ عَبْدُ بْنُ زُمَعَةَ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ هَذَا ابْنُ أَخِي عَهْدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ قَالَ عَبْدُ بْنُ زُمَعَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا أَخِي هَذَا ابْنُ زُمَعَةَ وَلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَظَنَرُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى ابْنِ وَلِيدَةٍ زُمَعَةَ فَإِذَا أَشْبَهُ النَّاسَ بَعْتَبَةَ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هُوَ لَكَ هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ بْنُ زُمَعَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وَلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ احْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبهِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ﴾

”عتبہ بن ابی وقاص نے (مرتے وقت جاہلیت میں) اپنے بھائی (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کو وصیت کی تھی کہ وہ زمعدہ کی باندی سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنے قبضے میں لے لیں۔ عتبہ نے کہا تھا کہ وہ میرا لڑکا ہو گا چنانچہ جب فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس بچے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ عبد بن زمعدہ بھی آئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تو یہ کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ بھائی نے وصیت کی تھی کہ یہ اس کا لڑکا ہے۔

(۱) [بخاری (۶۸۱۸) کتاب الحدود : باب للعاهر الحجر 'مسلم (۱۴۵۸) کتاب الرضاع : باب الولد

للفراش وتوقی الشبهات 'ترمذی (۱۱۵۷) کتاب الرضاع : باب ما جاء أن الولد للفراش 'نسائی

(۱۸۰/۶) ابن ماجہ (۲۰۰۶) کتاب النکاح : باب الولد للفراش وللعاهر الحجر 'دارمی (۱۵۲/۲)

بیہقی (۴۱۲/۷) حمیدی (۱۰۸۵) عبد الرزاق (۴۴۳/۷) أحمد (۲۳۹/۲)

لیکن عبد بن زمعہ نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ میرا بھائی ہے (میرے والد) زمعہ کا بیٹا ہے کیونکہ انہی کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کو دیکھا تو وہ واقعی (سعد کے بھائی) عتبہ بن ابی وقاص کی شکل پر تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے (قانون شریعت کے مطابق) یہ فیصلہ کیا کہ اے عبد بن زمعہ! تم ہی اس بچے کو رکھو یہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ یہ تمہارے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور سودہ رضی اللہ عنہا (جو کہ زمعہ کی بیٹی تھیں) سے فرمایا کہ تم اس لڑکے سے پردہ کرو، کیونکہ آپ ﷺ نے اس لڑکے میں عتبہ بن ابی وقاص کی شباهت پائی تھی۔“ (۱)

### لے پالک کو حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے گا

دور جاہلیت میں رواج تھا کہ لوگ لے پالک بیٹے کو بھی حقیقی بیٹے کی طرح باپ کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے اور پھر وہ لے پالک اس (منہ بولے باپ) کی وراثت سے حصے کا بھی مستحق ہوتا تھا۔ یہ رواج ابتدائے اسلام میں بھی موجود رہا، یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور لے پالک حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد (ﷺ) کہہ کر پکارنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا اور حکم دے دیا کہ لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف ہی منسوب کر کے بلاؤ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَلِاخْوَانِكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ [الأحزاب: ۵]

”لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ، اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے۔ پھر اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں، تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو، اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔“

اور ایک حدیث میں ہے کہ

(۱) [بخاری (۴۳۰۳) کتاب المغازی: باب 'مسلم' (۱۴۵۷) کتاب الرضاع: باب الولد للفراس وتوقی الشبهات، موطا (۷۳۹/۲) أحمد (۱۲۹/۶) ابو داود (۲۳۷) نسائی (۳۶۸۴) ابن ماجہ (۲۰۰۴) کتاب النکاح: باب الولد للفراس وللعاہر الحجر، دارمی (۱۵۲/۲)]

﴿ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا كُنَّا نَدْعُوهُ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ ادْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ ﴾

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہم زید بن محمد (ﷺ) کہہ کر پکارا کرتے تھے حتیٰ کہ قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ”ان (لے) پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف منسوب کر کے ہی پکارو“ یہی اللہ کے ہاں زیادہ انصاف والی بات ہے۔“ (۱)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا:

﴿ أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا ﴾

”تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔“ (۲)

رسول اللہ ﷺ کی طرح حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی سالم کو اپنا لے پا لک (یعنی منہ بولا) بیٹا بنایا ہوا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ان کے ہاں یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا اس سے پردہ کرنا ضروری ہو گیا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی سے فرمایا ”تم اسے پانچ مرتبہ دودھ پلا کر اپنا رضاعی بیٹا بنالو“ اس طرح وہ تم پر حرام ہو جائے گا۔ لہذا انہوں نے پھر اسی طرح کر لیا۔ (۳)

لے پا لک بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز ہے

اہل جاہلیت چونکہ لے پا لک کو بھی حقیقی بیٹے کا درجہ دیتے تھے اس لیے وہ اس کی بیوی سے نکاح کو بھی ناجائز تصور کرتے تھے۔ لیکن اسلام نے لے پا لک بیٹوں کو حقیقی بیٹوں کے مساوی قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسلام

(۱) [بخاری (۴۷۸۲) کتاب تفسیر القرآن : باب ادعوہم لأبائہم ہو أقسط عند اللہ ، مسلم (۲۴۲۵) کتاب فضائل الصحابة : باب فضائل زید بن حارثہ وأسماء بن زید رضی اللہ عنہما ، ترمذی (۳۲۰۹) ، (۳۸۱۴) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۳۹۶/۶) ابن حبان (۷۰۴۲) ابن أبی شیبہ (۱۴۰/۱۲) طبرانی کبیر (۱۳۱۷۰) بیہقی (۱۶۱/۷)]

(۲) [بخاری (۴۲۵۱) کتاب المغازی : باب عمرة القضاء ، شرح السنة (۱۴۰/۱۴) بیہقی (۲۲۶/۱۰)]

مسند احمد (۱۱۵/۱) مستدرک حاکم (۱۲۰/۳)

(۳) [دیکھئے: بخاری (۵۰۸۸) کتاب النکاح : باب الاکفاء فی الدین ، مسلم (۱۴۵۳) کتاب الرضاع : باب رضاعہ الکبیر ، احمد (۳۸/۶) حمیدی (۲۸۷) ابن ماجہ (۱۹۴۳) کتاب النکاح : باب رضاع الکبیر ، نسائی (۱۰۴/۶) بخاری (۵۰۸۸) بیہقی (۴۵۹/۷) صحیح ابو داود (۱۸۱۵) ابو داود (۲۰۶۱)

کتاب النکاح : باب فیمن حرم بہ]

میں صرف حقیقی بیٹوں کی بیویوں سے ہی نکاح حرام ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ [النساء: ۲۳]

”اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں (تم پر حرام ہیں)۔“

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے خود کرادیا تھا، حالانکہ وہ

اس سے پہلے آپ ﷺ کے لے پالک بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ

مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا

مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا﴾ [الأحزاب: ۳۷]

”(اے پیغمبر! یاد کر) جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی

کہہ تو اپنی بیوی (یعنی زینب رضی اللہ عنہا) کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے

تھا جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا (کہ لوگ کیا کہیں گے اس نے اپنے لے

پالک بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی) حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تو اس سے ڈرے، پس جب کہ

زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی (یعنی نکاح کے بعد اسے طلاق دے دی) تو ہم نے اسے تیرے

نکاح میں دے دیا (یعنی یہ نکاح عام مروج طریقے کے برعکس صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی قرار پایا) تاکہ

مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے

پوری کر لیں (یعنی لے پالک بیٹے اگر بیویوں کو طلاق دے دیں تو ان سے نکاح کرنے میں کوئی مسلمان حرج

محسوس نہ کرے) اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔“

خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنا حرام ہے

(۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرًا﴾

”جس نے جانتے ہوئے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کی اس نے کفر کیا۔“ (۱)

(۱) [مسلم (۶۱) کتاب الایمان : باب بیان حال ایمان من قال لأخيه المسلم یا کافر] مسند احمد

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیفے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان میں بھی موجود ہے کہ

﴿وَمَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا﴾

”جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی یا جس غلام نے اپنے آزاد کرنے والے مالکوں کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو اور روز قیامت اللہ تعالیٰ نہ تو اس کی کوئی نقلی عبادت قبول کرے گا اور نہ ہی فرضی۔“ (۱)

(3) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ﴾

”جس نے جانتے ہوئے بھی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی تو اس پر جنت حرام ہے۔“ (۲)

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ لَمْ يَرْحَ رَائِحَةُ الْجَنَّةِ وَإِنْ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ خَمْسِ

مِائَةِ عَامٍ﴾

”جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اور بلاشبہ

جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے محسوس کی جاسکے گی۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے، خواہ اس کا مقصد کچھ بھی ہو۔ لہذا ایسے حضرات جو محض دنیاوی اغراض و مقاصد مثلاً دوسرے

(۱) [مسلم (۱۳۷۰) کتاب الحج : باب فضل المدينة ودعاء النبی فیہا بالبرکۃ، ترمذی (۲۱۲۰) کتاب

الوصایا : باب ما جاء لا وصیۃ لوارث، ابن ماجہ (۲۶۰۹) کتاب الحدود : باب من ادعی الی غیر أبیہ  
أو تولی غیر موالیہ، ابو داود (۵۱۱۵) کتاب الأدب : باب فی الرجل یتنمی الی غیر موالیہ، أبو یعلیٰ

(۲۵۴۰) مسند احمد (۳۲۸/۱)

(۲) [بخاری (۶۷۶۶) کتاب الفرائض : باب من ادعی الی غیر أبیہ، ابن ماجہ (۲۶۱۰) کتاب الحدود :

باب من ادعی الی غیر أبیہ أو تولی غیر موالیہ، ابو داود (۵۱۱۳) کتاب الأدب : باب فی الرجل یتنمی  
الی غیر موالیہ، مسند احمد (۱۶۹/۱) عبد الرزاق (۱۶۳۱۰) طیالسی (۱۹۹) عبد بن حمید (۱۳۵)

أبو یعلیٰ (۷۰۰) أبو عوانۃ (۲۹/۱) شرح السنۃ (۲۳۷۶) ابن أبی شیبۃ (۸۲۵/۸)

(۳) [ضعیف : ضعیف ابن ماجہ، ابن ماجہ (۲۶۱۱) کتاب الحدود : باب من ادعی الی غیر أبیہ أو تولی

غیر موالیہ، مسند احمد (۱۷۱/۲) طیالسی (۲۲۷۴)]

ملک میں شہریت یا ملازمت کے حصول وغیرہ کے لیے اپنی ولدیت تبدیل کرتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا یہ فعل حرام ہے اور ان پر لازم ہے کہ وہ اس سے توبہ کریں اور اپنے آپ کو تمام کاغذات وغیرہ میں بھی صرف اپنے حقیقی باپوں کی طرف ہی منسوب کریں۔

□ جس روایت میں ہے کہ

﴿وَأَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنُّ أَبِيهِ﴾

”بلاشبہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہی ہے۔“ (۱)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ باپ کو چھوڑ کر چچا کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عزت و احترام میں چچا باپ کی مانند ہے یعنی جیسے باپ کی بطور خاص عزت کرنی چاہیے اسی طرح چچا کی بھی عزت و توقیر میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے کیونکہ ان دونوں کی اصل (یعنی والدین) ایک ہے۔

اثبات نسب کے لیے قیافہ شناسی کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مَسْرُورٌ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ أَلَمْ تَرِي أَنَّ مُجْزَا الْمُدْلِجِي دَخَلَ عَلَيَّ فَرَأَى أَسْمَاءَ بِنَ زَيْدٍ وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قُطِيفَةٌ قَدْ غَطِيَا رُءُوسَهُمَا وَبَدَتْ أَفْئَامُهُمَا فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ الْأَفْئَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ﴾

”ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے، آپ ﷺ بہت خوش تھے اور فرمایا، اے عائشہ! تم نے دیکھا نہیں، مجز المدلجی (قیافہ شناس) آیا اور اس نے اسماء اور زید (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا، دونوں کے جسم پر ایک چادر تھی، جس نے دونوں کے سروں کو ڈھانپ رکھا تھا اور ان کے صرف پاؤں کھلے ہوئے تھے تو اس نے کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔“ (۲)

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷۰۸۷) ابو داؤد (۱۶۲۳) کتاب المناقب : باب مناقب العباس بن عبد المطلب، ترمذی (۳۷۶۰) کتاب المناقب : باب مناقب العباس بن عبد المطلب، غایۃ العرام (۱۸۹)]

(۲) [بخاری (۶۷۷۱) کتاب الفرائض : باب القائف، مسلم (۱۴۵۹) کتاب الرضاع : باب العمل بالحقائق القائف الولد، ابو داؤد (۲۲۶۷) کتاب الطلاق : باب فی القافۃ، ترمذی (۲۱۲۹) کتاب الولاء والہبۃ : باب ما جاء فی القافۃ، ابن ماجہ (۲۳۴۹) کتاب الأحکام : باب القافۃ، نسائی (۳۴۹۳) وفی السنن الکبریٰ (۵۶۸۷) عبد الرزاق (۱۳۸۳۳) ابن حبان (۴۱۰۲) دارقطنی (۲۴۰/۲) بیہقی (۲۶۲/۱۰)]



(حافظ ابن حجر) اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ

﴿وَجُعِلَ إِذْخَالُ هَذَا الْحَدِيثِ فِي كِتَابِ الْفَرَائِضِ الرُّدُّ عَلَى مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقَائِفَ لَا يُعْتَبَرُ قَوْلُهُ،

فَإِنَّ مَنْ اعْتَبَرَ قَوْلَهُ فَعَمِلَ بِهِ لَزِمَ مِنْهُ حُصُولُ التَّوَارُثِ بَيْنَ الْمُلْحَقِ وَالْمُلْحَقِ بِهِ﴾

”اس حدیث کو کتاب الفرائض میں داخل کرنے کا سبب ایسے لوگوں کا رو کرنا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ قیافہ شناس کی بات معتبر نہیں۔ بلاشبہ جس نے اس کی بات کو معتبر سمجھا پھر اس پر عمل کیا تو اس وجہ سے ملحق کیے جانے والے (بیٹے) اور جس کے ساتھ اسے ملحق کیا گیا ہے (یعنی باپ) کے درمیان باہمی وراثت کا حصول لازم ہو جائے گا۔“ (۱)

(شافعی، مالک، جمہور علماء) قیافہ شناس کی بات پر عمل کیا جائے گا۔ ان کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے، ان کا کہنا ہے کہ اگر قیافہ شناسی باطل ہوتی اور اس کا کوئی اعتبار نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ قیافہ شناس کی بات سن کر خوش نہ ہوتے۔ ان حضرات نے قیافہ شناس کی بات تسلیم کرنے کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ عادل و دیانتدار ہو۔

(ابو حنیفہ) قیافہ شناس کی بات قابل عمل نہیں۔ (۲)

□ مذکورہ بالا حدیث میں قیافہ شناس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ کے خوش ہونے کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بنی اللہ کا رنگ سفید تھا اور ان کے بیٹے اسامہ بنی اللہ کا رنگ کالا تھا۔ اس وجہ سے منافقین یہ الزام لگایا کرتے تھے کہ اسامہ بنی اللہ حضرت زید بنی اللہ کے بیٹے نہیں۔ لیکن جب قیافہ شناس نے بھی ان دونوں کے تعلق کی تصدیق کر دی تو آپ ﷺ کی خوشی کی انتہاء نہ رہی، کیونکہ عرب کے لوگ قیافہ شناسی کو معتبر سمجھا کرتے تھے اور قیافہ شناس کی بات کو جھٹلاتے نہیں تھے۔

### ولد لعان کا نسب

لعان اس وقت ہوتا ہے جب شوہر اپنی بیوی کو کسی غیر مرد کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ لے اور اس کے پاس چار گواہ موجود نہ ہوں تو وہ شرعی عدالت میں چار مرتبہ قسم اٹھا کر کہے گا کہ میری بیوی نے زنا کیا ہے اور میں اپنی بات میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے گا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی

(۱) [فتح الباری (تحت الحدیث ۶۷۷۰)]

(۲) [مزید دیکھئے، شرح مسلم للنووی (۳۸۴/۵)]

لعنت ہو اسی طرح عورت بھی چار مرتبہ قسم اٹھا کر کہے گی کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جائے گی اور چونکہ شوہر نے تو بچے کا انکار کر دیا ہے اس لیے اسے ماں کے ساتھ ہی ملحق کر دیا جائے گا اور وہ پھر ہمیشہ صرف اسی کی طرف منسوب ہوگا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔

(۱) لعان کے متعلق حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عویمیر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے درمیان لعان کرادیا تو فرمایا:

﴿انظروا فإن جاءت به أسحمة أدعج العينين عظيم اللتين خدلج الساقين فلما أحسب عويمراً إلّا قد صلق عليها وإن جاءت به أحيمر كأنه وحرّة فلما أحسب عويمراً إلّا قد كذب عليها فجاءت به على النعت الذي نعت به رسول الله ﷺ من تصديق عويمر "فكان بعد ينسب إلى أمه"﴾

”دیکھتے رہو! اگر اس عورت کے ہاں کالا، بہت کالی آنکھوں، بھاری سرین اور بھری ہوئی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہوا تو میرا خیال ہے کہ عویمیر نے الزام غلط نہیں لگایا ہے۔ لیکن اگر سرخ سرخ گرگٹ جیسا پیدا ہوا تو میرا خیال ہے کہ عویمیر نے غلط الزام لگایا ہے۔ اس کے بعد اس عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا وہ انہی صفات کا مالک تھا جو آپ ﷺ نے بیان فرمائی تھیں اور جن سے عویمیر رضی اللہ عنہ کی تصدیق ہوتی تھی۔ چنانچہ اس لڑکے کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر دیا گیا۔“ (۱)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَتِهِ فَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَالْحَقَّ الْوَلَدُ بِالْمَرْأَةِ﴾

”نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرادیا تھا پھر اس آدمی نے اپنی بیوی کے لڑکے کا انکار کیا تو آپ ﷺ نے دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی اور لڑکا عورت کو دے دیا۔“ (۲)

(۱) [بخاری (۴۷۴۵) کتاب تفسیر القرآن : باب قوله عز وجل والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم

شهداء إلا أنفسهم]

(۲) [بخاری (۵۳۱۵) کتاب الطلاق : باب يلحق الولد بالملاعة ' ابو داود (۲۲۵۹) کتاب الطلاق : باب

فی اللعان]

(3) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والوں کے بچے کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ

﴿ اِنَّهٗ يَرِثُ اُمُّهٗ وَتَرِثُهُ اُمُّهٗ وَمَنْ رَمَاهَا بِهٖ جُلِدَ ثَمَانِيْنَ ﴾

”وہ اپنی ماں کا وارث ہو گا اور اس کی ماں اس کی وارث ہو گی اور جس نے اس بچے کی وجہ سے

تہمت لگائی اسے اسی (80) کوڑے لگائے جائیں گے۔“ (۱)

(سید سابق) جب مرد اپنے بچے کا انکار کر دے تو اس کے اس انکار کی وجہ سے لعان مکمل ہو جائے گا، اس کا نسب اس کے باپ سے ختم ہو جائے گا اور اس سے اس کا خرچہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ نیز ان دونوں کے درمیان وراثت بھی ختم ہو جائے گی، وہ اپنی ماں کے ساتھ ملحق کر دیا جائے گا، وہ اس کی وارث ہو گی اور وہ اس کا وارث ہو گا۔ (۲)

### ولد زنا کا نسب

(سعودی مجلس افتاء) ولد زنا کا حکم وہی ہے جو اس کی ماں کا حکم ہے، وہ علماء کے اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق اپنی ماں کے ہی تابع ہو گا۔ اگر وہ مسلمان ہے تو وہ بھی مسلمان ہو گا اور اگر وہ کافر ہے تو وہ بھی کافر ہو گا ﴿وَيُنْسَبُ اِلَيْهَا لَا اِلَى الرَّائِي﴾ ”اور وہ ماں کی طرف ہی منسوب کیا جائے گا زانی کی طرف نہیں۔“ (۳)

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ

﴿ اَمَّا اِنْ كَانَ الْوَطْءُ زِنًا فَلَا يُلْحَقُ الْوَلَدُ الرَّائِي وَلَا يَنْبَغُ نَسَبُهُ اِلَيْهِ وَعَلَى ذٰلِكَ لَا يَرِثُهُ ﴾

”اگر (نکاح کے بغیر) زنا کی صورت میں ہم بستی کی گئی ہو تو بچے کا الحاق زانی کے ساتھ نہیں کیا جائے

گا اور نہ ہی اس کی طرف اس کا نسب ثابت ہو گا اور اسی بنا پر وہ اس کا وارث بھی نہیں بنے گا۔“ (۴)

### شادی کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب

شادی کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ عورت کے شوہر کی طرف ہی منسوب ہو گا، ولد زنا تصور کرتے

ہوئے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

(۱) [أحمد (۲۱۶/۲) الفتح الربانی (۲۸۰)]

(۲) [فقه السنة (۳۱۸/۲)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۳۴۳/۲۰)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۳۸۷/۲۰)]

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ [الأحقاف: ۱۵]

”ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اس کی والدہ نے اسے تکلیف برداشت کر کے اٹھائے رکھا اور پھر تکلیف برداشت کر کے ہی اسے جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ یعنی دو سال اور چھ ماہ ہے۔ اب قرآن میں ہی موجود ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ اب اگر تیس ماہ میں سے چوبیس ماہ کو نکال دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے گزشتہ فرمان کے مطابق باقی چھ ماہ حمل کی مدت رہ جاتی ہے۔ لہذا اثابت ہوا کہ نکاح کے کم از کم چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ حلال کا ہے اور اس کا باپ عورت کا شوہر ہی ہے۔ (سعودی مجلس افتاء) اگر عورت شوہر کے ہم بستری کرنے کے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دے دے تو وہ بچہ شوہر کا ہی ہوگا کیونکہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ (۱)

www.KitaboSunnat.Com



## باب ارضاع الاولاد

### بچوں کو دودھ پلانے کا بیان

بچے کا حق ہے کہ اسے ماں کا دودھ پلایا جائے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْعِمَ الرِّضَاعَةَ﴾

[البقرة: ۲۳۳]

”مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت بالکل پوری کرنے کا ہو۔“  
اس آیت سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماؤں کو تلقین فرمائی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ آیت کے ان الفاظ ”جو مدت پوری کرنا چاہے وہ دو سال تک دودھ پلائے“ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اس سے کم مدت تک دودھ پلانا چاہے تو اس کی بھی گنجائش موجود ہے۔

(قرطبیؒ) مذکورہ بالا آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ دو سال تک دودھ پلانا ضروری نہیں کیونکہ دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا بھی جائز ہے۔ (۱)

(ابن العربیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

### ماں کے دودھ کے طبی فوائد

(شیخ محمد بن صالح المنجد) آج کی تحقیق کے مطابق ہمارے سامنے بچے کو دودھ پلانے کے جو فوائد و ثمرات ہیں ان میں سے چند درج ذیل سطور میں ملاحظہ کیجئے:

- (۱) ماں کا دودھ غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے جس میں کوئی کسی قسم کا جراثیم نہیں ہوتا۔
- (۲) ماں کے دودھ سے کوئی اور دودھ مماثلت نہیں رکھتا نہ گائے کا اور نہ ہی بکری اور اونٹنی وغیرہ کا۔ اس لیے کہ ماں کا دودھ قدرتی طور پر بچے کی ولادت سے لے کر دودھ پینے کی مدت ختم ہونے تک ہر روز بچے کی ضرورت کے مطابق بنتا اور تیار ہوتا رہتا ہے۔

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۰۷/۳)]

(۲) [تفسیر احکام القرآن لابن العربی (۲۳۷/۱)]

(3) ماں کے دودھ میں پروٹین اور شوگر کا تناسب بچے کی ضرورت کے مطابق پایا جاتا ہے، لیکن گائے، بھینس اور بکری وغیرہ کے دودھ میں پروٹین اتنی مقدار میں ہوتی ہے کہ بچے کا معدہ اسے ہضم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، اس لیے کہ یہ دودھ ان حیوانات کی اولاد کی مناسبت سے تیار کیا گیا ہے۔

(4) ماں کا دودھ پینے والے بچے میں نمو زیادہ ہوتی ہے اور وہ جلدی بڑا ہوتا ہے، جبکہ فیڈر سے دودھ پینے والے بچے اتنی جلدی نہیں بڑھتے۔

(5) ماں اور بچے کے درمیان نفسیاتی تعلق بڑھتا ہے۔

(6) ماں کا دودھ ان مختلف عناصر پر مشتمل ہوتا ہے جو بچے کی غذائی ضروریات اس کے جسم کی کیفیت اور کیت کے مطابق پوری کرتا ہے اور اس کے نظام ہضم کے مطابق ہوتا ہے اور پھر غذائیت کے یہ عناصر ایک جیسے نہیں رہتے بلکہ بچے کی ضرورت کے مطابق دن بدن بڑھتے رہتے ہیں۔

(7) ماں کا دودھ ایک معقول درجہ حرارت رکھتا ہے جو بچے کی ضرورت پوری کرتا ہے اور کسی بھی وقت حاصل ہو سکتا ہے۔

(8) ماں کا دودھ پلانا منع حمل میں ایک طبعی عامل کی حیثیت رکھتا ہے اور ماں ان سب مشکلات سے سلامتی میں رہتی ہے جو منع حمل کے لیے گولیاں یا پھر انجیکشن وغیرہ استعمال کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ (۱)

کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا بھی جائز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَأَلْتُمْ مَا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ﴾

[البقرة: ۲۳۳]

”اور اگر تمہارا ارادہ اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ تم ان کو دستور کے

مطابق جو دینا ہو (یعنی دودھ پلانے کا معاوضہ) وہ ان کے حوالے کر دو۔“

دوسری دودھ پلانے والی عورت بھی حکم میں ماں کی مانند ہی ہوگی

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّائِي أَرْضَعْنَكُمْ﴾ [النساء: ۲۳]

(۱) [مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی مرتب کردہ کتاب ”فتاویٰ نکاح و طلاق“ ملاحظہ فرمائیے۔]

”اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا (تم پر حرام ہیں)۔“

کسی اور سے دودھ پلوانے کی صورت میں حرمت دو شرطوں کے ساتھ ثابت ہوگی

① رضاعت کی مدت کے دوران دودھ پلایا گیا ہو:

مراد یہ ہے کہ اگر پیدائش کے بعد دو سال کے اندر اندر دودھ پلایا گیا ہو گاتب رضاعت ثابت ہوگی (اور وہ عورت اس بچے کی ماں بن جائے گی اور اس سے اس کا نکاح حرام ہو جائے گا) جیسا کہ گزشتہ آیت ﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال بیان فرمائی ہے۔ اس ضمن میں مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿لَا رَضَاعَ إِلَّا فِي الْحَوْلَيْنِ﴾

”کوئی رضاعت معتبر نہیں سوائے اس رضاعت کے جو دو سال کے دوران ہو۔“ (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَانَتْ تَغَيَّرُ وَجْهَهُ كَأَنَّهُ كَرِهَ ذَلِكَ فَقَالَتْ إِنَّهُ أَخْبِي فَقَالَ انْظُرُونْ مَنْ إِخْوَانُكُمْ فَإِنَّمَا الرُّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ﴾

”نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کے ہاں ایک مرد بیٹھا ہوا ہے۔ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا گویا آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، دیکھو یہ سوچ سمجھ کر کہو کون تمہارا بھائی ہے کیونکہ رضاعت صرف وہی مؤثر ہوتی ہے جو بھوک سے ہو (یعنی جب بچے کو دودھ پلایا جائے اور اس سے اس کی بھوک مٹ جائے اور وہ صرف بچپن میں دو سال کی عمر کے اندر ہی ہوتی ہے)۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ صرف اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو دو سال کی عمر کے اندر اندر واقع

(۱) [دارقطنی (۱۷۳/۴) سعید بن منصور (۹۷۴) بیہقی (۴۴۲/۷) عبد الرزاق (۱۳۹۰/۳)]

(۲) [بخاری (۵۱۰۲) کتاب النکاح: باب من قال لا رضاع بعد حولین، مسلم (۱۴۵۵) کتاب الرضاع:

باب انما الرضاعة من المجاعة، أحمد (۹۴/۶) ابو داود (۲۰۵۸) کتاب النکاح: باب فی رضاعة الکبیر، ابن ماجہ (۱۹۴۵) کتاب النکاح: باب لا رضاع بعد فصال، ابن الجارود (۶۹۱) شرح السنة

ہوئی ہو اور اگر بچے کو دو سال کی عمر کے بعد دودھ پلایا گیا ہو تو پھر اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ مزید برآں اگر کوئی عورت کسی ضروری حاجت کے پیش نظر کسی بڑی عمر کے لڑکے کو بھی دودھ پلائے تو کیا یہ جائز ہے یا اس سے حرمت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق راجح موقف ہمارے علم کے مطابق وہ ہے جسے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اختیار فرمایا ہے۔

(ابن تیمیہؒ) مسئلہ رضاعت میں بچپن کا اعتبار کیا جائے گا الا کہ کوئی حاجت و ضرورت پیش آجائے جیسا کہ بڑی عمر کے آدمی کی رضاعت کا مسئلہ ہے، ایسا شخص جسے کسی عورت کے پاس جانا بھی ضروری ہو اور اس عورت کا اس سے پردہ کرنا بھی دشوار ہو جیسا کہ سالم کا ابو حذیفہ کی بیوی کے ساتھ معاملہ تھا۔ اس طرح کے بڑی عمر کے آدمی کو اگر عورت نے دودھ پلادیا تو اس آدمی کے لیے دودھ پینا قابل تاخیر ہوگا۔ نیز ایسی صورت کے علاوہ دودھ پینے کی مدت بچپن کی عمر ہی ہے۔ (۱)

(شوکانیؒ) یہی قول میرے نزدیک راجح ہے۔ (۲)

## ② پانچ مرتبہ دودھ پلایا گیا ہو:

پانچ مرتبہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرتبہ جب بچہ ماں کا پستان منہ میں لے کر چوسے پھر بغیر کسی عارضہ کے اپنی مرضی سے اسے چھوڑ دے تو یہ ایک مرتبہ ہے اور اگر کسی عارض کی وجہ سے چھوڑے مثلاً سانس لینے کے لیے یا کچھ آرام کے لیے یا کسی اور ایسی وجہ سے جو اسے دوسری طرف مشغول کر دے، پھر جلد ہی دوبارہ پینا یا چوسنا شروع کر دے تو یہ وقفہ ایک مرتبہ میں ہی شمار ہوگا۔ (۳)

مزید یہ کہ صرف پانچ مرتبہ دودھ پینے سے ہی حرمت ثابت ہوتی ہے، اس کے تفصیلی دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحْرَمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُنَّ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ﴾

”پہلے قرآن میں یہ حکم اترا تھا کہ دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ پھر یہ منسوخ ہو گیا

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۶۰/۳۴)]

(۲) [نیل الأوطار (۴/۴۱۸)]

(۳) [مزید دیکھئے: نیل الأوطار (۴/۴۱۲) سبل السلام (۳/۵۲۹)]



اور یہ (نازل ہوا کہ) پانچ مرتبہ دودھ پینا حرمت کا سبب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو یہ قرآن میں پڑھا جاتا تھا۔“ (۱)

(۲) حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ

﴿فَأَرْضَعْتُهُ خَمْسَ رَضَعَاتٍ فَكَانَ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِهَا مِنَ الرِّضَاعَةِ﴾

”انہوں نے سالم کو پانچ مرتبہ دودھ پلایا پھر وہ اس کے رضاعی بیٹے کی جگہ ہو گیا۔“ (۲)

(ابن تیمیہ) پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ (۳)

رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الرِّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ﴾

”جیسے خون ملنے سے حرمت ہوتی ہے ویسے ہی دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔“ (۴)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ﴾

”اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے بھی ان رشتوں کو حرام کر دیا ہے جنہیں نسب کی وجہ سے حرام کیا ہے۔“ (۵)

رضاعت کی وجہ سے حرام رشتے

ان رشتوں کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) [مسلم (۱۴۵۲) کتاب الرضاع: باب التحريم بخمس رضعات، موطا (۶۰۸/۲) ابو داود (۲۰۶۲)]

کتاب النکاح: باب هل يحرم ما دون خمس رضعات، ترمذی (۱۱۵۰) کتاب الرضاع: باب ما جاء

لا تحرم المصّة ولا المصتان، نسائی (۱۰۰/۶) ابن حبان (۴۲۰۷۔ الإحسان)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۸۱۵) کتاب النکاح: باب فیمن حرم به، ابو داود (۲۰۶۱)]

(۳) [فتاویٰ النساء (ص ۴۷۱)]

(۴) [بخاری (۵۰۹۹) کتاب النکاح: باب قول الله تعالى: وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم، موطا (۶۰۱/۲)]

مسلم (۱۴۴۴) کتاب الرضاع: باب يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة، نسائی (۱۰۲/۶) دارمی

(۱۵۵۱۲) عبدالرزاق (۴۷۶/۷) أبو یعلیٰ (۳۳۸/۷) بیہقی (۱۵۹/۷)]

(۵) [صحیح: إرواء الغلیل (۲۸۴/۶) ترمذی (۱۱۴۶) کتاب الرضاع: باب ما جاء يحرم من الرضاع ما

يحرم من النسب، أحمد (۱۳۱/۱)]

- ① ”دودھ پلانے والی عورت“ کیونکہ دودھ پلانے کی وجہ سے وہ دودھ پینے والے کی ماں تصور ہوگی۔
- ② ”دودھ پلانے والی کی ماں“ کیونکہ وہ اس کی نانی ہوگی۔
- ③ ”دودھ پلانے والی کے شوہر کی ماں“ کیونکہ وہ اس کی دادی ہوگی۔
- ④ ”ماں کی بہن“ کیونکہ وہ دودھ پینے والے کی خالہ ہوگی۔
- ⑤ ”اس کے خاوند کی بہن“ جو دودھ والا ہو، کیونکہ وہ اس کی پھوپھی ہوگی۔
- ⑥ ”اس کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بیٹیاں“ کیونکہ وہ اس کے بھائیوں اور بہنوں کی بیٹیاں ہیں۔
- ⑦ ”بہن“ خواہ سگی ہو یا ماں یا باپ میں سے کسی ایک کی طرف سے۔ (۱)

دودھ پلانے والی کا شوہر باپ کے قائم مقام بن جاتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمَّهَا مِنَ الرُّضَاعَةِ بَعْدَ أَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ فَأَبَيْتُ أَنْ أَذِنَ لَهُ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَذِنَ لَهُ﴾

”ابو قعیس کے بھائی افلح نے ان کے ہاں اندر آنے کی اجازت چاہی۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا تھے۔ یہ واقعہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ) میں نے انہیں اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ کو ان کے ساتھ اپنا (کیا ہوا) معاملہ بتایا تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں انہیں اندر آنے کی اجازت دے دوں۔“

جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ عَمِّي الرُّضَاعَةَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّى اسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلْيَلِجْ عَلَيْكَ فَإِنَّهُ عَمُّكَ قَالَتْ إِنَّمَا أَرْضَعْتَنِي الْمَرْأَةَ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلَ قَالَتْ فَإِنَّهُ عَمُّكَ فَلْيَلِجْ عَلَيْكَ﴾

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا آئے انہوں نے میرے پاس (گھر میں) آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے انہیں اس وقت تک اجازت دینے سے انکار کر دیا جب تک رسول

اللہ ﷺ سے نہ پوچھ لوں۔ پھر آپ ﷺ (تشریف لائے تو آپ) نے فرمایا، اے اپنے پاس آنے دو یہ تمہارے چچا ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ بلاشبہ مجھے تو عورت نے دودھ پلایا تھا، مرد نے نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یقیناً یہ تمہارے چچا ہیں انہیں اپنے پاس آنے دو۔“ (۱)

ان صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پلانے والی کا شوہر باپ کے درجہ میں ہوتا ہے اور اس کے رشتہ داروں کا وہی مقام ہوتا ہے جو سگے باپ کے رشتہ داروں کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے رضاعی چچا سے پردہ کرنے سے روکا اور انہیں اپنے پاس آنے سے روکنے سے منع فرمایا۔

(ابن حجر) فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ و تابعین اور فقہائے اہل شام میں امام اوزاعیؒ اور امام ثوریؒ، اہل کوفہ میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے دونوں صاحب (یعنی شاگرد، امام محمدؒ اور قاضی ابو یوسفؒ)، اہل مکہ میں ابن جریجؒ، اہل مدینہ میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاقؒ، امام ابو ثورؒ، اور ان کے تبعین کا یہ موقف ہے کہ مرد کا دودھ حرمت کرتا ہے (مراد یہ ہے کہ جس مرد کے جماع کی وجہ سے عورت میں دودھ پیدا ہوا ہے، وہ بھی دودھ پینے والے پر حرام ہو جاتا ہے، یعنی اس سے نکاح جائز نہیں رہتا)۔ ان کی دلیل یہ (مذکورہ بالا) صحیح حدیث ہے۔ (۲)

### دودھ پلانے والی اکیلی عورت کی گواہی قابل قبول ہے

(۱) حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ام یحییٰ بنت ابی اہاب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو ایک عورت آئی اور کہنے لگی ﴿قَدْ اَرْضَعْتُكُمْ﴾ ”میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔“ عقبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ﴾ ”اب تم اسے کس طرح اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہو جبکہ رضاعت کی اطلاع دے دی گئی ہے؟“ چنانچہ عقبہ نے اس عورت کو جدا کر دیا اور اس

(۱) [بخاری (۵۱۰۳) کتاب النکاح : باب لبن الفحل، مسلم (۱۴۴۵) کتاب الرضاع : باب تحريم الرضاعة من ماء الفحل، مؤطا (۶۰۱/۲) کتاب الرضاع : باب رضاعة الصغير، ترمذی (۱۱۴۸) کتاب الرضاع : باب ما جاء في لبن الفحل، احمد (۳۳/۶) ابو داود (۲۰۵۷) کتاب النکاح : باب في لبن الفحل، ابن ماجه (۱۹۴۹) کتاب النکاح : باب لبن الفحل، نسائی (۳۳۱۵) کتاب النکاح : باب لبن الفحل، حمیدی (۱۱۳/۱)، (۲۲۹) دارمی (۱۵۶/۲) کتاب النکاح : باب ما يحرم الرضاع]

خاتون نے دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا۔“ (۱)

(۲) امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار آدمیوں اور ان کی بیویوں کے درمیان رضاعت کے مسئلہ میں ایک عورت کی گواہی کی وجہ سے جدائی کرائی۔ (۲)

(احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام طاووسؒ، امام زہریؒ، امام اوزاعیؒ، ابن ابی ذئب اور عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(شافعیؒ) چار عورتوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ دو عورتیں گواہی میں ایک مرد کے برابر ہیں۔

(ابو حنیفہؒ) صرف دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی (ان کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے ﴿وَأَسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ﴾ [البقرة: ۲۸۲] ”اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا

لو۔“ حالانکہ یہ آیت عام ہے اور حدیث خاص ہے اور عام کو خاص پر محمول کرنا واجب ہے)۔ (۳)

(داجع) مسئلہ رضاعت میں دودھ پلانے والی اکیلی عورت کی گواہی بھی قبول کی جائے گی جیسا کہ گزشتہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔

(شوکانیؒ، سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

اگر کسی نے بہن کا دودھ پیا ہو تو باہم ان کی اولاد کا حکم

فی الحقیقت رضاعت سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب و ولادت سے حرام ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جیسے خون ملنے سے حرمت ہوتی ہے ویسے ہی دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔“

اس حدیث کی رو سے دودھ پینے والا اپنی بہن کا رضاعی بیٹا ہو گا اور بہن کی اولاد اس کے رضاعی بہن

(۱) [بخاری ۲۶۵۹، ۲۶۶۰] کتاب الشهادات: باب شهادة المرضعة، احمد (۸/۴) ابو داود (۳۶۰۴)

کتاب الأقضية: باب الشهادة فی الرضاع، ترمذی (۱۱۵۱) کتاب الرضاع: باب ما جاء فی

شهادة المرأة الواحدة فی الرضاع، نسائی (۱۰۹/۶) حمیدی (۵۷۹) دارقطنی (۱۷۵/۴)

(۲) [عبدالرزاق (۴۸۲/۷) کتاب الطلاق: باب شهادة امرأة علی الرضاع]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۳۴۰/۱۱) نیل الأوطار (۴۲۳/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۳۵۹/۶) فقه السنة (۱۵۳/۲)]

بھائی ہوں گے اور اس کی اولاد کے چچا اور پھوپھیاں ہوں گے لہذا ان کا باہم نکاح جائز نہیں۔

دورانِ رضاعت بیوی سے ہم بستری اور اس کا حاملہ ہونا

بچے کو دودھ پلانے والی عورت سے ہم بستری کرنا اور اس وجہ سے اسے مدتِ رضاعت کے دوران ہی حاملہ بنادینا شریعت کی نظر میں ناجائز نہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

﴿ عَنْ جَدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْأَسَدِيَّةِ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ حَتَّى ذَكَرْتُ أَنَّ الرُّومَ وَفَارِسَ يَصْنَعُونَ ذَلِكَ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ﴾

”حضرت جدامہ بنت وہب اسدی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں غیلہ (دودھ پلانے کی مدت کے دوران عورت سے ہم بستری) سے منع کروں حتیٰ کہ مجھے یاد آیا کہ روم اور فارس کے لوگ غیلہ کرتے ہیں تو ایسا کرنا ان کی اولاد کو (کوئی) نقصان نہیں دیتا (اس لیے میں نے اس سے منع نہیں کیا)۔“ (۱)

(مالکؒ) غیلہ یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے ہم بستری کرے اور وہ (بچے کو) دودھ پلاتی ہو (یعنی دودھ پلانے کے عرصے میں بیوی سے ہم بستری)۔ (۲)

(نوویؒ) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غیلہ کرنا جائز ہے۔ (۳)

□ تاہم اگر اطباء حضرات مشورہ دیں کہ بچے کو دودھ پلانے کی مدت کے دوران عورت کا حاملہ ہونا دودھ پیتے بچے کی صحت کے لیے نقصان دہ ہے تو پھر ایسا نہ کرنا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔ اس صورت میں انسان ہم بستری تو کر ہی سکتا ہے، البتہ عورت کو حاملہ ہونے سے بچانے کے لیے عزل کر سکتا ہے۔ عزل یہ ہے کہ ہم بستری کرتے ہوئے جب انزال (خروج منی) ہونے لگے تو آگے تامل کو عورت کی شرمگاہ سے باہر نکال کر انزال کر دیا جائے۔ عزل کے جواز کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(۱) [مسلم (۱۴۴۲) کتاب النکاح : باب جواز الغيلة وهي وطء المرضع وكراهة العزل] ابو داود

(۲۸۸۲) کتاب الطب : باب باب فی الغیل 'ترمذی (۲۰۷۶) کتاب الطب : باب ما جاء فی الغيلة'

ابن ماجہ (۲۰۱۱) کتاب النکاح : باب الغیل 'نسائی (۳۳۲۶) وفي السنن الكبرى (۵۴۸۵/۳)

دارمی (۲۲۱۷) ابن حبان (۴۱۹۶) طبرانی کبیر (۵۳۵/۲۴) بیہقی (۲۳۱/۱۷)

(۲) [کما فی سنن ابی داود (بعد الحديث / ۳۸۸۲)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۳۶۲/۵)]

﴿كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ﴾

”ہم عہد رسالت میں عزل کرتے تھے اور قرآن اس وقت نازل ہو رہا تھا۔“ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ یہ بات (یعنی صحابہ کا عزل کرنا) نبی کریم ﷺ تک پہنچ گئی لیکن آپ ﷺ نے اس سے منع نہ فرمایا۔ (۲)

### حق رضاعت کے متعلق ایک ضعیف روایت

جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا:

”رضاعت کا حق (دودھ پلانے والی کو) کس طرح ادا کیا جاسکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، ایک غلام یا لونڈی کی ادائیگی کے ساتھ۔“

وہ ضعیف ہے۔ (۳)



(۱) [بخاری (۵۲۰۹) کتاب النکاح : باب العزل ، مسلم (۱۴۴۰) کتاب النکاح : باب حکم العزل ، أبو

یعلیٰ (۲۱۹۳) ترمذی (۱۱۳۷) کتاب النکاح : باب ما جاء فی العزل ، أحمد (۳۷۷/۳) بیہقی (۲۲۸/۷)]

(۲) [مسلم (۱۴۴۰) کتاب النکاح : باب حکم العزل ، أبو داود (۲۱۷۳) أبو یعلیٰ (۲۲۵۵) ابن حبان (۴۱۹۵) طحاوی (۳۵۱۳) بیہقی (۲۲۸/۷)]

(۳) [ضعیف أبو داود (۴۴۵) ضعیف ترمذی (۱۹۶) ضعیف نسائی (۲۱۳) أبو داود (۲۰۶۴) کتاب النکاح : باب فی الرضخ عند الفصال ، ترمذی (۱۱۵۳) کتاب الرضاع : باب ما جاء ما یذهب مذمة الرضاع ، أحمد (۴۵۰/۳) حمیدی (۸۷۷) نسائی (۳۳۲۹) دارمی (۱۵۷/۲)]

## بچوں کی پرورش کا بیان

## باب حضانه الاولاد

### بچوں کی پرورش کا زیادہ حقدار کون ہے؟

پرورش کی سب سے زیادہ مستحق والدہ ہے کیونکہ وہ بچوں کے لیے لطف و رحم میں دوسروں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ یہ رحمت و شفقت درج ذیل حدیث سے عیاں ہے:

حضرت صہبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ

”ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے تین کھجوریں دیں، اس نے ہر بیٹی کو ایک ایک کھجور دے دی، پھر (اپنے حصے کی تیسری) کھجور کو دو ٹکڑے کر کے ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو یہ قصہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، بلاشبہ وہ اس (اپنی بیٹیوں پر رحمت و شفقت) کے باعث جنت میں داخل ہو گئی ہے۔“ (۱)

لہذا اگر ماں اور باپ میں کسی وجہ (طلاق وغیرہ) سے جدائی ہو جائے تو بچوں کی پرورش کی سب سے زیادہ حقدار ماں ہے، جب تک وہ نیا نکاح نہ کر لے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

”أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وَعَاءٌ وَتَدْبِي لَهُ سِقَاءٌ وَحَجْرِي لَهُ حِوَاءٌ وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ”أَنْتِ أَخَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي“

”ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یہ جو میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کے لیے برتن تھا، میری پھاتی (پستان) اس کے لیے مشکیزہ تھی اور میری آغوش اس کے لیے جائے قرار تھی۔ اس کے والد نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب وہ مجھ سے اس بچے کو بھی چھین لینا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، جب تک تو دوسرا نکاح نہیں کرتی اس وقت تک تو ہی اس کی

زیادہ حق دار ہے۔“ (۱)

اس حدیث میں مذکور تین اوصاف ایسے ہیں جو بچے کی پرورش میں ماں کے ساتھ ہی خاص ہیں لہذا پرورش کے استحقاق میں بھی ماں کو باپ پر فوقیت حاصل ہے۔

(ابن تیمیہ) بچے کی تربیت کے لیے باپ سے زیادہ حقدار ماں ہے کیونکہ وہ زیادہ رحمدل، اس کی تربیت کو زیادہ سمجھنے والی اور زیادہ صبر کرنے والی ہے۔“ (۲)

ماں کے بعد حضانت کی زیادہ حقدار خالہ ہے

اگر ماں نے دوسرا نکاح کر لیا ہو یا فوت ہو جائے تو بچوں کی پرورش کی زیادہ حقدار خالہ ہوگی۔ جیسا کہ درج ذیل دلائل اس پر شاہد ہیں:

(۱) حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے مروی طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ کے بعد اگلے سال مکہ مکرمہ گئے اور پھر جب واپس ہونے لگے تو اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بچی چچا چچا کرتی آئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ساتھ لے لیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہاتھ پکڑ کر لائے اور فرمایا: اپنی چچا زاد بہن کو بھی ساتھ لے لو، انہوں نے اسے اپنے ساتھ سوار کر لیا، پھر حضرت علی، حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا جھگڑا ہوا۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا میں زیادہ مستحق ہوں، یہ میرے چچا کی بچی ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے بھی چچا کی بچی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہیں۔ زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے بھائی کی بچی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بچی کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے، پھر علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم صورت اور عادات و اخلاق سب میں مجھ سے مشابہ ہو۔ زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی بھی ہو اور ہمارے مولا بھی۔“ (۳)

(۱) [حسن: صحیح ابو داود (۱۹۹۱) کتاب الطلاق: باب من أحق بالولد، ابو داود (۲۲۷۶) دارقطنی

(۳۰۵۳) حاکم (۲۰۷/۲) بیہقی (۵۰۴/۸) امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [التعلیق علی سبل السلام للشیخ عبداللہ بسام (۱۵۶۱/۳) اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف

کی کتاب ”طلاق کی کتاب“ کا مطالعہ مفید ہے۔]

(۳) [بحاری (۲۶۹۹) کتاب الصلح: باب کیف یکتب: هذا ما صالح فلان بن فلان، مسلم (۱۷۸۳)

ترمذی (۱۹۰۴) بیہقی (۵/۸)]



(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لڑکی اپنی خالہ کے پاس ہوگی کیونکہ خالہ ماں ہے۔“ (۱)

یہ روایات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ خالہ بچے کی پرورش کرنے میں ماں کے درجہ میں ہے۔ امام شوکانیؒ نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ (۲)

اگر خالہ موجود نہ ہو تو پھر والد زیادہ حقدار ہے

اس کے متعلق کوئی واضح دلیل تو موجود نہیں البتہ نبی کریم ﷺ کا والدہ سے کہنا کہ ﴿أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَنَا لَمْ تَنْكَحِي﴾ اس بات کا ثبوت ہے کہ نکاح کے بعد بچہ باپ کی کفالت و پرورش میں رہے گا اور اس طرح جس روایت میں بچے کو ماں اور باپ کے درمیان اختیار دینے کا ذکر ہے وہ بھی اس کا ثبوت ہے کہ ماں کے بعد باپ ہی مستحق ہے۔ تاہم خالہ کو ماں کے بعد اس لیے حق دیا گیا ہے کیونکہ اسے دوسری حدیث میں ماں کی جگہ قرار دیا گیا ہے لہذا ماں کے بعد خالہ کا اور پھر والد کا حق ہوگا۔

اگر والد بھی موجود نہ ہو

تو پھر حاکم رشتہ داروں میں سے اسے بچے کا نگران و محافظ مقرر کرے گا جس میں پرورش کرنے کی زیادہ صلاحیت ہو۔ کیونکہ جب ماں، خالہ اور باپ تینوں موجود نہیں تو بچہ یقیناً کسی ایسے شخص کا محتاج ہے جو اس کی پرورش، تربیت اور دیکھ بھال کرے اور یہ بات معروف ہے کہ دیگر تمام افراد سے قریبی رشتہ دار ہی یہ ذمہ داری زیادہ خوش اسلوبی، شفقت اور رحمہلی سے نبھا سکتے ہیں۔ لہذا حاکم وقت ان میں سے کسی کو جس میں زیادہ صلاحیت ہے بچے کا نگران و مربی مقرر کر دے۔

اور اگر کوئی ایسا رشتہ دار بھی موجود نہ ہو تو ان بے سہارا بچوں کی پرورش کی ذمہ داری حکومت پر ہے، حکومت کو چاہیے کہ بیت المال میں سے ایسے بچوں کی پرورش کا انتظام کرے۔ اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جسے امام بخاریؒ نے اسی بات کو ثابت کرنے کے لیے نقل فرمایا ہے:

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۴۶/۷ - ۲۴۸) أحمد (۹۸/۱) مشکل الآثار (۱۷۳/۴) ابو داود (۲۲۸۰)]

حاکم (۱۲۰/۳)

(۲) [نبیل الاوطار (۴۳۳/۴)]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ ﷺ دریافت فرماتے کہ مرنے والے نے قرض کی ادائیگی کے لیے ترکہ چھوڑا ہے یا نہیں؟ اگر کہا جاتا کہ اتنا چھوڑا ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو سکتا ہے تو آپ ان کی نماز پڑھتے، ورنہ مسلمانوں سے کہتے کہ اپنے ساتھی پر تم ہی نماز پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو فرمایا کہ میں مسلمانوں سے ان کی خود اپنی ذات سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ اس لیے ان میں سے جو کوئی وفات پائے اور قرض چھوڑے تو اس کی ادائیگی کی ذمہ داری میری ہے اور جو کوئی مال چھوڑے وہ اس کے ورثاء کا ہے۔“ (۱)

### بچے کو اختیار دینا اور قرضہ ڈالنا

گزشتہ استحقاق پرورش کی تمام بحث ایسے بچے کے متعلق ہے جو ابھی صغریٰ یعنی بچپن میں ہو اور سن تمیز کو نہ پہنچا ہو لیکن جب وہ سن شعور کو پہنچ جائے اور اسے تربیت و پرورش کی یکسر ضرورت نہ رہے تو اس صورت میں بچے کو ماں باپ کے درمیان اختیار دیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے سے کہا:

﴿هَذَا أَبُوكَ وَهَذِهِ أُمُّكَ فَخُذْ بِيَدَيْهِمَا شَيْئًا فَاخْذْ بِيَدِ أُمِّهِ فَإِنْ نَطَلَتْ بِهِ﴾

”اے لڑکے! یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے ان دونوں میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے۔ پھر اس بچے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ اسے لے کر چلتی بنی۔“ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَيْرَ غُلَامًا بَيْنَ أَبِيهِ وَأُمِّهِ﴾

(۱) [بخاری (۵۳۷۱) کتاب النفقات : باب قول النبی ﷺ من ترك كلاً أو ضياعاً فإلى]

(۲) [صحيح : إرواء الغلیل (۲۱۹۲) کتاب الطلاق : باب من أحق بالولد ابو داود (۲۲۷۷) کتاب

الطلاق : باب من أحق بالولد ، ترمذی (۱۳۵۷) کتاب الأحکام : باب ما جاء فی تخيير الغلام بین

أبويه إذا افرقا ، نسائی (۳۴۹۶) کتاب الطلاق : باب اسلام أحد الزوجین وتخير الولد ، ابن ماجه

(۲۳۵۱) کتاب الأحکام : باب تخيير الصبی بین أبويه ، أحمد، (۷۳۴۶) - شاکر) مشکل الآثار

(۱۷۶/۴) [امام زیلعی اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔] [نصب الراية (۲۶۹/۳) تلخیص

”نبی کریم ﷺ نے ایک لڑکے کو اس کے باپ اور اس کی ماں کے درمیان اختیار دیا۔“ (۱)  
 علاوہ ازیں اگر بچے سے والدین میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا مشکل ہو جائے تو قرعہ کے ذریعے فیصلہ  
 کر دیا جائے گا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:  
 ﴿اَسْتَهْمَا فِيْهِ﴾ ”تم دونوں اس بچے کے متعلق قرعہ ڈال لو۔“ (۲)  
 (ابن قیم) ماں باپ میں سے جو بھی بچے کی زیادہ صحیح اسلامی تربیت کر سکتا ہو بچے کو اسی کے سپرد کرنا  
 چاہیے۔ (۳)



- (۱) [صحیح: التعليقات الرضية على الروضة (۳۳۹/۲) ترمذی (۱۳۵۷) کتاب الأحکام: باب ما جاء فی  
 تخيير الغلام بين أبويه إذا افترقا، ابن ماجة (۲۳۵۱) کتاب الأحکام: باب تخيير الصبي بين أبويه،  
 أحمد (۴۴۷/۲) نسائی (۳۴۹۶) کتاب الطلاق: باب اسلام أحد الزوجين وتخير الولد]
- (۲) [صحیح: صحيح ابو داود (۱۹۹۲) کتاب الطلاق: باب من أحق بالولد، ابو داود (۲۲۷۷) نسائی  
 (۱۸۵/۶) ابن أبی شيبه (۲۳۷/۵)]
- (۳) [ملخصاً: زاد المعاد (۴۷۴/۵-۴۷۵) مذکورہ بالا بچوں کی پرورش سے متعلقہ تمام مسائل کی تفصیل کے لیے  
 راqm الحروف کی کتاب ”طلاق کی کتاب“ کا مطالعہ کیجئے۔]

## باب تربیۃ الاولاد

### بچوں کی تربیت کا بیان

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی بچپن سے ہی اچھی تربیت کریں، انہیں اچھے اخلاق و آداب سکھائیں، انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں، انہیں صغریٰ سے ہی حق و صداقت کی راہ دکھائیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ [التحریم: ۶]

”اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔“

اور ایک حدیث میں فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنَّ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ﴾

”تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہو گا۔ امام نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ مرد اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا اور تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر

ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔“ (۱)

مذکورہ بالا آیت وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی نجات کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ وہ خود تو نماز، روزہ اور دیگر عبادات واحکامات شرعیہ کی پابندی کرتا رہے، مگر اپنے بیوی بچوں کو نہ تو نیکی کا حکم کرے اور نہ ہی برائی سے روکے۔ بلکہ اس پر جہاں خود دینی مسائل کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے، اسی طرح اس پر اپنے بچوں کو اسلامی آداب واحکام سکھانا اور پھر ان پر عمل کرانا بھی واجب ہے۔ آئندہ مختلف فصول کے تحت ایک مسلمان کی اُن ذمہ داریوں کو ذکر کیا جا رہا ہے جو بچوں کی تربیت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک پر عائد کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔



(۱) [بخاری (۸۹۳) کتاب الجمعة: باب الجمعة فی القرى والمدن، مسلم (۱۸۲۹) کتاب الادب: باب فضيلة الأمير العادل وعقوبة الحائر والحث على الرفق بالرعية، ترمذی (۱۷۰۵) کتاب الجهاد: باب ما جاء فی الامام، نسائی فی السنن الکبری (۹۱۷۳/۵) عبد الرزاق (۲۰۶۴۹) الأدب المفرد للبخاری (۲۱۴) بیہقی (۲۸۷/۶)]

## فصل اول :

### دینی و اسلامی تربیت

#### بچوں کو کلمہ توحید سکھانا

بچے کو ابتدائی عمر میں ہی کلمہ توحید (یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ) اور کلمہ شہادت (یعنی أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ) سکھانا چاہیے، کیونکہ یہی اسلام کی پہلی دعوت اور اسلام میں داخل ہونے والے ہر فرد سے اولین مطلوب ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ فرمایا تو وہاں کے لوگوں کو جو پہلا حکم دینے کو کہا وہ یہ تھا:

﴿ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾

”انہیں (سب سے پہلے) اس بات کی دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔“ (۱)

#### سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا

عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ

﴿مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاصْرِبْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ﴾

”اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں

نماز چھوڑنے پر مارو۔“ (۲)

(۱) [بخاری (۱۳۹۵) کتاب الزکاة : باب وجوب الزکاة ، مسلم (۱۹) کتاب الإيمان : باب الدعاء إلى

الشهادتين وشرائع الإسلام ، أبو داود (۱۵۸۴) کتاب الزکاة : باب فی زکاة السائمة ، ترمذی (۶۲۵)

کتاب الزکاة : باب ما جاء فی کراهية أخذ خيار المال فی الصدقة ، نسائی (۵/۲) ابن ماجہ (۱۷۸۳)

کتاب الزکاة : باب فرض الزکاة ، أحمد (۲۳۳/۱) دارمی (۱۶۱۴) دارقطنی (۱۳۵/۲) طبرانی کبیر

(۱۲۲۰۷) بیہقی (۹۶/۴)

(۲) [حسن : صحیح أبو داود (۴۶۶) کتاب الصلاة : باب متى یومر الغلام بالصلاة ، أبو داود (۴۹۵)

أحمد (۱۸۷/۲) دارقطنی (۲۳۰/۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سات سال کی عمر کے بچوں کو نماز کا حکم دینا اور دس سال کی عمر میں بچوں کو نماز چھوڑنے پر مارنا واجب ہے۔ (۱)

(ابن قدامہؒ) بچے کے سر پرست پر واجب ہے کہ سات سال کی عمر میں اسے طہارت اور نماز کی تعلیم دے۔ (۲)

(نودویؒ) ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ سر پرست بچے کو باجماعت نماز ادا کرنے، مسواک کرنے اور دیگر اعمال بجالانے کا حکم دے اور اسے زنا، عمل قوم لوط، شراب، جھوٹ اور غیبت کی حرمت کے متعلق بتائے۔ (۳)

(بغویؒ) سات سال کی عمر میں بچے کو نماز کا حکم دینے میں حکمت یہ ہے کہ وہ نماز کا عادی بن جائے۔ (۴)

□ بچے اگر دس سال کی عمر میں بھی نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارتے پینتے چہرے پر مارنے سے بچنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (۵)

□ واضح رہے کہ اگر گھر میں کوئی بچہ بطور مہمان آیا ہو تو اسے بھی نماز پڑھنے کی تلقین کرنی چاہیے اور نہ پڑھنے پر اس سے باز پرس کرنی چاہیے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

«عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَجَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ مَا أُمْسَى فَقَالَ أَصَلَّى الْغُلَامُ قَالُوا نَعَمْ فَأَضْطَجَعَ .....»

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری۔ رسول اللہ ﷺ شام ہو جانے کے بعد (قدرے تاخیر سے) تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ کیا بچے نے نماز پڑھی ہے؟ تو گھروالوں نے کہا ہاں۔ پھر آپ ﷺ لیٹ گئے۔“ (۶)

(۱) [نبیل الأوطار (۱/۳۷۸)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۲/۳۵۰)]

(۳) [المجموع شرح المہذب (۱۱/۳)]

(۴) [شرح السنة (۲/۴۰۶)]

(۵) [حسن صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۲۱۴۲) کتاب النکاح: باب فی حق المرأة علی زوجها]

ابن ماجہ (۱۸۵۰) کتاب النکاح: باب حق المرأة علی الزوج، إرواء الغلیل (۲۰۳۳) صحیح الجامع الصغیر (۶۷۴)]

(۶) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۱۳۵۶) کتاب الصلاة: باب فی صلاة اللیل]

## بچوں کو روزے رکھوانا اور انہیں مساجد میں لے کر جانا

(1) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿بَابُ صَوْمِ الصَّبِيَّانِ وَقَالَ عُمَرُ لِنَسْوَانٍ فِي رَمَضَانَ وَلَيْكَ وَصِيْبَانَا صِيَامَ فَضَرَبَهُ﴾

”بچوں کے روزوں کا بیان۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں شراب پینے والے (ایک شخص) سے

کہا، تو ہلاک ہوا (تو نے رمضان میں شراب پی ہے) ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس

کو مار پٹا۔“ (۱)

(2) حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ الَّتِي حَوْلَ الْمَدِينَةِ مَنْ

كَانَ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلَيْتُمْ صَوْمَهُ وَمَنْ كَانَ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلَيْتُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ فَكُنَّا بَعْدَ ذَلِكَ

نَصُومُهُ وَنُصَوِّمُ صَبِيَّانَا الصَّغَارَ مِنْهُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَنَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَتَجْعَلُ لَهُمُ

اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أُعْطِيْنَاهَا إِيَّاهُ عِنْدَ الْإِفْطَارِ ‘ وَفِي رِوَايَةٍ

فَإِذَا سَأَلُونَا الطَّعَامَ أُعْطِيْنَاهُمُ اللَّعْبَةَ تَلْهِهِمْ حَتَّى يُتِمُّوا صَوْمَهُمْ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کی صبح کو انصار کی بستیوں (جو مدینہ کے گرد و نواح میں تھیں) پیغام

بجھوایا کہ جس نے روزہ رکھا ہو وہ روزہ برقرار رکھے اور جس نے روزہ نہ رکھا ہو وہ دن کا باقی حصہ بھی اسی

حالت میں گزارے۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور اپنے

بچوں کو بھی روزہ کھواتے تھے اور انہیں (اپنے ساتھ) مسجد میں بھی لے جایا کرتے تھے۔ ہم بچوں کو روٹی کی

گڑیاں بنا دیا کرتے تھے، جب ان میں سے کوئی کھانے کی وجہ سے روتا تو ہم (اس کا دل بہلانے کے لیے) اسے

گڑیاں دیتے حتیٰ کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب بچے ہم سے کھانا مانگتے تو ہم

انہیں گڑیاں دے دیتے، تاکہ وہ ان سے کھیلتے رہیں حتیٰ کہ اپنا روزہ پورا کر لیں۔“ (۲)

(۱) [بخاری (۱۹۶۰) کتاب الصوم]

(۲) [مسلم (۱۱۳۶) کتاب الصیام: باب من أكل في عاشوراء فليكيف بقية يومه، بخاری (۱۹۶۰) کتاب

الصوم: باب صوم الصبيان، مسند احمد (۲۷۰۹۳) ابن حبان (۳۶۲۰) طبرانی کبیر (۷۰۰/۲۴)

شرح السنة للبغوی (۱۷۸۳) بیہقی (۲۸۸/۴)]



مذکورہ بالا دونوں احادیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو کس قدر شدت سے روزے رکھوانے کا اہتمام کیا کرتے تھے اور صرف نفلی ہی نہیں بلکہ انہیں فرضی روزے بھی رکھوایا کرتے تھے۔ اسی طرح اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بچوں کو مساجد میں بھی لے جایا کرتے تھے۔

(حافظ ابن حجرؒ) مذکورہ بالا حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بطور مشق بچوں کو روزہ رکھوانا جائز ہے اگرچہ وہ اس عمر میں شریعت کے مکلف نہیں۔ (۱)

(ابن قدامہؒ) زیادہ بہتر یہی ہے کہ بچوں کو دس سال کی عمر میں روزوں کا پابند بنایا جائے۔ (۲)  
(شیخ ابن عثیمینؒ) چھوٹے بچے پر بالغ ہونے تک روزے رکھنا لازم نہیں، لیکن جب اس میں روزے رکھنے کی طاقت ہو تو اسے روزے رکھنے کا حکم دیا جائے گا تاکہ وہ روزہ رکھنے کی مشق کر سکے اور اس کا عادی بن جائے اور بلوغت کے بعد اس کے لیے روزہ رکھنا آسان ہو سکے۔ صحابہ کرام (جو اس امت کے بہترین لوگ تھے) بچپن میں ہی اپنے بچوں کو روزے رکھوایا کرتے تھے۔ (۳)

### بچوں کو نماز عید کے لیے لے کر جانا

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿بَابُ خُرُوجِ الصَّبِيَانِ إِلَى الْمُصَلَّى﴾

”باب بچوں کو عید گاہ لے کر جانا“

اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَّظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ﴾

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نبی

(۱) [فتح الباری (تحت الحدیث / ۱۹۶۰)]

(۲) [المعنی لابن قدامة (۴/ ۴۱۲)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن عثیمین (۲۸/ ۱۹)]

کریم ﷺ کے ساتھ نکلا۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر عورتوں کی طرف آئے اور انہیں وعظ و نصیحت کیا اور صدقہ کا حکم دیا۔“ (۱)

(علامہ عینیؒ) فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث کا باب سے تعلق یہ ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عید کے لیے نکلے تھے اس وقت ابھی وہ بچے تھے۔ (۲)

(سید سابقؒ) عیدین میں بچوں کا عید گاہ کے لیے نکلنا مشروع ہے۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) بچوں کو عید گاہ میں حاضر ہونے سے نہ روکا جائے۔ (۴)

### استطاعت ہو تو بچوں کو حج کرانا

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿فَرَفَعْتُ إِلَيْهِ امْرَأَةً صَبِيًّا فَقَالَتْ أَلَيْذَا حَجَّ قَالَ نَعَمْ وَلَكَ أَجْرٌ﴾

”ایک عورت اپنے بچے کو اٹھا کر لائی اور کہا اے اللہ کے رسول! کیا اس کے لیے حج ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور اس کا ثواب تمہیں ملے گا۔“ (۵)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ أُسِيرُ عَلَى أَتَانٍ لِي وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمَنْى حَتَّى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيَّ بَعْضُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرْتَعْتُ فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ بِمَنْى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ﴾

”میں اپنی ایک گدھی پر سوار ہو کر (منیٰ) میں آیا۔ اس وقت میں جوان ہونے کے قریب تھے۔ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں کھڑے نماز پڑھا رہے تھے۔ میں پہلی صف کے ایک حصہ کے آگے سے ہو کر گزرا، پھر سواری سے نیچے اتر آیا اور اسے چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لوگوں کے ساتھ صف

(۱) [بخاری (۹۷۵) کتاب الجمعة : باب خروج الصبيان الى المصلى]

(۲) [عمدة القارى (۲۹۷/۶)]

(۳) [فقه السنة (۲۴۱/۱)]

(۴) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۸۹/۸)]

(۵) [مسلم (۱۳۳۶) کتاب الحج : باب صحة حج الصبي وأجر من حج به، ابو داود (۱۷۳۶) نسائی

(۱۲۰/۵) بیہقی (۱۵۵/۵) موطا (۴۲۲/۱) أحمد (۲۱۹/۱)]

میں شریک ہو گیا، یونس نے ابن شہاب سے بیان کیا کہ یہ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ کا واقعہ ہے۔“ (۱)  
جس وقت کا یہ واقعہ ہے اُن دنوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نابالغ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ بچوں کو حج کروایا جاسکتا ہے۔

(3) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ﴾

”مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرایا گیا اور میں اس وقت سات سال کا تھا۔“ (۲)

□ واضح رہے کہ نابالغ بچہ حج تو کر سکتا ہے لیکن بلوغت کے بعد اسے یہ حج کافی نہیں ہوگا بلکہ فرض کی ادائیگی کے لیے اسے دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

### بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿بَابُ تَعْلِيمِ الصَّبِيَّانِ الْقُرْآنَ﴾ ”باب بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا۔“

اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

﴿عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جَمَعْتُ الْمُحْكَمُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ وَمَا الْمُحْكَمُ قَالَ الْمُفْصَلُ﴾

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے (سب) محکم سورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہی یاد کر لی تھیں، میں (یعنی سعید بن جبیرؒ) نے پوچھا کہ محکم سورتیں کون سی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مفصل (اہل علم کے صحیح قول کے مطابق مفصل سورتیں سورۃ حجرات سے لے کر آخر قرآن تک ہیں)۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۱۸۵۷) کتاب العمرۃ: باب حج الصبیان، مسلم (۵۰۴) کتاب الصلاة: باب سترۃ المصلی]

ابو داود (۷۱۵) کتاب الصلاة: باب من قال الحمار لا یقطع الصلاة، ترمذی (۳۳۷) کتاب الصلاة:

باب ما جاء لا یقطع الصلاة شیء، ابن ماجہ (۹۴۷) کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها: باب ما یقطع

الصلاة، نسائی (۷۵۱) حمیدی (۴۷۵) ابن الجارود (۱۶۸) عبد الرزاق (۲۳۵۹) ابن أبی شیبہ

(۲۷۸/۱) أبو عوانة (۵۴۱/۲) شرح السنة للبلغوی (۵۴۸) ابن حبان (۲۱۵۱) ابن خزيمة (۸۳۳)

(۲) [بخاری (۱۸۵۸) کتاب الحج: باب حج الصبیان]

(۳) [بخاری (۵۰۳۶) کتاب فضائل القرآن]

## بچوں کی اسلامی تعلیم کا بندوبست کرنا

چونکہ اسلام کے متعلق اساسی اور ضروری معلومات حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَاعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ﴾ [محمد: ۱۹]

”یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔“

اور حدیث میں ہے کہ

﴿ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ﴾

”(اسلام کے بنیادی احکامات کا) علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“ (۱)

اس لیے والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم (یعنی کتاب و سنت کی تعلیم) دلوائیں اور یقیناً یہی وہ تعلیم ہے جو بچوں کو والدین کی عزت و احترام، ان کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا سبق سکھائے گی۔ جب بچے نیک اور ماں باپ کے فرمانبردار ہوں گے تو وہ ان کے لیے دنیا میں بے شمار پریشانیوں سے چھٹکارے کا سبب ہی نہیں، بلکہ آخری نجات کا بھی ذریعہ بنیں گے۔

## بچوں کو مخلوط تعلیم والے سکولوں میں داخل کرانے کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) (مخلوط) سکولوں وغیرہ میں مرد اور عورتوں کے مابین اختلاط عظیم قسم کی برائیوں اور دین و دنیا کی بڑی خرابیوں میں شامل ہوتا ہے، لہذا عورت کے لیے مرد وزن میں اختلاط والی جگہ میں پڑھنا یا کام کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کے دلی اور ذمہ دار کے لیے اسے اس کی اجازت دینا (یا اس پر مجبور کرنا) جائز ہے۔ (۲)

## بچوں کو دیگر نیکی کے کاموں کی مشق کرانا

صرف نماز روزہ ہی نہیں بلکہ بچوں کو دیگر تمام نیکی کے کاموں کی بچپن سے ہی مشق کرانی چاہیے تاکہ جب بچے بڑے ہوں تو ان کے اندر دینی تعلیمات پر عمل اس قدر راسخ ہو چکا ہو کہ کوئی بھی گمراہ کن اور فتنہ پرور چیز انہیں اسلامی احکامات سے منحرف نہ کر سکے۔

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۳۹۱۴) صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۲۲۴) مقدمة: باب فضل

العلماء والحث علی طلب العلم]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۰۶/۱۲)]

## فصل دوم :

### اخلاقی تربیت

بچوں کے بستر الگ کر دینا جب وہ دس برس کی عمر کو پہنچ جائیں

فرمان نبوی ہے کہ

﴿وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ﴾

”(جب بچے دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز چھوڑنے پر مارو) اور ان کے بستر الگ کر دو۔“ (۱)

(مناوی) مراد یہ ہے کہ بچے جب دس برس کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے وہ بستر الگ کر دو جن میں وہ سوتے ہیں، یہ حکم اس خدشے کی وجہ سے دیا گیا ہے کہ اگر وہ بہنیں ہوں تو ان کی شہوت نہ بھڑک اٹھے۔

(طیبی) اس حدیث میں بچپن میں ہی نماز پڑھنے اور بستر الگ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ بچے ادب سیکھ جائیں اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کی پابندی کریں، مخلوق کے درمیان رہن سہن کے طریقے سیکھیں اور یہ کہ تہمت کے مقامات سے بچ جائیں۔ (۲)

بچوں کو پیٹ کے تل سونے سے روکنا

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿مَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا مُضْطَجِعٌ عَلَى بَطْنِي فَرَكَضَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ يَا جُنْدِبُ إِنَّمَا

هَذِهِ ضِجَّةُ أَهْلِ النَّارِ﴾

”نبی کریم ﷺ میری پاس سے گزرے اور میں اپنے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے

اپنے پاؤں کے ساتھ مارا اور کہا اے جندب! یقیناً یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔“ (۳)

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۴۶۶) کتاب الصلاة : باب متى يؤمر الغلام بالصلاة ، أبو داود (۴۹۵)]

(۲) [كما في عون المعبود (تحت الحديث / ۴۹۵)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجہ ، ابن ماجہ (۳۷۲۴) کتاب الأدب : باب النهی عن الاضطجاع على

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں۔ (۱)

بچوں کو دائیں ہاتھ سے ہر چیز پکڑے کی نصیحت کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ

﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ التَّيْمَنَ يَأْخُذُ بِيَمِينِهِ وَيُعْطِي بِيَمِينِهِ وَيُحِبُّ التَّيْمَنَ فِي جَمِيعِ أُمُورِهِ﴾

”رسول اللہ ﷺ دائیں ہاتھ کے استعمال کو پسند فرمایا کرتے تھے، آپ دائیں ہاتھ کے ساتھ پکڑتے اور دائیں ہاتھ کے ساتھ دیتے اور آپ اپنے تمام کاموں میں دائیں ہاتھ کا استعمال ہی پسند فرماتے تھے۔“ (۲)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَلْيَأْخُذْ بِيَمِينِهِ وَلْيُعْطِ بِيَمِينِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ ..... يُعْطِي بِشِمَالِهِ وَيَأْخُذُ بِشِمَالِهِ﴾

”(تم میں ہر کوئی) اپنے دائیں ہاتھ سے لے لے اور اپنے دائیں ہاتھ سے ہی دے، بلاشبہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے ہی لیتا ہے۔“ (۳)

بچوں کو غیر مسلموں کی مشابہت سے روکنا

فرمان نبوی سے کہ

﴿لَا تَتَّخِذُوا بِالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى﴾

”یہود و نصاریٰ کی مشابہت مت کرو۔“ (۴)

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۳۷۲۳) کتاب الأدب: باب النهی عن الاضطجاع علی الجحہ]

صحیح: صحیح نسائی، نسائی (۵۰۵۹) کتاب الزیة: باب التیامن فی الترجل]

(۲) صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۳۸۲) [صحیح: ابن ساحہ، ابن ماجہ (۳۲۶۶) کتاب الأطعمة: باب الأكل باليمين، صحیح الترغیب والترہیب (۲۱۱۴) کتاب الطعام وغیرہ: باب الترهیب من الأكل والشر بالشمال، السلسلة الصحيحة (۱۲۳۶) (۲۳۸/۳)]

(۴) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۰۶۷)]

بچوں کو بچوں کی بری عادتوں مثلاً جھوٹ، چوری اور گالی گلوچ وغیرہ سے روکنا

① فرمان نبوی ہے کہ

﴿وَيَاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَتَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَابًا﴾

”جھوٹ سے بچو اس لیے کہ جھوٹ برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور برائیاں جہنم کی آگ تک لے جاتی ہیں اور انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔“ (۱)

② ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا كَسَبَا﴾ [المائدة: ۳۸]

”چوری کرنے والے مرد اور عورت (دونوں) کے ہاتھ کاٹ دو‘ یہ اس کا بدلہ ہے جو انہوں نے کیا۔“

③ ارشاد نبوی ہے کہ

﴿إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكِبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالَّذِي قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالَّذِي قَالَ يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَا رَسَبُ أُمَّةٍ فَيَسُبُّ أُمَّةً﴾

”کبیرہ گناہوں میں سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ کہا گیا‘ اے اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا‘ آدمی کسی کے والد کو گالی دیتا ہے اور پھر وہ اس کے والد کو گالی دیتا ہے اور ایک آدمی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے اور پھر وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔“ (۲)

(۱) [مسلم (۲۶۰۷) کتاب البر والصلة والآداب : باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله ‘ بحاری

(۶۰۹۴) کتاب الأدب : باب قول الله تعالى يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله ‘ ابو داود (۴۹۸۹) کتاب

الأدب : باب في التشديد في الکذب ‘ ترمذی (۱۹۷۱) کتاب البر والصلة : باب ما جاء في الصدق

والکذب ‘ دارمی (۲۷۱۵) عبد الرزاق (۲۰۰۷۶) أبو يعلى (۵۱۳۸)]

(۲) [بخاری (۵۹۷۳) کتاب الأدب : باب لا يسب الرجل والديه ‘ مسلم (۹۰) کتاب الايمان : باب بيان

الكبائر وأكبرها ‘ مسند احمد (۶۸۵۵) ترمذی (۱۹۰۲) کتاب البر والصلة : باب ما جاء في عقوب

والوالدين ‘ ابو داود (۵۱۴۱) کتاب الأدب : باب في بر الوالدين ‘ الأدب المفرد (۲۷)]

بچوں کو دوسروں کو برے ناموں کے ساتھ پکارنے سے روکنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَنَابَرُوا بِلِقَابِ أَخِيكَ﴾ [الحجرات: ۱۱]

”اور ایک دوسرے کو برے القاب سے مت پکارو۔“

بچوں کو فضول گفتگو سے روکنا

مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾ [المؤمنون: ۳]

”اور وہ بے ہودہ لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔“

بچوں کو فضول کام چھوڑ دینے کی تربیت دینا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَنْفَعُهُ﴾

”آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ (ہر) لایعنی و فضول کام چھوڑ دے۔“ (۱)

بچوں کو غیر عورتوں کی طرف دیکھنے سے روکنا

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

﴿يَا عَلِيُّ لَا تَتَّبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْاُولَىٰ وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ﴾

”اے علی! (غیر محرم لڑکی کی طرف اچانک پڑنے والی) ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ دوڑا کیونکہ

پہلی نظر تو تیرے لئے معاف ہے اور دوسری نظر معاف نہیں۔“ (۲)

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۳۹۷۶) کتاب الفتن: باب كف اللسان في الفتنه]

(۲) [حسن: جلیب المرأة المسلمة (ص ۷۷ / هداية الرواة (۳۰۴۶) ، (۲۵۲/۳) ابو داود (۲۱۴۹)]

کتاب النکاح: باب ما يؤمر به من غض النظر ترمذی (۲۷۷۷) کتاب الأدب: باب ما جاء في نظر



بچوں کو بلوغت کے بعد غیر عورتوں کے ساتھ خلوت کرنے سے روکنا

فرمان نبوی ہے کہ

﴿وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا فَإِنَّ تَالِيَهُمَا الشَّيْطَانُ﴾

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے جس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار نہ ہو کیونکہ (ایسی صورت میں) ان دونوں کا تیسرا (ساتھی) شیطان ہوتا ہے۔“ (۱)

بچوں کو بلوغت کے بعد پردہ کرانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيسِهِنَّ ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ يَعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ﴾ [الأحزاب: ۵۹]

”اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر وہ ستائی نہیں جائیں گی۔“

تفاسیر میں موجود ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ازواجِ مطہرات اور صحابیات گھر سے باہر نکلتے وقت بڑی بڑی چادروں کے ساتھ چہرے سمیت اپنا مکمل بدن ڈھانپ کر نکلتی تھیں، صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لیے نکلی رکھتی تھیں۔

بچوں کو بلوغت سے قبل بھی پردے کی ہدایت

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ نابالغ بچوں کے متعلق پردے کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ بے پردہ گھر سے باہر نکل سکتی ہیں؟ اور کیا وہ اوڑھنی کے بغیر نماز پڑھ سکتی ہیں؟

تو مجلس افتاء نے جواب دیا کہ

نابالغ بچوں کے ورثاء پر انہیں اسلامی آداب سکھانا واجب ہے۔ وہ انہیں اخلاقِ فاضلہ کی تربیت دینے

کی غرض سے اور فتنہ کے خوف کے پیش نظر بے پردہ گھر سے باہر جانے کی اجازت نہ دیں۔ تاکہ وہ فتنہ و فساد برپا کرنے کا سبب نہ بن سکیں۔ اسی طرح در ثاء انہیں اوڑھنی میں نماز پڑھنے کا حکم دیں ہاں اگر نابالغ بچی اوڑھنی کے بغیر نماز پڑھے تو ایسا کرنا درست ہے (اور اس سے اس کی نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صرف بالغہ عورت کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اگر اوڑھنی کے بغیر نماز پڑھے گی تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی)۔ (۱)

### بچوں کو داڑھی رکھنے کی تلقین کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللَّحْيَةِ .....﴾

”دس کام امورِ فطرت سے ہیں، مونچھیں کاٹنا اور داڑھی کو معاف کرنا.....“ (۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللَّحْيَ﴾

”مشرکین کی مخالفت کرو، مبالغے سے مونچھیں کاٹو اور داڑھی پوری رکھو۔“ (۳)

### بچوں اور بچیوں کو ناخن بڑھانے سے روکنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿وَقَدْ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَتَنْفِيفِ الْإِبْطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا تَتْرُكَ

أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً﴾

”ہمارے لیے مونچھوں کے تراشنے، ناخنوں کے کاٹنے، بغلوں کے بال اکھیرنے اور زیر ناف بالوں

(۱) [فتاویٰ برائے خواتین، مطبوعہ دارالسلام (ص ۲۶۴)]

(۲) [حسن: صحیح ابو داود، ابو داود (۵۳) کتاب الطہارۃ: باب السواک من الفطرۃ، ابن ماجہ

(۲۹۳) کتاب الطہارۃ وسننہا: باب الفطرۃ، نسائی (۵۰۴۰) کتاب الزینۃ: باب من السنن

الفطرۃ، ترمذی (۲۷۵۷) کتاب الأدب: باب ما جاء فی تقليم الأظفار، صحیح الجامع الصغیر

[(۴۰۰۹)]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۳۲۰۹) ارواء الغلیل (۷۷)]

کے مونڈنے کے لیے یہ حکم مقرر کیا گیا ہے کہ چالیس راتوں سے زیادہ نہ گزرنے پائیں۔“ (۱)  
(شیخ ابن جبرین) ناخن بڑھانا جائز نہیں بلکہ ہر ہفتے بعد یا زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک انہیں ترشوانے کا حکم ہے۔ (۲)

### بچوں کو کھانے کے آداب سکھانا

✦ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا۔

✦ دائیں ہاتھ سے کھانا۔

✦ اپنے آگے سے کھانا۔

جیسا کہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا غُلَامُ سَمِ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ فَمَا زِلْتُ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ ﴾  
”میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں تھا اور میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں گھوم رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا، اے لڑکے! اللہ کا نام لو (یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو)“ اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔“ (۳)

✦ کھانے پینے میں اسراف نہ کرنا۔ (۴)

✦ کھڑے ہو کر کھانے پینے سے حتی الوسع اجتناب کی ہی کوشش کرنا۔ (۵)

(۱) [مسلم (۲۵۸) کتاب الطہارۃ: باب خصال الفطرۃ، ابو داود (۴۲۰۰) کتاب الترجل: باب فی أخذ الشارب، ترمذی (۲۷۵۸) کتاب الأدب: باب فی التوقیت فی تعلیم الأطفار وأخذ الشارب، ابن ماجہ (۲۹۵) کتاب الطہارۃ وسنہا: باب الفطرۃ، احمد (۱۳۱۰۹)]

(۲) [فتاویٰ برائے خواتین (ص ۳۶۵۱)]

(۳) [بخاری (۵۳۷۶) کتاب الأطعمة: باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین، مسلم (۲۰۲۲) کتاب الأشربة: باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما]

(۴) [الأعراف: ۳۱]

(۵) [مسلم (۲۰۲۴) کتاب الأشربة: باب کراهیۃ الشرب قائما، ابو داود (۳۷۱۷) کتاب الأشربة: باب فی الشرب قائما، ترمذی (۱۸۷۹) کتاب الأشربة: باب ما جاء فی النهی عن الشرب قائما، ابن ماجہ (۳۴۲۴) کتاب الأشربة: باب الشرب قائما، دارمی (۲۱۲۷) أبو یعلیٰ (۲۸۶۷) ابن حبان (۵۳۲۱) طیالسی (۲۰۰۰) بیہقی (۲۸۱/۷)]

## بچوں کو قضائے حاجت کے آداب سکھانا

- ✦ مثلاً یہ کہ قضائے حاجت کے وقت اپنے آپ کو چھپایا جائے اور اپنے ستر کی حفاظت کی جائے۔ (۱)
- ✦ دورانِ قضائے حاجت باتیں نہ کی جائیں۔ (۲)
- ✦ راستے میں 'سائے' کے نیچے اور لوگوں کے جمع ہونے کی کسی جگہ پر قضائے حاجت نہ کی جائے۔ (۳)
- ✦ کھڑے پانی میں پیشاب نہ کیا جائے۔ (۴)
- ✦ قبلہ رخ ہو کر پیشاب نہ کیا جائے۔ (۵)
- ✦ پیشاب کے قطروں سے اجتناب کیا جائے۔ (۶)
- ✦ دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ (۷)

- (۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۱) کتاب الطہارۃ: باب کیف التکشف عند الحاجة، ترمذی (۱۴)]  
امام ترمذی نے اسے مرسل کہا ہے۔ جبکہ شیخ مناوی بیان کرتے ہیں کہ اس کی بعض سندیں صحیح بھی ہیں۔ [فیض  
القدير (۹۲/۵)]
- (۲) [صحیح لغیرہ: الصحیحة (۳۱۲۰) صحیح الترغیب (۱۰۰) أبو داود: کتاب الطہارۃ: باب کراهیة  
الکلام عند الخلاء، أحمد (۳۶/۳) ابن ماجہ (۳۴۲) حاکم (۱۵۷/۱) ابن خزيمة (۳۹/۱)]
- (۳) [مسلم (۲۶۹) کتاب الطہارۃ: باب النهی عن التخلی فی الطرق والظلال، أبو داود (۲۵) أبو عوانة  
(۱۹۴/۱) ابن خزيمة (۶۷) ابن حبان (۱۴۲۵) حاکم (۱۸۵/۱) بیہقی (۹۷/۱) أحمد (۳۷۲/۲)]
- (۴) [مسلم (۲۸۱) کتاب الطہارۃ: باب النهی عن البول فی الماء الراکد، ابن ماجہ (۳۴۳) أبو عوانة  
(۲۱۶/۱) أحمد (۳۵۰/۳) نسائی (۳۴/۱) ابن حبان (۱۲۴۷) بیہقی (۹۷/۱)]
- (۵) [بخاری (۳۹۴) کتاب الصلاة: باب قبلۃ أهل المدينة وأهل الشام والمشرق، مسلم (۲۶۴) أبو داود  
(۹) ترمذی (۸) ابن ماجہ (۳۱۸) نسائی (۲۳/۱) أبو عوانة (۱۹۹/۱) ابن خزيمة (۵۷) ابن حبان  
(۱۴۱۴) حمیدی (۳۷۸) ابن أبی شیبہ (۱۵۰/۱)]
- (۶) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۲۷۸) کتاب الطہارۃ وسننہا: باب التشدید فی البول، إرواء الغلیل  
(۲۸۰) ابن ماجہ (۳۴۸) أحمد (۳۲۶/۲) ابن أبی شیبہ (۱۲۱/۱) حاکم (۱۸۳/۱) دارقطنی  
(۱۲۸/۱) بیہقی (۴۱۲/۲)] حافظ بوصیری نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الزوائد (۱۴۶/۱)]
- (۷) [صحیح: صحیح أبو داود (۶) کتاب الطہارۃ: باب کراهیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، أبو  
داود (۸) ابن ماجہ (۳۱۳) نسائی (۴۰) أحمد (۲۴۷/۲) أبو عوانة (۲۰۰/۱) مسند شافعی (۶۴)  
حمیدی (۴۳۴/۲) ابن خزيمة (۴۳/۱)]

## بچوں کو سونے کے آداب سکھانا

✦ بستر کو جھاڑ کر اس پر لیٹنا۔ (۱)

✦ سوتے وقت آیت الکرسی اور دیگر سوتے وقت کی مسنون دعائیں پڑھنا۔ (۲)

✦ دائیں کروٹ پر دایاں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر سونا۔ (۳)

✦ سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ایک ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکنا اور پھر

دونوں ہاتھ سارے جسم پر مل لینا، یہ عمل تین مرتبہ کرنا۔ (۴)



(۱) [بخاری (۶۳۲۰) کتاب الدعوات : باب التعوذ والقراءة عند المنام]

(۲) [بخاری (۳۲۷۵)، (۶۳۱۲)]

(۳) [بخاری (۶۳۲۰) مسلم (۲۷۱۴) ترمذی (۲۳۴۰) ابن ماجہ (۳۸۷۴) ابو داود (۵۰۴۵)]

(۴) [بخاری (۵۰۱۸) کتاب فضائل القرآن : باب فضل المعوذات، ترمذی (۳۴۰۲) کتاب الدعوات :

باب ما جاء فيمن يقرأ القرآن عند المنام]

## فصل سوم:

### جسمانی تربیت

بچوں کے اخراجات کا بندوبست کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة: ۲۳۳]

”بچوں کی ماں کا رزق اور کپڑے معروف طریقے کے ساتھ والد کے ذمہ ہیں۔“

امام قرطبیؒ رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ﴾ ”ان کا رزق اور ان کے کپڑے“ میں یہ دلیل ہے کہ بچے کا خرچہ اس کے ضعف و عجز کی وجہ سے اس کے والد پر واجب ہے اللہ تعالیٰ نے یہاں ماں کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کیونکہ دورانِ رضاعت بچے تک غذا ماں کے ذریعے ہی پہنچتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمْلٌ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق: ۶]

”اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے انہیں خرچہ دیتے رہو۔“

کیونکہ غذا صرف اس (ماں) کے ذریعے ہی (بچے تک) پہنچتی ہے۔

نیز علماء کا اجماع ہے کہ آدمی پر اپنے ان بچوں کا خرچہ واجب ہے جن کے پاس کوئی مال نہیں۔ ہند بنت عتبہؓ نے جب آپ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ابو سفیان (اس کا شوہر) بخیل ہے اور مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، ہاں اگر میں اس کی لاعلمی میں اس کے مال میں سے لے لوں تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿خُذِي مَا يَكْفِيكَ وَوَلِّدِي بِالْمَعْرُوفِ﴾

”تم دستور کے مطابق (بغیر اجازت) اتنا لے سکتی ہو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو۔“ (۱)

(۱) [بخاری (۵۳۶۴) کتاب النفقات: باب اذا لم ينفق الرجل فللمرأة ان تأخذ بغير علمه، مسلم (۱۷۱۴)

کتاب الأقضية: باب قضية هند، ابو داود (۳۵۳۲) کتاب البيوع: باب في الرجل يأخذ حقه من تحت

يده، ابن ماجه (۲۲۹۳) کتاب التحوارات: باب ما للمرأة من مال زوجها، نسائي في السنن الكبرى

(۹۱۹۰) دارمی (۲۲۵۹) حمیدی (۲۴۲) ابن حبان (۴۲۵۵) بغوی (۲۱۴۹) بیہقی (۱۴۱/۱۰)

مزید (امام قرطبیؒ) فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت کی ہے کہ شوہر کے ذمہ اتنا ہی خرچ واجب ہوگا جس کی وہ طاقت رکھتا ہے اس سے زائد نہیں جیسا کہ فرمایا ﴿لَا تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ ”کسی نفس کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی وسعت و طاقت کے مطابق۔“ (۱)

❁ بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی ترغیب:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مُسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمَهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ﴾  
 ”ایک دینار وہ ہے جسے تو نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے گردن آزاد کرنے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے کسی مسکین پر صدقہ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا۔ ان سب میں سے زیادہ ثواب کا باعث وہ دینار ہے جسے تو نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا۔“ (۲)

(۲) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفَقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفَقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِينَارٌ يُنْفَقُهُ الرَّجُلُ عَلَى ذَاتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ يُنْفَقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾  
 ”زیادہ فضیلت والا دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جسے کوئی اپنے اُس جانور پر خرچ کرے جو اللہ کی راہ میں لڑائی کے لیے (باندھا ہوا ہے) اور وہ دینار ہے جسے کوئی اللہ کی راہ میں اپنے (مجاہد) ساتھیوں پر خرچ کرے۔“ (۳)

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۵۴/۳)]

(۲) [مسلم (۹۹۵) کتاب الزکاة: باب فضل النفقة على العیال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم] احمد (۱۰۱۲۵)

(۳) [مسلم (۹۹۴) کتاب الزکاة: باب فضل الصدقة على العیال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم] ترمذی (۱۹۶۶) کتاب البر والصلة: باب ما جاء في النفقة في الأهل ' ابن ماجہ (۲۷۶۰) کتاب الجهاد: باب فضل النفقة في سبيل الله ' بخاری في الأدب المفرد (۷۴۸) احمد (۲۲۴۶۹) طیب السی (۹۸۷) بیہقی (۱۷۸/۴) نسائی في السنن الكبرى (۹۱۸۲/۵) ابن حبان (۴۲۴۲)

(3) حضرت ابوسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ ﴾

”جب آدمی اپنے گھروالوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو یہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔“ (۱)

### بچوں کی صحت کا خیال رکھنا

حفظان صحت کے اصولوں میں سے اولین اصول صفائی ستھرائی کا ہے، بچوں کی صحت کے لیے اسے لازمی طور پر اختیار کیا جائے۔ فرمان نبوی ہے کہ

﴿ الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ ﴾

”طہارت نصف ایمان ہے۔“ (۲)

اگر بچہ بیمار ہو جائیں تو ان کے لیے دواء کا بندوبست کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

﴿ يَا عِبَادَ اللَّهِ تَدَاوُوا فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً أَوْ قَالَ دَوَاءً إِلَّا دَاءً وَاحِدًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُوَ قَالَ الْهَرَمُ ﴾

”اے اللہ کے بندو! دوا استعمال کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں بنائی جس کی شفا نہ بنائی ہو (راوی کو شک ہے کہ) یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی دوا نہ بنائی ہو سوائے ایک بیماری کے۔ لوگوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! وہ بیماری کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ بڑھاپا ہے۔“ (۳)

نیز ایسی قرآنی سورتیں اور دعائیں جن کے متعلق احادیث میں ہے کہ ان میں شفاء ہے انہیں پڑھ کر بچوں کو دم کیا جائے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھ کر مریض کو دم کیا جائے۔

(۱) [بخاری (۵۵) کتاب الایمان : باب ما جاء ان الأعمال بالنية والحسبة 'مسلم (۱۰۰۲) کتاب الزکاة:

باب فضل النفقة والصدقة على الاقربين]

(۲) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطہارۃ : باب فضل الوضوء 'ترمذی (۳۵۱۷) کتاب الدعوات : باب 'ابن

ماجہ (۲۸۰) کتاب الطہارۃ وسنتها : باب الوضوء شطر الایمان 'نسائی (۲۴۳۶) مسند احمد

(۲۲۹۶۵) طبرانی کبیر (۳۴۲۳) بیہقی فی السنن الکبری (۱۰/۱)]

(۳) [صحیح : صحیح ترمذی (۱۶۶۰) کتاب الطب : باب ما جاء فی الدواء والحث علیہ 'ترمذی

(۲۰۳۸) ابو داود (۳۸۵۵) کتاب الطب : باب فی الرجل يتداوى 'الأدب المفرد (۲۹۱) ابن ماجہ

(۳۴۳۶) کتاب الطب : باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء 'احمد (۲۷۸/۴) حمیدی (۸۲۴)]



تو اس سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔<sup>(۱)</sup> علاوہ ازیں ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے تو معوذات (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھ کر پھونکا کرتے تھے۔<sup>(۲)</sup> اس لیے یہ اور اس طرح کی دیگر سورتیں اور دعائیں پڑھ کر بچوں پر دم کرنا چاہیے۔

### بچوں کو صبح و شام اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کی ترغیب دلانا

احادیث میں مسواک کی بہت زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اگر مجھے اپنی امت کو مشقت و تکلیف میں مبتلا کرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔“ اور بخاری میں تعلیقاً یہ لفظ مذکور ہیں کہ ”ہر وضوء کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا۔“<sup>(۳)</sup> اسی طرح ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ”بے شک مجھے مسواک کا اس قدر حکم دیا گیا حتیٰ کہ مجھے اپنے دانت گر جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا۔“<sup>(۴)</sup>

مسواک کی اسی اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ جب بھی رات کو بیدار ہوتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے۔<sup>(۵)</sup> جب گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے۔<sup>(۶)</sup> جب بھی کسی نماز کے لیے گھر سے نکلتے تو مسواک کرتے۔<sup>(۷)</sup>

(۱) [بخاری (۵۷۳۶) کتاب الطب : باب الرقی بفاتحة الكتاب]

(۲) [بخاری (۵۷۵۱) کتاب الطب : باب فی المرأة ترقی الرجل]

(۳) [بخاری (۸۸۷) کتاب الجمعة : باب السواک يوم الجمعة، مسلم (۲۵۲) موطا (۱۶۶۳۱) أبو داود

(۴۶) ابن ماجہ (۲۸۷) ترمذی (۲۲) نسائی (۱۲۱) أحمد (۲۴۵۰۲) حمیدی (۹۶۵) الأم للشافعی

(۲۳۱) أبو عوانة (۱۹۱/۱) ابن خزيمة (۱۳۹) ابن حبان (۱۵۳۱) شرح معانی الآثار (۴۴/۱) بیہقی

[(۳۵/۱)]

(۴) . [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۱۴) کتاب الطہارة : باب الترغیب فی السواک وما جاء فی فضلہ،

بزار فی کشف الاستار (۴۹۷)]

(۵) [بخاری (۲۴۵) کتاب الوضوء : باب السواک، مسلم (۲۵۵) أبو عوانة (۱۹۲/۱) أبو داود (۵۵) ابن

ماجة (۲۸۶) ابن أبی شیبہ (۶۸/۱) أحمد (۳۸۲/۵) دارمی (۱۴۰/۱) حمیدی (۴۴۱)]

(۶) [مسلم (۲۵۳) کتاب الطہارة : باب السواک، نسائی (۱۳/۱) أبو داود (۵۱) ابن ماجہ (۲۹۰) أحمد

(۱۱۰/۶) ابن خزيمة (۷۰/۱) ابن حبان (۱۰۷/۱) الأوسط لابن المنذر (۳۴۱)]

(۷) [مجمع الزوائد (۹۹/۲) کتاب الصلاة : باب ما جاء فی السواک]

واضح رہے کہ شریعت کا کوئی حکم بھی حکمتوں اور فوائد سے خالی نہیں، مسواک کی اگر اس قدر ترغیب دلائی گئی ہے تو اس میں انسانوں کا بہت زیادہ فائدہ بھی مضمر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”مسواک منہ کی طہارت اور رب کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔“<sup>(۱)</sup> یہ فرمان چودہ سو سال قبل کا ہے مگر آج کی طبی تحقیق بھی یہ ثابت کر چکی ہے کہ جو طہارت و نظافت اور قوت و مضبوطی مسواک دانتوں کو پہنچاتی ہے کوئی ٹوتھ پیسٹ (Tooth Paste) اور ٹوتھ پاؤڈر (Tooth Powder) نہیں پہنچا سکتا۔<sup>(۲)</sup> اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنی اور اپنے بچوں کی کامل صحت و تندرستی اور متعدد امراض دندان و معدہ وغیرہ سے بچاؤ کے لیے صبح و شام اور ہر نماز کے وقت مسواک کی پابندی کریں اور اپنے بچوں کو شروع سے ہی مسواک کا عادی بنائیں۔

### بچوں کو مختلف قسم کی جسمانی ورزشیں اور اسلامی کھیل سکھانا

اسلامی کھیلوں سے مراد ایسے کھیل ہیں جن کی احادیث میں ترغیب دلائی گئی ہے اور جو رسول اللہ ﷺ یا صحابہ سے ثابت ہیں مثلاً نشانہ بازی، گھڑ سواری، دوڑ اور تیراکی وغیرہ۔ مزید تفصیل کے لیے درج ذیل دلائل ملاحظہ فرمائیے:

(۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ [الأنفال: ۶۰]

”اور (اے مومنو!) تم دشمنوں کے مقابلے میں جتنی تم میں طاقت ہے قوت تیار رکھو۔“

(۲) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ﴾

”(اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ) دشمنوں کے خلاف جتنی تم میں طاقت ہے قوت تیار رکھو۔ تو خبردار ہو

(۱) [صحیح: صحیح الترغیب (۲۰۹) إرواء الغلیل (۶۶) نسائی (۱۰/۱) أحمد (۱۲۴/۶) أبو یعلیٰ

(۳۱۵/۸) ابن حبان (۱۴۳) - الموارد) حمیدی (۱۶۲) الأوسط لابن المنذر (۳۳۸) أبو نعیم فی

الحلیۃ (۱۵۹/۷) بیہقی (۳۴/۱) ابن خریزمہ (۱۳۵)] اس حدیث کو امام نووی نے صحیح جبکہ امام بخاری نے

حسن قرار دیا ہے۔ [المجموع (۳۲۴/۱) شرح السنۃ (۲۹۴/۱)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سنت نبوی اور جدید سائنس از حکیم طارق محمود چغتائی (۱/۱۱)]

جاؤ کہ قوت سے مراد نشانہ بازی ہے، قوت سے مراد نشانہ بازی ہے۔“ (۱)  
 (3) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کی جانب گئے وہ لوگ سوق نامی جگہ میں باہم تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا اے اسماعیل کے بیٹو! نشانہ بازی کا شغل جاری رکھو، تمہارا باپ بھی نشانہ باز تھا۔ نشانہ لگاؤ، میں بھی فریقین میں سے فلاں گروہ کے ساتھ ہوں۔ اس کے بعد لوگ رک گئے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تیر کیوں نہیں چلاتے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ فلاں گروہ کے ساتھ ہیں اس حالت میں ہم کیسے تیر پھینکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ارْمُوا فَأَنَا مَعَكُمْ كُلَّكُمْ﴾

”تیر پھینکو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔“ (۲)

(4) فرمان نبوی ہے کہ

﴿كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ فَهُوَ لَهُ أَوْ سَهْوٌ إِلَّا أَرْبَعُ حِصَالٍ؛ مَشْيُ الرَّجُلِ بَيْنَ الْغُرَضَيْنِ وَتَأْدِيَةُ فَرَسِهِ وَمُلَاعَبَةُ أَهْلِهِ وَتَعْلِيمُهُ السَّبَّاحَةَ﴾

”ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہیں وہ کھیل کود یا غفلت ہے سوائے چار کاموں کے؛ آدمی کا دو نشانوں کے درمیان چلنا، گھڑ سواری کی تربیت، بیوی کے ساتھ خوش طبعی کرنا اور تیر کی سیکھنا۔“ (۳)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

﴿كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ نَاقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْبَةَ لَا تُسَبِّقُ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ فَسَبَقَهَا فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ حَتَّى عَرَفَهُ فَقَالَ حَقَّ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ﴾

”نبی کریم ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضبہ تھا۔ اس اونٹنی سے کوئی اور اونٹنی سبقت نہ لے جاسکتی تھی۔ ایک دیہاتی مدینہ میں اپنی اصل اونٹنی پر آیا۔ اس کی اونٹنی دوڑ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی سے آگے بڑھ

(۱) [مسلم (۱۹۱۷) کتاب الامارۃ: باب بفضل الرمی والحث علیہ وذم من علمہ ثم نسیہ]

(۲) [بخاری (۲۸۹۹) کتاب الجہاد والسمیر: باب التحریض علی الرمی]

(۳) [صحیح: السلسلۃ الصحیحۃ (۳۱۵) طبرانی فی الکبیر (۱۹۳/۲) کشف الاستار (۱۷۰۴)]

گئی۔ یہ بات سب مسلمانوں پر بڑی ناگوار گزری، جب رسول اللہ ﷺ نے اسے محسوس کیا تو فرمایا، اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ دنیا میں کسی چیز کو بھی بلندی حاصل ہو تو وہ اسے پست کر دے۔“ (۱)

علاوہ ازیں مختلف قسم کی بدنی ورزشیں انسان کو چست اور صحت مند رکھتی ہیں اور قویٰ و اعضاء میں سختی برداشت کرنے کی طاقت پیدا کرتی ہیں، جس سے ایک انسان قوت و طاقت میں عام انسانوں سے بڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی ایسا مومن زیادہ پسند ہے جو قوت و طاقت میں زیادہ ہو۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ ﴾

”طاقت ور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔“ (۲)

اُس لیے بچوں کو ایسی ورزشوں کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ ایک تو وہ صحت مند و توانا رہ سکیں اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندوں میں شامل ہو سکیں۔



(۱) [بخاری (۲۸۷۲) کتاب الجہاد والسير: باب ناقة النبی ﷺ]

(۲) [حسن: صحيح ابن ماجه، ابن ماجه (۷۹) مقدمة: باب في القدر]

## فصل چہارم:

### اجتماعی و معاشرتی تربیت

بچوں کو ہمیشہ اچھی بات کہنے کی تربیت دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ﴾

”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا (پھر) خاموش رہے۔“ (۱)

بچوں کو لعن طعن کرنے اور بدکلامی سے روکنا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءِ﴾

”مومن بہت زیادہ لعن طعن کرنے والا، فحش گو اور بدکلامی کرنے والا نہیں ہوتا۔“ (۲)

بچوں میں شفقت و رحمہلی کا جذبہ پیدا کرنا

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ﴾

”رحم کرنے والے لوگوں پر رحمن رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم

کرے گا۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۶۱۳۶) کتاب الأدب: باب اکرام الضیف وخدمته ایاه بنفسه، مسلم (۴۸) کتاب الایمان:

باب النحث علی اکرام الحار والضيف ولزوم الصمت]

(۲) [صحیح: صحیح ترمذی (۱۶۱۰) کتاب البر والصلۃ: باب ما جاء فی اللعنة، ترمذی (۱۹۷۷)]

(۳) [حسن صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۱۹۲۴) کتاب البر والصلۃ: باب ما جاء فی رحمة

المسلمین، ابو داود (۴۹۴۱) کتاب الأدب: باب فی الرحمة]

بچوں کو ہمیشہ دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کی تلقین کرنا

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ دَقِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ﴾

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نرم ہے، نرمی کو ہی پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو سختی پر یا اس (نرمی) کے علاوہ کسی چیز پر بھی عطا نہیں فرماتا۔“ (۱)

بچوں کو عفو و درگزر کا سبق سکھانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾ [البقرة: ۲۳۷]

”اور تم درگزر کرو (یہی) تقویٰ و پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔“

بچوں کو غصہ پی جانے کی تلقین کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ﴾ [آل عمران: ۱۳۴]

”اور (جنت میں جانے والے) غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔“

اور فرمان نبوی ہے کہ

﴿مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيَّرَهُ اللَّهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ مَا شَاءَ﴾

”جو غصہ پی گیا حالانکہ وہ اسے نافذ کرنے (یعنی نکالنے) پر بھی قادر تھا تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے تمام

مخلوقات کے سامنے بلائیں گے حتیٰ کہ اسے اختیار دیں گے کہ جتنی عورتوں میں سے جسے چاہے (اپنے لیے)

منتخب کر لے۔“ (۲)

(۱) [مسلم (۲۵۹۳) کتاب البر والصلۃ والآداب : باب فضل الرفق]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود، ابو داود (۴۷۷۷) کتاب الأدب : باب من کظم غیظا]

## بچوں کو راستے میں پڑی تکلیف دہ اشیاء ہٹانے کی تربیت دینا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ﴾

”ایمان کی ستیر یا ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا اور سب سے ادنیٰ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے۔“ (۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا أَيْتُمُ إِلَّا الْمَجَالِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهَا قَالُوا وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأُذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

”اگر تم ضرور راستوں پر بیٹھنا ہی چاہو تو راستے کو اس کا حق دو۔ صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، نظر کو جھکانا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔“ (۲)

## بچوں کو بڑوں کا ادب سکھانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُقَرِّ كَبِيرَنَا﴾

”جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے بڑوں کی عزت و توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔“ (۳)

## بچوں کو صلہ رحمی کی تربیت دینا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ﴾

(۱) [مسلم (۳۵) کتاب الایمان : باب بیان عدد شعب الایمان وأفضلها وأدناها]

(۲) [بخاری (۲۴۶۵) کتاب المظالم : باب أفنية الدور والجلوس فيها]

(۳) [صحیح : صحیح ترمذی، ترمذی (۱۹۱۹) کتاب البر والصلۃ : باب ما جاء فی رحمة الصبیان، ابو داود (۴۹۴۳) کتاب الأدب : باب فی الرحمة]

”جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے (یعنی رشتہ داری ٹوٹنے سے بچائے)۔“ (۱)

بچوں میں مہمان نوازی کا شوق پیدا کرنا

فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿وَإِنَّ لِرُؤْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا﴾

”بے شک تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔“ (۲)

اور ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان یوں موجود ہے کہ

﴿مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ﴾

”جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت و تکریم کرے۔“ (۳)

بچوں کو پڑوسی کے حقوق سے آگاہ کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا زَالَ يُوصِينِي جِبْرِيلُ بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ﴾

”جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے (حق کے) متعلق اس قدر شدت سے وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں

نے یہ گمان کیا کہ وہ عنقریب اسے وارث بنا دیں گے۔“ (۴)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [بخاری (۶۱۳۸) کتاب الأدب : باب اکرام الضیف وخدمته ایاه بنفسه ‘مسلم (۴۸) کتاب الایمان :

باب الحث علی اکرام الحار والضيف ولزوم الصمت]

(۲) [بخاری (۶۱۳۴) کتاب الأدب : باب حق الضیف ‘مسلم (۱۱۵۹) کتاب الصیام : باب النهی عن

صوم الدهر لمن تضربه أو فوت به حقاً]

(۳) [بخاری (۶۱۳۸) کتاب الأدب : باب اکرام الضیف وخدمته ایاه بنفسه ‘مسلم (۴۸) کتاب الایمان :

باب الحث علی اکرام الحار والضيف ولزوم الصمت]

(۴) [بخاری (۶۰۱۴) کتاب الأدب : باب الوصاة بالجار ‘مسلم (۲۶۲۴) کتاب البر والصلة والآداب :

باب الوصية بالجار والاحسان اليه ‘ترمذی (۱۹۴۲) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی حق الجوار ‘

ابو داود (۵۱۵۱) کتاب الأدب : باب فی حق الجوار ‘ابن ماجه (۳۶۷۳) ‘ (۳۶۷۴) کتاب الأدب :

باب حق الجوار]



﴿لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَمُنُ جَارُهُ بِوَاقْفِهِ﴾

”وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔“ (۱)

### بچوں کو بیمار کی عیادت کی ترغیب دلانا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْقَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ﴾

”بلاشبہ جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپسی تک جنت کے باغیچے میں رہتا ہے۔“ (۲)

ایک دوسری حدیث یوں ہے کہ

﴿مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوذُ مُسْلِمًا غَدُوَّةَ إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ وَإِنْ

عَادَهُ عَشِيَّةَ إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ﴾

”جب کوئی مسلمان عیادت کی غرض سے اپنے مسلمان بھائی کے پاس بیٹھتا ہے، اگر وہ صبح کو عیادت

کرے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرے تو

صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ

لگ جاتا ہے۔“ (۳)

### بچوں میں ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي

صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَحْ

نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الحشر: ۹]

(۱) [مسلم (۴۶) کتاب الایمان: باب بیان تحریم ایذاء الحار، احمد (۲۸۸/۲)]

(۲) [مسلم (۲۵۶۸) کتاب البر والصلة والأداب: باب فضل عیادة المریض، بخاری فی الأدب المفرد

(۵۱۹) احمد (۲۷۶/۵) ترمذی (۹۶۷)]

(۳) [صحیح: صحیح ترمذی (۷۷۵) کتاب الحناظر: باب ما جاء فی عیادة المریض، الصحیحہ (۱۳۶۷)

ترمذی (۹۶۹) أبو داود (۳۰۹۸) ابن ماجہ (۱۴۴۲)]

”اور (مال فی کے مستحق وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اس گھر (یعنی مدینہ) میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا رکھی ہے (مراد انصارِ مدینہ ہیں) اور وہ اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے، بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے کہ) جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔“

صحابہ کے ایثار و قربانی کی ایک مثال حدیث شریف میں یوں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا، مگر اس وقت آپ ﷺ کے پاس کچھ موجود نہیں تھا۔ اس لیے اسے ایک انصاری صحابی اپنے گھر لے گیا، گھر جا کر بیوی کو خبر دی تو اس نے کہا گھر میں تو صرف بچوں کی خوراک ہے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ آج بچوں کو بھوکا سلا دیتے ہیں اور ہم خود بھی کچھ نہیں کھاتے اور مہمان کو کھلاتے وقت چراغ بجھا دیں گے، یوں اسے یہ علم نہیں ہو سکے گا کہ ہم نے کھانا نہیں کھایا۔ اگلے روز جب وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تم دونوں میاں بیوی کے بارے میں قرآن میں آیت نازل فرمادی ہے کہ ﴿وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ ”اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود فاقے میں ہی ہوں۔“ (۱)

بچوں کو ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے روکنا

ارشادِ نبوی ہے کہ

﴿وَلَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيُكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَلَيْلٌ لَهُ وَلَيْلٌ لَهُ﴾

”اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو بات کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے اس لیے کہ اس کے ساتھ لوگوں

کو ہنسائے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے۔“ (۲)

بچوں کو سلام کے آداب سکھانا

بچوں کو سلام میں پہل کرنے کی ترغیب دلائی جائے، کیونکہ ارشادِ نبوی ہے کہ

(۱) [بخاری (۴۸۸۹) کتاب تفسیر القرآن : باب قوله تعالى والذين تبوأوا الدار والايمان]

(۲) [حسن : صحيح ابو داود ، ابو داود (۴۹۹۰) کتاب الأدب : باب في التشديد في الكذب ، ترمذی

(۲۳۱۵) کتاب الزهد : باب فيمن تكلم بكلمة يضحك بها الناس ، يبهقي في الشعب (۴۸۳۱)]

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللَّهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ﴾

”یقیناً لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔“ (۱)

ایک دوسری حدیث میں سلام کے آداب یوں سکھائے گئے ہیں:

﴿يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ وَفِي رِوَايَةٍ:

الرَّاجِبُ عَلَى الْمَاشِي﴾

”چھوٹا بڑے کو سلام کرے، گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو، کم افراد زیادہ کو اور ایک روایت میں ہے کہ

سوار پیدل کو سلام کرے۔“ (۲)

سلام کے سب سے جامع، بہترین اور سب سے زیادہ باعث اجر و ثواب الفاظ یہ ہیں:

﴿السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ﴾

”تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔“ (۳)

بچوں کو چھینک اور جمائی کے آداب سکھانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْعَطَاسُ مِنَ اللَّهِ وَالتَّسَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَنَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِئِهِ﴾

”چھینک اللہ کی طرف سے اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو

وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھے (اور اسے حتی الوسع روکنے کی کوشش کرے)۔“ (۴)

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود، ابو داود (۵۱۹۷) کتاب الأدب : باب فی فضل من بدأ بالسلام، ترمذی

(۲۶۹۴) کتاب الاستئذان والآداب : باب ما جاء فی فضل الذی یدأ بالسلام]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود، ابو داود (۵۱۹۸) کتاب الأدب : باب من أُولَى بالسلام، ترمذی

(۲۷۰۳) کتاب الاستئذان والآداب : باب ما جاء فی تسلیم الراكب علی الماشی، صحیح الجامع

الصغیر (۸۰۹۰) السلسلة الصحيحة (۱۴۹) : الأدب المفرد (۱۰۰۱) (۳۴۶/۱)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود، ابو داود (۵۱۹۵) کتاب الأدب : باب کیف السلام، ترمذی (۲۶۸۹)

کتاب الاستئذان : باب ما ذکر فی فضل السلام، بیہقی فی الآداب (۲۵۸)]

(۴) [صحیح : صحیح ترمذی، ترمذی (۲۷۴۶) کتاب الأدب : باب ما جاء ان الله يحب العطاس ويكره

التساؤب، صحیح الجامع الصغیر (۴۱۳۰) صحیح ابن خزيمة (۹۲۱)]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَلْيَقُلْ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ وَيَقُولَ هُوَ يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ﴾

”جب تم میں سے کسی ایک کو چھینک آئے تو وہ کہے ”الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ“ یعنی ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور (یہ سن کر) اس کا بھائی یا اس کا کوئی ساتھی کہے ”يَرْحَمُكَ اللَّهُ“ یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اور وہ (جسے چھینک آئی ہے پھر) کہے ”يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ“ یعنی اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت کی اصلاح کرے۔“ (۱)

بچوں میں ایفاء عہد اور امانت میں دیانت کا عنصر پیدا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أُؤْتِمِنَ خَانَ﴾

”منافق کی تین علامات ہیں:

① جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔

② جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

③ اور جب اسے امانت دی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔“ (۲)

بچوں کو ہمیشہ دوسروں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی تربیت دینا

ارشاد نبوی ہے کہ

﴿مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۵۰۳۳) کتاب الأدب: باب ما جاء فی تسمیت العاطس، ابن

ماجہ (۳۷۱۵) کتاب الأدب: باب تسمیت العاطس، ارواء الغلیل (۷۸۰) صحیح الجامع الصغیر

(۶۸۷) السلسلة الصحيحة (۲/۳۸۷)]

(۲) [بخاری (۳۳) کتاب الایمان: باب علامة المنافق، مسلم (۵۹) کتاب الایمان: باب بیان خصال

المنافق، مسند احمد (۹۱۶۹) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۱۲۷) ابن حبان (۲۵۷) أبو عوانة

(۲۰/۱) ابن منده (۵۲۷) بیہقی (۲۸۸/۶)]

وَذَلِكَ أضعفُ الْإِيمَانِ ﴿

”تم میں سے جو شخص برائی دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے ہی اسے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور ترین درجہ ہے۔“ (۱)

بچوں کو بری مجالس سے بچنے اور اچھی مجالس اپنانے کی تلقین کرنا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوِّءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمُسْكِ وَكَبِيرِ الْحَدَّادِ لَا يَعْنَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمُسْكِ إِلَّا مَا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ وَكَبِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بِذَنِّكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِثَةً﴾

”نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک (کستوری) بیچنے والے عطار اور لوہار کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور پا لو گے، یا تو مشک ہی خرید لو گے ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور ہی پاس کو گے۔ لیکن لوہار کی بھی یا تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسا دے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پاؤ گے۔“ (۲)



(۱) [مسلم (۴۹) کتاب الایمان: باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان، ابو داود (۱۱۴۰) کتاب الصلاة: باب الخطبة يوم العيد، ترمذی (۲۱۷۲) کتاب الفتن: باب ما جاء فی تغییر المنکر بالید أو باللسان أو بالقلب، ابن ماجہ (۱۲۷۵) کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها: باب ما جاء فی صلاة العیدین، مسند احمد (۱۱۰۷۳) طیبالسی (۲۱۹۶) بیہقی (۹۰/۱۰)]

(۲) [بخاری (۲۱۰۱) کتاب البیوع: باب فی العطار وبيع المسک، مسلم (۲۶۲۸) کتاب البر والصلة والآداب: باب استحباب مجالسة الصالحین ومجانبة قرناء السوء]

## یتیم کے احکام کا بیان

## باب احکام الیتیم

### یتیم کون ہے؟

- (ابن کثیر) یتیموں سے مراد ایسے چھوٹے بچے ہیں جن کا کمانے والا باپ موجود نہ ہو۔ (۱)
- (اہل لغت) اولادِ آدم میں یتیم وہ ہے جس کا باپ نہ ہو اور چوپایوں میں یتیم وہ ہے جس کی ماں نہ ہو۔ (۲)
- (ابن العربیؒ) لغت میں یتیم اسے کہتے ہیں جس کا باپ موجود نہ ہو۔ (۳)
- (ابن اثیرؒ) انسانوں میں یتیم وہ ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور وہ بالغ نہ ہو۔ (۴)
- لغتِ عرب میں بعض اوقات یتیم کا لفظ کمزور افراد کے لیے بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کے پاس ایک عورت آکر کہنے لگی کہ میں یتیم ہوں تو ان کے ساتھ ہی ہنس پڑے۔ اس پر انہوں نے اسے کہا، عورتیں سب ہی یتیم (یعنی کمزور) ہوتی ہیں۔ (۵)

### یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يُتِمُّ بَعْدَ احْتِلَامٍ﴾

”احتلام (یعنی بلوغت) کے بعد یتیم نہیں ہے۔“ (۶)

ایک روایت میں ہے کہ نجدہ (خارجیوں کے سردار) نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف چند سوالات پر مشتمل ایک مکتوب بھیجا، اس میں یہ سوال بھی تھا کہ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ تو حضرت عبد

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۲۸۱/۱)]

(۲) [ایضاً]

(۳) [تفسیر احکام القرآن (۱۸۹/۱)]

(۴) [النهاية لابن الاثير (۹۲۵/۲)]

(۵) [ریکھئے: النهاية لابن الاثير (۹۲۶/۲)]

(۶) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۴۹۷) کتاب الوصایا: باب ما جاء متى ينقطع الیتیم، ابو داود (۲۸۷۳)]

بیہقی (۳۲۰/۷) طیالسی (۱۶۶۷)]

اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا:

﴿وَكُنْتُ تَسْأَلُنِي مَتَى يَنْقَضِي يَتَمُّ الْيَتِيمِ فَلَعَمْرِي إِنَّ الرَّجُلَ لَتَنْتَبِتُ لِحَيْتُهُ وَإِنَّهُ لَضَعِيفُ الْآخِذِ لِنَفْسِهِ ضَعِيفُ الْعَطَاءِ مِنْهَا فَإِذَا أَخَذَ لِنَفْسِهِ مِنْ صَالِحِ مَا يَأْخُذُ النَّاسُ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ الْيَتَمُ﴾

”تو نے پوچھا ہے کہ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ تو قسم ہے میری عمر کی! بعض اوقات آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی داڑھی نکل آتی ہے مگر وہ نہ تو لینے کا شعور رکھتا ہے اور نہ ہی دینے کا (یعنی ایسی حالت میں داڑھی اور بلوغت کے باوجود بھی وہ یتیم ہی رہتا ہے)۔ پھر جب وہ اپنے فائدے کے لیے اچھی باتیں کرنے لگے جیسا کہ لوگ کرتے ہیں تو اس کی یتیمی ختم ہو جاتی ہے۔“ (۱)

(ابن العربیؒ) جب بچہ بالغ ہو جائے تو لغوی اعتبار سے اس سے یتیمی ختم ہو جاتی ہے، البتہ جب تک اس میں (مالی تصرف کے لیے) رشد یعنی سمجھ بوجھ پیدا نہ ہو جائے وہ یتیمی کے حکم میں ہی ہو گا یعنی اسے مالی تصرف کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (۲)

(نوویؒ) یتیمی بذاتِ خود بلوغت کے وقت ختم ہو جائے گی۔

(شافعیؒ، مالکؒ، جمہور علماء) مجر د بلوغت اور عمر بڑی ہونے سے وہ یتیمی کے حکم سے نہیں نکلے گا بلکہ (اس سے نکلنے کے لیے) یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں اپنے دین اور اپنے مال کے متعلق سمجھ بوجھ ظاہر ہو ورنہ اس پر مالی تصرفات کی پابندی لگانا واجب ہو گا۔

(ابو حنیفہؒ) بچے کی عمر 25 برس ہو جانے کے بعد اس سے بچوں کا حکم ختم ہو جائے گا اور وہ رشید (یعنی سمجھ بوجھ والا) تصور کیا جائے گا وہ اپنے مال میں تصرف کر سکے گا اور اس کا مال اس کے سپرد کرنا بھی واجب ہو گا۔ اس پر مالی تصرفات کی پابندی نہیں لگائی جائے گی۔

(ابن القصارؒ) پہلا (یعنی امام شافعیؒ وغیرہ کا) قول صحیح ہے اور گویا وہ اجماع کی مانند ہی ہے۔ (۳)

(۱) [مسلم (۱۸۱۲) کتاب الجہاد والسیر: باب النساء الغازیات یرضخ لهن ولا یسمھن] ابو داود (۲۷۲۷)

[۲۷۲۸، ۲۹۸۲] ترمذی (۱۰۵۶)

(۲) [تفسیر احکام القرآن (۱۸۹/۱)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۴۴۰/۶)]

## یتیم کی کفالت کی فضیلت

(1) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَقَالَ يَا صَبْعِيهِ السَّبَابَةُ وَالْوُسْطَى﴾

”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں؛ انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ يَشْكُو قَسْوَةَ قَلْبِهِ قَالَ : أَتَحِبُّ أَنْ يَلِينَ قَلْبَكَ وَتُذْرِكَ حَاجَتَكَ ؟

أَرْحَمَ الْيَتِيمَ وَ أَمْسَحَ رَأْسَهُ وَأَطْعَمَهُ مِنْ طَعَامِكَ يَلِينَ قَلْبَكَ وَتُذْرِكَ حَاجَتَكَ﴾

”نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا وہ اپنے دل کی سختی کی شکایت کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے اور تیری ضرورت پوری ہو جائے؟ تو یتیم پر رحم کر، اس کے سر پر ہاتھ پھیر اور اسے اپنے غلے میں سے کھانا کھلا، تیرا دل نرم ہو جائے گا اور تیری ضرورت بھی پوری ہو جائے گی۔“ (۲)

www.KitaboSunnat.com

## یتیم کا مال ناحق کھانا حرام ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ لِهِي يُطْوِيهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ

سَعِيرًا﴾ [النساء: ۱۰]

”جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔“

(2) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا:

(۱) [بخاری (۶۰۰۵) کتاب الأدب: باب فضل من يعول يتيما، ابو داود (۵۱۵۰) کتاب الأدب: باب

فی من ضم الیتیم، ترمذی (۱۹۱۸) کتاب البر والصلۃ: باب ما جاء فی رحمة الیتیم وکفالتہ]

(۲) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۲۵۴۴) کتاب البر والصلۃ: باب الترغیب فی کفالة الیتیم ورحمته،

رواه الطبرانی]



﴿يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي لَا تَأْمُرْنِ عَلَىٰ انْتِزَنِ وَلَا تَوَلِّينِ مَالِ يَتِيمٍ﴾

”اے ابو ذر! میں تمہیں کمزور خیال کرتا ہوں اور میں تمہارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر بھی ہرگز امیر مت بننا اور ہرگز یتیم کے مال کا والی نہ بننا۔“ (۱)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكَ بِاللَّهِ وَالسُّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ.....﴾

”سات ہلاک کرنے والی اشیاء سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، ایسی جان کا قتل جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ، سود کھانا، یتیم کا مال (ناحق) کھانا.....“ (۲)

یتیم کا سرپرست معروف طریقے سے اس کا مال کھا سکتا ہے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْعِفْ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء: ۶]

”اور ان (یتیموں) کے بڑے ہو جانے کے ڈر سے ان کے مالوں کو جلدی جلدی فضول خرچیوں میں تباہ نہ کرو، مال داروں کو چاہیے کہ (ان کے مال سے) بچتے رہیں، ہاں جو فقیر و محتاج ہو تو وہ دستور کے مطابق واجبی طور سے کھالے۔“

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کے متعلق فرماتی ہیں کہ

﴿أُنزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ إِن كَانَ فَقِيرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ﴾

”یہ آیت یتیم کے اس سرپرست کے متعلق نازل کی گئی ہے جو اس کا نگران ہے اور اس کے مال کی

(۱) [مسلم (۱۸۲۶) کتاب الامارة: باب كراهة الامارة بغير ضرورة]

(۲) [بخاری (۲۷۶۶) کتاب الوصايا: باب قول الله تعالى ان الذين ياكلون أموال اليتامى ظلما]

اصلاح کے لیے مقرر ہے، اگر وہ فقیر ہو تو اس (یتیم کے مال) سے دستور کے مطابق کھالے۔“ (۱)  
(۳) ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ﴾ [الأنعام: ۱۵۲]

”اور یتیم کے مال کے قریب بھی مت جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو نہایت عمدہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی سن رشد کو پہنچ جائیں۔“

(۴) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي فَقِيرٌ لَيْسَ لِي شَيْءٌ وَلِي يَتِيمٌ قَالَ فَقَالَ كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَلَا مُبَادِرٍ وَلَا مُتَأَنِّلٍ﴾

”ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا، بلاشبہ میں فقیر ہوں میرے پاس کچھ نہیں، البتہ میری زیر سرپرستی ایک یتیم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تم اپنے یتیم کے مال سے کھاؤ لیکن حد سے تجاوز مت کرو، جلدی جلدی نہ کھاؤ اور اس کے مال کو اپنے مال سے مت ملاؤ۔“ (۲)

بغرض اصلاح یتیموں کے اموال اپنے اموال کے ساتھ ملانا جائز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَغْنَتْكُمْ عَنْ اللَّهِ غَرْزٌ حَكِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۲۰]

”اور تجھ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان کی خیر خواہی بہتر ہے، تم اگر ان کا مال اپنے مال میں ملا بھی لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں، بد نیت اور نیک نیت ہر ایک کو اللہ خوب جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں (ان کا مال اپنے مال میں ملانے کی اجازت نہ دے کر) مشقت میں ڈال دیتا، یقیناً اللہ تعالیٰ علیم والا اور حکمت والا ہے۔“

(۱) [بخاری (۲۲۱۲) کتاب البیوع: باب من أجرى أمر الأمصار على ما يتعارفون بينهم]

(۲) [حسن صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۲۸۷۲) کتاب الوصایا: باب ما جاء فی مال لولی الیتیم أن ینال من مال الیتیم، ابن ماجہ (۲۷۱۸) کتاب الوصایا: باب قوله تعالى ومن كان فقيرا فلیأكل بالمعروف، نسائی (۳۶۶۸) کتاب الوصایا: باب ما للوصی من مال الیتیم اذا قام علیه، صحیح الجامع الصغیر (۴۴۹۷) ارواء الغلیل (۱۴۵۶)]

(ابن کثیرؒ) اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلے یہ حکم ہوا تھا کہ ﴿وَلَا تَقْرُبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اُس طریقے سے جو بہترین ہو اور فرمایا گیا تھا ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَّا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ یعنی جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ بھڑکتی ہوئی جہنم میں عنقریب داخل ہوں گے۔ تو ان آیتوں کو سن کر ان لوگوں نے جو یتیموں کے سرپرست تھے یتیموں کا کھانا اور ان کا پانی اپنے گھر کے کھانے اور گھر کے پانی سے بالکل جدا کر دیا۔ اب اگر ان کا بچا ہوا کھانا بیچ جاتا تو اسے یا تو وہ (یتیم) خود ہی دوسرے وقت کھاتے یا خراب ہو جاتا تو یوں ایک طرف تو ان یتیموں کا نقصان ہونے لگا۔ دوسری جانب والیان یتیم بھی تنگ آ گئے کہ کب تک ایک ہی گھر میں اس طرح رکھ رکھاؤ کیا کریں تو ان لوگوں نے آکر آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی جس پر یہ آیت ﴿فَلْيُصْلَحْ لَهُمْ خَيْرٌ﴾ نازل ہوئی اور نیک نیتی اور دیانتداری کے ساتھ ان کے مال کو اپنے مال میں ملا لینے کی رخصت دی گئی۔ (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یتیم کے غلے اور اس کے مال کی اس طرح دیکھ بھال سخت مشکل ہے کہ اس کا کھانا الگ ہو، اس کا پینا الگ ہو، ﴿يُصْلَحْ لَهُمْ خَيْرٌ﴾ سے تو یہی علیحدگی مراد ہے لیکن پھر ﴿وَأَنْ تَخَالِطُوهُمْ﴾ فرما کر کھانا پینا ملا جلار کھنے کی اجازت دی گئی اس لیے کہ وہ بھی دینی بھائی ہیں، البتہ نیت نیک ہونی چاہیے۔ قصد وارادہ اگر یتیم کو نقصان رسانی کا ہے تو وہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں اور اگر مقصود یتیم کی بھلائی اور اس کے مال کی نگہبانی ہے تو اسے بھی وہ علام الغیوب بخوبی جانتا ہے۔ (۲)

(شیخ عبدالرحمن سعدیؒ) طعام و خوراک وغیرہ میں ان (یتیموں) کے ساتھ مشارکت اس صورت میں جائز ہے کہ اس سے یتیموں کو کوئی نقصان نہ ہو کیونکہ وہ تمہارے بھائی ہے اور بھائی کے ساتھ مشارکت میں کوئی حرج نہیں۔ اس مسئلے میں مرجع نیت و عمل ہے۔ پس جسے اپنی نیت کے متعلق علم ہو کہ وہ یتیم کی اصلاح کرنے والا ہے اور اسے اس کے مال میں کوئی طمع و لالچ نہیں تو پھر بغیر قصد کے اگر کوئی چیز اس کے مال سے اس کے پاس آ بھی

(۱) [حسن: صحیح ابو داود، ابو داود (۲۸۷۱) کتاب الوصایا: باب مخالطة الیتیم فی الطعام، نسائی

(۳۶۷۰) کتاب الوصایا: باب مال للوصی من مال الیتیم اذا قام علیہ]

(۲) [مزید دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (۳۴۹/۱)]

گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن جس کی نیت مشارکت کے ذریعے یتیم کا مال بڑپنے کی ہو تو یہی وہ چیز ہے جو گناہ و نافرمانی ہے اور وسائل و ذرائع کے لیے بھی وہی احکام ہوتے ہیں جو مقاصد کے ہیں۔ (۱)

(جلال الدین سیوطی، جلال الدین محلی) فرماتے ہیں کہ ”اگر تم ان کا مال اپنے مال میں ملاؤ“ سے مراد ہے کہ اگر تم ان کا خرچہ اپنے خرچے کے ساتھ ملاؤ (تو وہ تمہارے بھائی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں)۔ (۲)

بلوغت اور رشد کے بعد یتیموں کے اموال بلا تغیر و تبدل ان کے سپرد کر دیئے جائیں

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَاتَّبِعُوا أَلْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا﴾ [النساء: ۲]

”اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور پاک اور حلال چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملا کر کھانہ جاؤ۔ بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔“

(شیخ عبدالرحمن سعدی) فرماتے ہیں کہ یہ اس سورت میں پہلی وصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے حقوق العباد میں سے کی ہے اور وہ یتیموں کے متعلق ہے کہ جن کی کفالت کرنے والے باپ نہیں ہیں اور وہ خود بھی کم عمر اور کمزور ہیں (اس لیے ابھی) اپنی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتے۔ تو نہایت مشفق و مہربان (اللہ رب العالمین) نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور جب وہ بالغ اور کامل سمجھدار ہو جائیں تو ان کے اموال ان کے سپرد کر دیں۔ (۳)

(حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ) مذکورہ بالا پہلی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

یتیم جب بالغ اور باشعور ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو۔ خبیث سے گھٹیا چیزیں اور طیب سے عمدہ چیزیں مراد ہیں یعنی ایسا نہ کرو کہ ان کے مال سے اچھی چیزیں لے لو اور محض کتنی پوری کرنے کے لیے گھٹیا چیزیں ان کے بدلے میں رکھ دو۔ ان گھٹیا چیزوں کو خبیث (یعنی ناپاک) اور عمدہ چیزوں کو طیب (یعنی پاک) سے تعبیر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اس طرح بدلایا گیا مال جو اگرچہ اصل میں تو طیب (پاک) اور

(۱) [تیسیر الکرم الرحمن (۱/۱۱۳)]

(۲) [تفسیر جلالین (ص ۸۴/۸۵)]

(۳) [تیسیر الکرم الرحمن (۱/۱۸۶)]

حلال ہے لیکن تمہاری اس بددیانتی نے اس میں خباثت داخل کر دی اور وہ اب طیب نہیں رہا بلکہ تمہارے حق میں غیبت (ناپاک و حرام) ہو گیا۔ اسی طرح بددیانتی سے ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھانا بھی ممنوع ہے ورنہ اگر مقصد خیر خواہی ہو تو ان کے مال کو اپنے مال میں ملانا جائز ہے۔ (۱)

(۲) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ﴾ [النساء: ۶]

”اور یتیموں کو ان کے بالغ ہو جانے تک سدھارتے اور آزماتے رہو، پھر اگر تم ان میں ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سوپ دو۔“

(شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ) یتیم کے ولی کے لیے اس وقت تک مال یتیم کے سپرد کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس میں رشد و عقل نہ دیکھ لے، یعنی جب یتیم حسن تصرف کرنے لگے اور مال کو حرام کاموں میں صرف ہونے سے بچانے لگے تو اس کے سپرد کروینا چاہیے۔ یہ نہیں کہ یتیم کے بالغ ہوتے ہی مال اس کے سپرد کر دیا جائے بلکہ بلوغت کے بعد جب تک اس میں حسن تصرف اور ہوشیاری و پختگی نہ دیکھی جائے مال اس کے سپرد نہیں کرنا چاہیے۔ (۱)

□ علامات بلوغت کے متعلق مختلف احادیث ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَتِمُّ بَعْدَ احْتِلَامٍ﴾

”احتلام کے بعد یتیم نہیں ہے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجْزَهُ وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسِ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَجَّازَهُ﴾

(۱) [تفسیر احسن البیان (ص ۲۰۲) مزید دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (۶۰۷/۱)]

(۲) [دیکھئے: فتاویٰ الجامعة للمرأة المسلمة (۱۱۲۹/۳)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۴۹۷) کتاب الوصایا: باب ما جاء متى ينقطع الیتیم، ابو داود (۲۸۷۳)]

”انہوں نے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے سامنے غزوہ اُحد کے موقع پر (جنگ میں شرکت کے لیے) پیش کیا۔ اس وقت وہ 14 سال کے تھے تو آپ ﷺ نے انہیں (جنگ میں شرکت کی) اجازت نہ دی۔ لیکن غزوہ خندق کے موقع پر جب انہوں نے اپنے آپ کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ اس وقت وہ 15 سال کے تھے۔“ (۱)

(3) حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كُنْتُ مِنْ سَبِيِّ بَنِي قُرَيْظَةَ فَكَانُوا يَنْظُرُونَ فَمَنْ أَتَيْتَ الشَّعْرَ قُتِلَ وَمَنْ لَمْ يَنْتَبِ لَمْ يُقْتَلْ فَكُنْتُ فِيمَنْ لَمْ يَنْتَبِ﴾

”میں بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھا۔ وہ (صحابہ کرام) دیکھتے کہ جس کے (زیر ناف) بال اُگے ہوتے اسے قتل کر دیا جاتا اور جس کے بال نہ اُگے ہوتے اسے قتل نہ کیا جاتا اور میں ان میں تھا جن کے بال ابھی نہیں اُگے تھے۔“ (۲)

مذکورہ بالا احادیث سے بلوغت کی مندرجہ ذیل علامات ثابت ہوتی ہیں:

① احتلام ② 15 سال کی عمر ③ زیر ناف بال اُگنا

واضح رہے کہ عورتوں کے لیے ان علامات کے ساتھ ساتھ ایک علامت ایام ماہواری کی ابتدا بھی ہے۔

یتیموں کو ان کے اموال سپرد کرتے وقت گواہ بنالینے چاہئیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهَدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا﴾ [النساء: ۶]

(۱) [بخاری (۴۰۹۷) کتاب المغازی: باب غزوہ الخندق وہی الأحزاب، مسلم (۱۸۶۸) کتاب الامارۃ:

باب بیان سن البلوغ، ابو داود (۴۴۰۶) کتاب الحدود: باب فی الغلام یصیب الحد، ترمذی

(۱۷۱۱) کتاب الجہاد: باب ما جاء فی حد بلوغ الرجل ومتی یفرض له، ابن ماجہ (۲۵۴۳) کتاب

الحدود: باب من لا یجب علیہ الحد، احمد (۱۷/۲)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داود (۳۷۰۴) کتاب الحدود: باب فی الغلام یصیب الحد، ابو داود (۴۴۰۴)

ترمذی (۱۵۸۴) کتاب السیر: باب ما جاء فی النزول علی الحکم، نسائی (۱۵۵/۶) ابن ماجہ

(۲۵۴۱) کتاب الحدود: باب من لا یجب علیہ الحد، عبدالرزاق (۱۸۷۴۲) احمد (۱۳۰/۴) ابن

”پھر جب تم انہیں (یعنی یتیموں کو بلوغت و رشد کے بعد) ان کے مال سوچو تو گواہ بنا لو، دراصل حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔“

(ابن کثیرؒ) گواہ مقرر کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ (بعد میں) انکار کرنے کا وقت ہی نہ آئے۔ (۱)  
(ابن العربیؒ)۔ ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گواہ بنانے کا حکم دے کر ایک نہایت گہرے نکتے کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر مال جو کسی (دوسرے کا اپنے) قبضے میں لیا گیا ہو وہ امانت کی صورت میں ہوتا ہے اور وہ انسان اس امانت سے صرف اسی صورت میں بری ہو سکتا ہے جب وہ اس کی ادائیگی پر گواہ بنالے۔ (لہذا) یتیم کا مال بھی اس کے سرپرست کے پاس بطور امانت ہی ہے اگر تو اس نے اسے ضائع کر دیا تو اس کا قول قبول کیا جائے گا اور اگر وہ کہے کہ میں نے اسے (یعنی یتیم کو اس کا مال) ادا کر دیا ہے تو اس کی یہ بات بغیر گواہی کے قبول نہیں کی جائے گی۔ (۲)

یتیم بچیوں کے ساتھ نا انصافی کا ڈر ہو تو دوسری عورتوں سے نکاح کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ [النساء: ۳]

”اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ رکھ سکو گے تو اور عورتوں میں سے جو

بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو۔“

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

﴿هَذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجَرٍ وَلَيْهَا تَشْرُكُهُ فِي مَالِهِ وَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلَيْهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ فَتُحِبُّهُ عَنْ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا لَهُنَّ أَعْلَىٰ سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ فَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ﴾

”اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک یتیم (صاحب مال و جمال) لڑکی اپنے سرپرست کی پرورش میں ہو اور وہ اس کی جائیداد کی حصہ دار ہو (یعنی تر کے کی رو سے اس کا حصہ ہو)۔ اب اس سرپرست کو اس کا مال اور

خوبصورتی اچھی لگے اور وہ اس سے شادی کرنا چاہے، مگر اسے اتنا مہر نہ دے جتنا اسے دوسرے لوگ دیں تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایسی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے اس وقت تک منع فرمادیا جب تک وہ انصاف کے ساتھ انہیں پورا مہر نہ دیں اور انہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم دوسری عورتوں سے جو تمہیں اچھی لگیں نکاح کرلو۔“ (۱)

نکاح کے لیے یتیم بچی کی رضامندی طلب کرنا ضروری ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿تُسْتَأْمَرُ الْيَتِيمَةُ فِي نَفْسِهَا فَإِنْ سَكَتَتْ فَهُوَ إِذْنُهَا وَإِنْ أَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا﴾  
 ”(نکاح کے لیے) یتیم بچی کی اس کے نفس کے بارے میں موافقت طلب کی جائے گی، اگر تو وہ خاموش رہے تو یہی اس کی اجازت ہے اور اگر وہ انکار کر دے تو زبردستی اس سے نکاح نہیں کیا جاسکتا۔“ (۲)  
یتیم کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ  
 وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ .....﴾ [البقرة: ۸۳]

”اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ، قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔“  
 (۲) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ﴾  
 [النساء: ۳۶]

”اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ، رشتہ داروں اور

(۱) [بخاری (۴۵۷۴) کتاب تفسیر القرآن : باب قوله وان خفتهم أن لا تقسطوا في اليتامى، مسلم (۳۰۱۸) کتاب التفسیر : باب فی تفسیر آیات متفرقة]

(۲) [حسن صحیح : صحیح ابو داود، ابو داود (۲۰۹۳) کتاب النکاح : باب فی الاستمرار، نسائی (۳۲۶۱) کتاب النکاح : باب استئذان البکر فی نفسها، ترمذی (۱۱۰۹) کتاب النکاح : باب ما جاء

فی اکراه الیتیمه علی التزویج]



یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔“

(3) سورہ فجر میں ارشاد ہے کہ

﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ﴾ [الفجر: ۱۷]

”ایسا ہرگز نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ تم) (ہی) لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے۔“

(4) سورہ الضحیٰ میں ہے کہ

﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ [الضحیٰ: ۹]

”پس تو یتیم پر سختی نہ کی کر۔“

(5) سورہ الماعون میں ہے کہ

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ، فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ﴾ [الماعون: ۱-۲]

”کیا تو نے اسے بھی دیکھا ہے جو (روز) جزا کو جھٹلاتا ہے، یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔“

یتیموں پر صدقہ کرنا بہت ثواب کا کام ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِيلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ.....﴾ [البقرة: ۱۷۷]

”ساری اچھائی (اور نیکی) مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قربت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سالکین کو دے۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ الدِّينُ وَالْآفَرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۱۵]

”آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو مال تم خرچ کرو وہ مال باپ کے لیے ہے

اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور تم جو کوئی بھی نیکی کا کام کرو گے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔“

(3) سورہ انسان میں ارشاد ہے کہ

﴿وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾ [الانسان : ۸]

”اور (ایمان والے) اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔“

(۵) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامَى﴾

”باب یتیموں پر صدقہ کرنا (بہت ثواب کا کام ہے)۔“

اور اس کے تحت ایک طویل حدیث نقل فرمائی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِيرَةٌ خُلُوَّةٌ فَنَعَمْ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أُعْطِيَ مِنْهُ الْمُسْكِينُ وَالْيَتِيمَ وَابْنَ السَّبِيلِ﴾

”بے شک یہ مال ایک خوشگوار سبزہ زار کی مانند ہے اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جو مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا جائے۔“ (۱)

یتیم اگر وراثت کی تقسیم کے وقت موجود ہوں تو انہیں بھی کچھ دے دینا چاہیے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾ [النساء : ۸]

”اور جب تقسیم کے وقت قرابت دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو تم اس میں سے تھوڑا بہت انہیں بھی دے دو اور ان سے نرمی سے بولو۔“

(۱) [بخاری (۱۴۶۵) کتاب الزکاة : باب الصدقة علی الیتامی ، مسلم (۱۰۵۲) کتاب الزکاة : باب تخوف ما یرج من زهرة الدنيا ، ابن ماجہ (۳۹۹۵) کتاب الفتن : باب فتنۃ المال ، مسند احمد (۱۱۸۶۵) عبد الرزاق (۲۰۰۲۸) طیب المسی (۲۱۸۰) ابن حبان (۳۲۲۵) حمیدی (۷۴۰)]

## یتیم مال غنیمت کے مستحق ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّن شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ [الأنفال: ۴۱]

”جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔“

□ مال غنیمت سے مراد وہ مال ہے جو جنگ میں کافروں پر فتح کے بعد ان سے حاصل ہو۔ (۱)

## یتیم مال فی کے مستحق ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ نَقَرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ [الحشر: ۷]

”بستیوں والوں کا جو مال اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت والوں کو اور یتیموں مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے۔“

□ مال فی سے مراد وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے کافروں سے حاصل ہو جائے۔ (۲)

## یتیموں پر اللہ کی خاص مہربانی کا ایک قصہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام علم سیکھنے کی غرض سے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ دونوں ایک بستی میں گئے اور وہاں کے رہنے والوں سے کھانا مانگا لیکن انہوں نے مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا۔ پھر دونوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسے بلا معاوضہ درست کر دیا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جو بستی والوں کے رویے سے پہلے ہی کبیدہ خاطر تھے صبر نہ کر سکے اور کہا کہ اگر

(۱) [مزید دیکھئے: القاموس المحيط (ص ۱۰۳۱) المنجد (ص ۶۱۸) الفقہ الاسلامی وأدلته

(۵۸۵/۸)]

(۲) [مزید دیکھئے: تفسیر أحسن البیان (ص ۴۹۱) الفقہ الاسلامی وأدلته (۵۸۹/۸) آثار الحرب (ص ۱

آپ چاہتے تو اس کام پر اجرت بھی وصول کر سکتے تھے۔ چونکہ حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے خاموش رہنے کی شرط لگائی تھی تو جب وہ خاموش نہ رہ سکے تو حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں اپنے ساتھ رکھنے سے معذرت کر لی اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی کہ یہ دیوار میں نے کیوں درست کی تھی۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں یوں موجود ہے:

﴿وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي﴾ [الكهف: ٨٢]

”دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے دفن ہے، ان کا باپ بہت نیک شخص تھا تو تیرے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں یتیم بچے اپنی جوانی کی عمر میں آکر اپنا یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں، میں نے اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کیا۔“

محمد رسول اللہ ﷺ بھی یتیم تھے

(1) کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کے والد ”عبد اللہ“ کا انتقال ہو چکا تھا۔ (۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿أَلَمْ أَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَيْتُكَ﴾

”کیا میں نے تمہیں یتیم نہیں پایا اور پھر میں نے تمہیں پناہ دی۔“ (۲)



## والدین کے حقوق کا بیان

## باب حقوق الوالدین

والدین اولاد کی طرف سے ادائیگی حقوق کے لیے اللہ سے دعا کرتے رہیں

اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ دعا ذکر فرمائی ہے:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾ [الفرقان: ۷۴]

”اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔“

حقوق اللہ کے بعد حقوق الوالدین سب سے زیادہ ادائیگی کا حق رکھتے ہیں

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾

[البقرة: ۸۳]

”اور (یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔“

(۲) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾ [النساء: ۳۶]

”اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔“

(۳) سورۃ الانعام میں ہے کہ

﴿ قُلْ تَعَالَوْا أَنُؤْمِرْ بِمَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْهِمْ عَلَيَّكُمْ إِلَّا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾

[الأنعام: ۱۵۱]

”آپ کہہ دیجئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن (کی مخالفت) کو تمہارے رب نے تم پر

حرام کیا ہے وہ یہ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔“

(4) سورة الاسراء میں ہے کہ

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَفْ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ وَخَفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ [الاسراء: ۲۳-۲۴]

”اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔“

مذکورہ بالا چاروں آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرمایا ہے، جس سے یہ عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بعد سب سے زیادہ اگر کوئی حقوق ادا نیکی کا حق رکھتے ہیں تو وہ والدین کے حقوق ہیں۔

(5) سورة لقمان میں ہے کہ

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ [لقمان: ۱۴]

”ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق (حسن سلوک کی) نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس ہے، کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر (تم سب کو) میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔“

(6) سورة الاحقاف میں ہے کہ

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمَلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ [الاحقاف: ۱۵]

اماں کے قدموں تلے جنت ہے

”بلاشبہ جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے جہاد میں جانے کا ارادہ کیا ہے اور میں آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تیری ماں موجود ہے۔ اس نے عرض کیا، ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس کی خدمت کو لازم پکڑ کیونکہ اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔“ (۱)

سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي  
قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أَبُوكَ﴾

”ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا لوگوں میں سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تیری ماں۔ اس نے عرض کیا کہ پھر کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، پھر تیری ماں۔ اس نے پھر دریافت کیا کہ پھر کون ہے؟ آپ ﷺ نے

① [حسن صحيح : صحيح نسائي (٣١٠٤) كتاب الجهاد : باب الرخصة في التخلف لمن له

والدة 'حقوق النساء في الاسلام' (ص ١٩٥) ]

فرمایا: پھر تیری ماں۔ اس نے پھر (چوتھی مرتبہ) پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تیرا باپ۔“ (۱)

### والد جنت کا بہترین دروازہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَأَضَعُ ذَلِكَ الْبَابَ أَوْ أَحْفَظْهُ﴾

”والد جنت (میں داخلے) کا سب سے بہترین دروازہ ہے۔ اب تم اس دروازے کو (نافرمانی اور برے

سلوک کے ذریعے) ضائع کر لو یا (اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعے) اس کو محفوظ کر لو۔“ (۲)

### والد کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿طَاعَةُ اللَّهِ فِي طَاعَةِ الْوَالِدِ وَمَعْصِيَةُ اللَّهِ فِي مَعْصِيَةِ الْوَالِدِ﴾

”اللہ کی اطاعت والد کی اطاعت میں ہے اور اللہ کی نافرمانی والد کی نافرمانی میں ہے۔“ (۳)

### والدین سے نیکی و حسن سلوک اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

﴿سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ السَّلَامَةُ عَلَى وَفَّيْهَا قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ

ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

”میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ

ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا والدین کے

(۱) [بخاری (۵۹۷۱) کتاب الأدب : باب من أحق الناس بحسن الصحبة ' مسلم (۲۵۴۸) کتاب البر

والصلة والآداب : باب بر الوالدین وأنهما أحق به ' مسند احمد (۸۳۵۲) الأدب المفرد للبخاری

(۶۰۵) شرح السنة للبقوی (۳۴۱۶) بیہقی (۲/۸) ابن ابی شیبہ (۵۴۱/۸)

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجہ ' ابن ماجہ (۳۶۶۳) کتاب الأدب : باب بر الوالدین ' ترمذی (۱۹۰۰)

کتاب البر والصلة : باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین ' صحیح الجامع الصغیر (۷۱۴۵) صحیح

الترغیب (۲۴۸۶) السلسلة الصحيحة (۹۱۴)

(۳) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۵۰۲) کتاب البر والصلة وغیرہما : باب الترغیب فی بر الوالدین

وصلتهما ' رواہ الطبرانی فی الأوسط]



ساتھ نیک سلوک کرنا۔ انہوں نے پھر دریافت کیا، پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جہاد فی سبیل اللہ۔“ (۱)

## والدین کی رضامندی میں ہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿رَضِيَ الرَّبُّ فِي رَضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ﴾

”رب کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضی والد کی ناراضگی میں ہے۔“ (۲)

ایک دوسری روایت میں والد کی جگہ والدین کا بھی ذکر موجود ہے۔ (۳)

## اولاد کے حق میں والدین کی دعا قبول کی جاتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ

الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ﴾

”تین قسم کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں، ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں:

① مظلوم کی دعا ② مسافر کی دعا

③ اور والد کی اپنے بیٹے کے حق میں دعا۔ (۴)

(۱) [بخاری (۵۲۷) کتاب مواقیب الصلاة: باب فضل الصلاة لوقتها، مسلم (۸۵) کتاب الايمان: باب

بيان كون الايمان بالله تعالى افضل الأعمال، ترمذی (۱۷۳) کتاب الصلاة: باب ما جاء في الوقت

الأول من الفضل، نسائی (۶۰۹) دارمی (۱۲۲۵) أبو یعلیٰ (۵۲۸۶) أبو عوانة (۶۳/۱) طبرانی کبیر

(۹۸۰۶) دارقطنی (۲۴۶/۱) ابن حبان (۱۴۷۶)]

(۲) [حسن لغیرہ: صحيح الترغيب (۲۵۰۱) کتاب البر والصلة وغيرهما: باب الترغيب في بر الوالدين

وصلتهما، ترمذی (۱۸۹۹) کتاب البر والصلة: باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدين، صحيح ابن

حبان (۴۳۰) مستدرک حاکم (۱۵۲/۴) امام حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

(۳) [حسن لغیرہ: صحيح الترغيب (۲۵۰۳) کتاب البر والصلة وغيرهما: باب الترغيب في بر الوالدين

وصلتهما، رواه الزار في كشف الأستار (۱۸۶۵)]

(۴) [حسن: صحيح ترمذی، ترمذی (۱۹۰۵) کتاب البر والصلة: باب ما جاء في دعوة الوالدين، ابو

داود (۱۵۳۶) کتاب الصلاة: باب الدعاء بظهور الغيب، ابن ماجه (۳۸۶۲) کتاب الدعاء: باب دعوة

الوالد ودعوة المظلوم، صحيح الجامع الصغير (۳۰۳۱) صحيح الترغيب (۱۶۵۵)]

## والدین سے حسن سلوک عمر و رزق میں فراخی کا باعث ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَمُدَّ لَهُ فِي عُمَرِهِ وَيَزَادَ لَهُ فِي رِزْقِهِ فَلْيَبْرُكْ وَلْيَصِلْ رَحْمَهُ﴾  
 ”جسے اچھا لگے کہ اس کی عمر و رزق کی جائے اور اس کے رزق کو بڑھایا جائے تو وہ اپنے والدین کے ساتھ

نیک سلوک کرے اور اپنی رشتہ داری کو ملائے۔“ (۱)

## والدین سے نیک سلوک گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَنْ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا فَهَلْ لِي تَوْبَةٌ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ أَمٍّ قَدْ لَمْ يَكُنْ خَالَةً قَدْ نَعِمَ قَدْ فَبَرَّهَا﴾

”ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بلاشبہ میں ایک بہت بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے دریافت کیا کیا تیری ماں (ایک روایت میں والدین کا ذکر ہے) زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کیا تیری خالہ زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کے ساتھ نیک کر (تیرا گناہ معاف ہو جائے گا)۔“ (۲)

## والدین کی خدمت و فرمانبرداری دنیا میں بھی مشکلات سے نجات کا ذریعہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿خَرَجَ ثَلَاثَةٌ نَفَرٍ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ قَالَتْ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ادْعُوا اللَّهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ فَقَالَ أَحَدُهُمُ اللَّهُمَّ إِنِّي كَأَنِّي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَرْعَى ثُمَّ أَجِيءُ فَلَحْلُبُ فَلَجِئْتُ

(۱) [حسن لغویہ: صحيح الترغيب (۲۴۸۸) كتاب البر والصلة وغيرهما: باب الترغيب في بر الوالدين

وصلتهما وتاكيد طاعتهما، مسند احمد (۲/۲۶۶)]

(۲) [صحيح: صحيح الترغيب (۲۵۰۴) كتاب البر والصلة: باب الترغيب في بر الوالدين وصلتهما،

ترمذی (۱۹۰۴) كتاب البر والصلة: باب ما جاء في بر الخالة، صحيح ابن حبان (۴۳۶) مستدرک

حاكم (۱۵۵/۱) امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

بِالْحِلَابِ فَأَتَيْتُ بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ ثُمَّ أَصْقِي الصَّبِيَّةَ وَأَهْلِي وَأَمْرَأَتِي فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً فَجِئْتُ فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ قُلْتُ فَكَرِهْتُ أَنْ أَوْقِظَهُمَا وَالصَّبِيَّةَ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَائِبِي وَذَا بَهُمَا حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً تَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ قُلْتُ فَفَرَجَ عَنْهُمْ وَقُلْتُ الْآخِرُ.....

”تین شخص کہیں باہر جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پناہ لی۔ اتفاق سے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے لڑھکی (اور اس غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں پناہ لیے ہوئے تھے) اب ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کبھی کیا ہو، نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں ایک نے یہ دعا کی اے اللہ! میرے ماں باپ بہت ہی بوڑھے تھے۔ میں اپنے موسیٰ باہر لے جا کر چراتا تھا۔ پھر جب شام کو واپس آتا تو ان کا دودھ نکالتا اور برتن میں پہلے اپنے والدین کو پیش کرتا۔ جب میرے والدین پی لیتے تو پھر بچوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا۔ اتفاق سے ایک رات واپسی میں دیر ہو گئی اور جب میں گھر پہنچا تو والدین سو چکے تھے۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں۔ بچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رو رہے تھے۔ میں مسلسل دودھ کا پیالہ لیے والدین کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا، تو ہمارے لیے اس چٹان کو ہٹا کر اتنا راستہ تو بنادے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چنانچہ وہ پتھر (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) کچھ ہٹ گیا۔

دوسرے شخص نے دعا کی کہ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی جتنی ایک مرد کو کسی عورت سے ہو سکتی ہے۔ اس لڑکی نے کہا تم مجھ سے اپنی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتے جب تک مجھے سواشرافیاں نہ دے دو۔ میں نے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کی اور آخر اتنی اشرافیاں جمع کر لیں۔ پھر جب میں اس کی دونوں رانوں کے درمیان بیٹھا تو وہ بولی اللہ سے ڈر اور مہر کو ناجائز طریقے پر نہ توڑ۔ اس پر میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ عمل تیری ہی رضا کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے (نکلنے کا) راستہ بنادے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چنانچہ وہ پتھر دو جہاں ہی ہٹ گیا۔

تیسرے شخص نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جو ار پر کام کرایا

تھا۔ جب میں نے اس کی مزدوری اسے دے دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس جوار کو لے کر بو دیا (جب کھیتی کئی تو اس میں اتنی جوار پیدا ہوئی کہ) اس سے میں نے ایک بتل اور ایک چرواہا خرید لیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس نے آکر مزدوری مانگی کہ خدا کے بندے مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا کہ اس بتل اور اس کے چرواہے کے پاس جاؤ کہ یہ تمہاری ہی ملکیت ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے کہا، میں مذاق نہیں کرتا واقعی یہ تمہارے ہی ہیں۔ تو اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو یہاں ہمارے لیے (اس چٹان کو ہٹا کر) راستہ بنادے۔ چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا اور وہ تینوں شخص باہر آ گئے۔“ (۱)

### والدین کی اطاعت کو نفل نماز پر ترجیح دینی چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَكَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيهَا فَاتَتْهُ أُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبُّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبُّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ أَيُّ رَبُّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَقَالَتْ اللَّهُمَّ لَا تَبْتِهْ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى وَجْهِهِ الْمُؤْمِسَاتِ ..... قَالَ لَا أَعِيدُوهَا مِنْ طِينٍ كَمَا كَانَتْ فَفَعَلُوا﴾

”جرج نامی ایک شخص عابد تھا اس نے ایک عبادت خانہ بنایا اور اسی میں رہتا تھا۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں آئی اور اسے ملایا کہ اے جرج! تو وہ (دل میں) کہنے لگا کہ اے اللہ! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں (میں نماز پڑھتا جاؤں یا اپنی ماں کو جواب دوں)؟ آخر وہ نماز ہی میں رہا تو اس کی ماں واپس چلی گئی۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو وہ پھر آئی اور پکارا کہ اے جرج! وہ بولا کہ اے اللہ! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں، آخر وہ نماز ہی میں رہا پس وہ واپس چلی گئی۔ پھر اس کی ماں تیسرے دن آئی اور بلایا، لیکن جرج نماز میں

(۱) [بحاری (۲۲۱۵) کتاب البیوع : باب اذا اشترى شيئا لغيره بغير اذنه فرضي 'مسلم (۲۷۴۳) کتاب

الذكر والدعاء : باب قصة أصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصلح الأعمال 'مسند احمد (۵۹۷۴) ابن

حبان (۸۹۷) شرح السنة للبخاری (۳۴۲۰)]

ہی رہا تو اس کی ماں نے کہا کہ اے اللہ! اس کو اس وقت تک نہ مارنا جب تک یہ فاحشہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے (یعنی ان سے اس کا سابقہ نہ پڑے)۔

پھر بنی اسرائیل نے جرتج کا اور اس کی عبادت کا چرچا شروع کیا اور بنی اسرائیل میں ایک بدکار عورت تھی جس کی خوبصورتی کی مثال دی جاتی تھی۔ وہ بولی اگر تم کہو تو میں جرتج کو ابتلا یا فتنہ میں ڈالوں۔ پھر وہ عورت جرتج کے سامنے گئی لیکن جرتج نے اس کی طرف خیال بھی نہ کیا۔ آخر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی جو اس کے معبد میں آکر پناہ لیا کرتا تھا اور اس کو اپنے آپ سے ہم بستری کرنے کی اجازت دی تو اس نے صحبت کی۔ وہ حاملہ ہو گئی جب بچہ جنا تو بولی کہ بچہ جرتج کا ہے۔ لوگ یہ سن کر اس کے پاس آئے اس کو نیچے اتارا اور اس کے عبادت خانے کو گرا دیا اور اس کو مارنے لگے۔ وہ بولا کہ تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ تو نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے اور اس نے تجھ سے ایک بچہ کو جنم دیا ہے۔

جرتج نے کہا کہ وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس کو لائے تو جرتج نے کہا کہ ذرا مجھے چھوڑو میں نماز پڑھ لوں۔ پھر نماز پڑھی اور اس بچے کے پاس آکر اس کے پیٹ کو ایک ٹھونس دیا اور بولا کہ اے بچہ! تیرا باپ کون ہے؟ وہ بولا کہ فلاں چرواہا ہے۔ یہ سن کر لوگ جرتج کی طرف دوڑے اور اس کو چومنے چاٹنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تیرا عبادت خانہ سونے اور چاندی سے بنائے دیتے ہیں۔ وہ بولا کہ نہیں جیسا تھا ویسا ہی مٹی سے پھر بنادو۔ تو لوگوں نے (ویسا ہی عبادت خانہ پھر) بنادیا۔“ (۱)

ثابت ہوا کہ نقلی عبادات پر والدین کی اطاعت کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ والدین کی اطاعت فرض ہے اور فرض کو نفل پر ترجیح حاصل ہوتی ہے جیسا کہ یہ بات اصول میں بھی ثابت ہے۔ اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صحیح مسلم میں اس حدیث پر امام نوویؒ نے یہ عنوان قائم کیا ہے ”نفل نماز وغیرہ پر والدین کی اطاعت کو مقدم کرنے کا بیان۔“

### والدین کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں کی جائے گی

مراد یہ ہے کہ اگر والدین کفر و شرک یا کسی بھی ایسے کام کا حکم دیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف ہو تو پھر اللہ کے حکم کے خلاف ہونے کی وجہ سے والدین کی اطاعت ترک کر دی جائے گی اور اللہ کے حکم پر

(۱) [مسلم (۲۵۵۰) کتاب البر والصلة: باب تقديم بر الوالدین علی التطوع بالصلاة، بخاری (۲۴۸۲)]

کتاب المظالم: باب اذا هدم حائطاً فلیین مثله]

عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ [العنکبوت : ۸]

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے، ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک کو بنالے جس کا تجھے علم نہیں تو پھر ان کی اطاعت نہ کرو۔“  
اس کی مزید تائید درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

(۱) ارشادِ نبوی ہے کہ

﴿لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ﴾

”اللہ کی نافرمانی کے کام میں کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی اطاعت صرف نیکی کے کام میں ہے۔“ (۱)

(۲) ایک دوسری روایت میں ہے کہ

﴿لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ﴾

”خالق کی نافرمانی کے کام میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔“ (۲)

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور فاقے شروع کر دیے اور سعد رضی اللہ عنہ سے کہا جب تک تو اپنا دین نہیں چھوڑتا میں اسی حالت میں رہوں گی۔ لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو اپنی والدہ کو جواب دیا وہ یقیناً قابل تحسین ہے۔ انہوں نے کہا:

﴿يَا أُمَاهُ لَوْ كَانَتْ لَكَ مِائَةُ نَفْسٍ فَخَرَجْتُ نَفْسًا نَفْسًا مَا تَرَكْتُ دِينِي هَذَا فَإِنْ شِئْتَ فَكُلِي وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَأْكُلِي﴾

”اے میری ماں! اگر تمہاری سو جانیں ہو تیں اور وہ (سب بھی میرے سامنے) ایک ایک کر کے نکل

(۱) [مسلم (۱۸۴۰) کتاب الامارۃ : باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية ،

بخاری (۴۳۴۰) کتاب المغازی : باب سرية عبد الله بن حذافة ، ابو داود (۲۰ : ۵) کتاب الجهاد :

باب في الطاعة ، نسائی (۴۲۱۶) وفي السنن الكبرى (۸۷۲۲/۵) ابن حبان (۴۵۶۷) طيالسی (۸۹)

بزار (۵۸۵) أبو عوانة (۴۵۱/۴)

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۷۵۲۰)]

جاتیں تو پھر بھی میں اپنا یہ دین (اسلام) نہ چھوڑتا۔ اگر تم چاہو تو کھاؤ اور اگر چاہو تو نہ کھاؤ۔“ (۱)

**والد اور والدہ کے مابین تنازع کی صورت میں کس کی اطاعت کی جائے؟**

اگر تو معاملہ خدمت سے متعلق ہو تو شریعت نے ماں کی خدمت کو باپ سے تین گنا بڑھا کر پیش کیا ہے جیسا کہ اس سلسلے میں گزشتہ اوراق میں حدیث گزر چکی ہے اس لیے ایسے معاملے میں والدہ کی اطاعت کو ترجیح دینی چاہیے۔ لیکن اگر معاملہ تدبیری نوعیت کا اور گھریلو نظم و نسق سے متعلق ہو تو پھر والد اطاعت کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ مرد کو (شعور و فہم اور قوت و طاقت وغیرہ میں عورت سے بڑھ کر ہونے کی وجہ سے) گھر میں حکمران بنایا گیا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ [النساء: ۳۴]

”مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔“

چونکہ گھر میں حاکم و منتظم باپ ہے اس لیے ایسے معاملات میں باپ کی اطاعت کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ اگر ایسے معاملات میں بھی والدہ کو (عورت ہونے کی حیثیت سے کمزور اور مردوں سے کم عقل ہونے کے باوجود) ترجیح دی جائے تو پھر بلاشبہ یہ چیز کسی نقصان کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی صراحت یوں منقول ہے:

﴿لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَوْ أَمَرَهُمْ امْرَأَةٌ﴾

”وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنے معاملات کا نگران عورت کو بنالیا۔“ (۲)

**نکاح کے مسئلے میں والدین کی اطاعت**

نکاح کے معاملے میں لڑکا خود مختار ہے وہ بلوغت و رشد کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنی شادی کسی بھی ایسی لڑکی سے کر سکتا ہے جس سے شادی کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ شریعت نے لڑکے کے لیے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ اپنے گھر والوں کی اجازت کے بغیر شادی نہ کرے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اسے اپنے والدین کو ہر ممکن طریقے سے راضی کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے کیونکہ والدین سے حسن سلوک نہایت اہمیت کا حامل ہے اور اس کی بڑی تاکید ہے۔ لیکن اگر وہ والدین کی اجازت کے بغیر کہیں بھی

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۳/۲۹۱)]

(۲) [بحاری (۴۴۲۵) کتاب المغازی: باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقصہ]

اپنی مرضی سے شادی کر لیتا ہے تو اس کی شادی بہر حال درست ہوگی۔

تاہم اس کے برعکس لڑکی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے والدین کی اجازت بالخصوص ولی کی رضامندی کے بغیر شادی نہ کرے کیونکہ اس کے لیے ایسا کرنا حرام ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر کیا ہوا نکاح اسلام کی نظر میں منعقد نہیں ہوتا بلکہ وہ زنا شمار ہوتا ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّ﴾

”ولی (کی اجازت) کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔“ (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحْتُ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَالْمَهْرُ لَهَا بِمَا أَصَابَ مِنْهَا فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيِّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهُ﴾

”جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ (پھر اس ممنوع نکاح کے بعد) اگر مرد اس عورت کے ساتھ ہم بستری کر لے تو اس پر مہر کی ادائیگی واجب ہے کہ جس کے بدلے اس نے عورت کی شرمگاہ کو چھوا۔ اگر اولیاء کا آپس میں اختلاف ہو جائے تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی حکمران ہے۔“ (۲)

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ شادی میں لڑکی کا کوئی اختیار ہی نہیں اور والدین جہاں چاہیں زبردستی لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں۔ بلکہ اسلام نے جہاں لڑکی کے نکاح کے لیے ولی کی اجازت و رضامندی کو شرط قرار دیا ہے وہاں لڑکی کے اولیاء والدین کو بھی اس بات کا پابند ٹھہرایا ہے کہ وہ شادی سے پہلے اس کی

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۸۳۶) کتاب النکاح: باب فی الولی، ابو داود (۲۰۸۵) ترمذی

(۱۱۰۱) کتاب النکاح: باب ما جاء لا نکاح الا بولی، دارمی (۱۳۷/۲) أحمد (۳۹۴/۴) ابن ماجہ

(۱۸۸۱) کتاب النکاح: باب لا نکاح الا بولی، ابن الحارود (۷۰۱) أبو یعلیٰ (۱۹۵/۱۳) ابن حبان

(۱۲۴۳-الموارد) دارقطنی (۲۱۸/۳) حاکم (۱۷۰/۲) بیہقی (۱۰۷/۷)

(۲) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۸۳۵) کتاب النکاح: باب فی الولی، ابو داود (۲۰۸۳) أحمد

(۴۷/۶) ترمذی (۱۱۰۲) کتاب النکاح: باب ما جاء لا نکاح الا بولی، ابن ماجہ (۱۸۷۹) کتاب

النکاح: باب لا نکاح الا بولی، ابن الحارود (۷۰۰) دارمی (۷/۳) دارقطنی (۲۲۱/۳) حاکم

(۱۶۸/۲) بیہقی (۱۰۵/۷) أبو یعلیٰ (۱۴۷/۸)



رضامندی حاصل کریں اور اگر بالغ و عاقل لڑکی شادی سے انکار کر دے تو پھر والدین کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ جبراً اس کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح کریں۔ ارشاد نبوی ہے کہ

﴿لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تُسْكُتَ﴾

”شوہر دیدہ کا نکاح اس سے امر طلب کرنے سے پہلے نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس سے اجازت لیے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کنواری عورت اجازت کیسے دے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح کہ وہ خاموش رہے۔“ (۱)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا﴾

”کنواری سے اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہی ہے۔“ (۲)

ان صریح احکامات کے باوجود اگر ولی اپنی جوان لڑکی کا نکاح کہیں زبردستی کر دیتا ہے تو شریعت کی رو سے اس لڑکی کو وہ نکاح منسوخ کرانے کا حق حاصل ہے۔

(۱) حضرت خنساء بنت خدام انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَفَرَّدَ نِكَاحَهُ﴾

”وہ بیوہ تھیں اور ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا جبکہ وہ اسے ناپسند کرتی تھیں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں (اور اس بات کا ذکر کیا)۔ تو آپ ﷺ نے اس (کے والد کا کیا ہوا)

(۱) [بخاری (۵۱۳۶) کتاب النکاح : باب لا ینکح الأب وغیرہ البکر والثیب إلا برضاها، مسلم (۱۴۱۹)

کتاب النکاح : باب استئذان الثیب فی النکاح والبکر بالنطق والبکر بالسکوت، ابو داود (۲۰۹۴) کتاب

النکاح : باب فی الاستمرار، ترمذی (۱۱۰۹) کتاب النکاح : باب ما جاء فی اکراه البیمة علی

التزویج، نسائی (۸۷۱۶) ابن ماجہ (۱۸۷۱) کتاب النکاح : باب استمرار البکر والثیب، بیہقی

[۱۲۰/۷]

(۲) [مسلم (۱۴۲۱) کتاب النکاح : باب استئذان الثیب فی النکاح، مؤطا (۵۲۴/۲) أحمد (۲۴۱/۱)

دارمی (۱۳۸/۲) ابو داود (۲۰۹۸) کتاب النکاح : باب فی الثیب، ترمذی (۱۱۰۸) کتاب النکاح :

باب ما جاء فی استمرار البکر والثیب، نسائی (۸۴/۶) ابن ماجہ (۱۸۷۰) کتاب النکاح : باب

استمرار البکر والثیب، شرح السنة (۲۵/۵) عبد الرزاق (۱۲۴/۶)]

نکاح رد کر دیا۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ جَارِيَةَ بَكْرًا أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ﴾  
 ”ایک کنواری لڑکی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور ذکر کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے حالانکہ وہ (اس شخص کو) ناپسند کرتی ہے، تو آپ ﷺ نے اسے اختیار دے دیا (کہ وہ نکاح ختم کرنا چاہے تو کر سکتی ہے)۔“ (۲)

واضح رہے کہ یہ احادیث اس وقت کے متعلق ہیں کہ جب نکاح کے بعد ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو۔ ورنہ نکاح کے بعد علیحدگی صرف طلاق کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے۔

نیز یہ بھی یاد رہے کہ اگر لڑکی اپنے والدین کے سامنے کسی لڑکے سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کرتی ہے اور وہ لڑکا دین و اخلاق کے اعتبار سے بھی کامل ہے اور اس سے شادی کا خواہشمند بھی ہے اور پھر شرعی طریقے کے مطابق لڑکی کے اولیاء سے رشتہ مانگتا ہے تو لڑکی کے والدین کو بھی چاہیے کہ اس کے ساتھ اپنی لڑکی کا رشتہ کر دیں، اسی میں خیر و بھلائی ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ

﴿إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مِنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَرُجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِضٌ﴾

”جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے (اپنی لڑکی کا) نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا۔“ (۳)

□ شادی بیاہ سے متعلق تفصیلی مسائل و احکام جاننے کے لیے راقم الحروف کی دیگر مرتب کردہ تین کتب

(۱) [بخاری (۵۱۳۸) کتاب النکاح : باب اذا زوج ابنته وهي كارهة فنكاحه مردود] ابو داود (۲۱۰۱) کتاب النکاح : باب فی الثیب ‘ ابن ماجہ (۱۸۷۳) کتاب النکاح : باب من زوج ابنته وهي كارهة ‘ نسائی (۸۶/۶) احمد (۳۲۸/۶)

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۴۵) کتاب النکاح : باب فی البکر یزوجها أبوها ولا یستامرھا ‘ ابو داود (۲۰۹۶) ابن ماجہ (۱۸۷۵) کتاب النکاح : باب من زوج ابنته وهي كارهة ‘ نسائی فی السنن الکبری (۲۸۴/۳) أحمد (۲۷۳/۱) دارقطنی (۲۳۴/۳)]

(۳) [حسن : إرواء الغلل (۱۸۶۸) ترمذی (۱۰۸۴) کتاب النکاح : باب ما جاء اذا جاء کم من ترضون دینہ فزوجوه ‘ ابن ماجہ (۱۹۶۷) کتاب النکاح : باب الأكفاء]

① ”نکاح کی کتاب“ ② ”طلاق کی کتاب“ ③ ”فتاویٰ نکاح و طلاق“ ملاحظہ فرمائیے۔

کیا والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دے دینی چاہیے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ أُحِبُّهَا وَكَانَ أَبِي يَكْرَهُهَا فَلَمَرَنِي أَبِي أَنْ أَطْلَقَهَا فَأَبَيْتُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بِنُ عُمَرَ طَلَّقْ أَمْرَأَتَكَ﴾

”میری ایک بیوی تھی میں اس سے (بے حد) محبت کرتا تھا (لیکن) میرے والد اسے ناپسند کرتے تھے لہذا میرے والد نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے طلاق دے دوں۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عبد اللہ بن عمر! اپنی عورت کو طلاق دے دو۔“ (۱)

(عبدالرحمن مبارکپوری) اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ اگر والد حکم دے تو آدمی پر اپنی بیوی کو طلاق دینا واجب ہے خواہ وہ اس سے (کتنی ہی) محبت کرتا ہو..... ماں کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس کا درجہ والد سے بھی زیادہ ہے۔ (۲)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(راجع) والدین دو صورتوں میں ہی طلاق کا حکم دیں گے۔

① یا تو والد کوئی شرعی سبب بیان کرے گا کہ تمہاری بیوی اخلاقی حوالے سے درست نہیں، غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہے یا غلط قسم کی سوسائٹی میں اٹھتی بیٹھتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں بیٹے پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

② یا بغیر کسی شرعی سبب کے محض بیٹے کی اپنی بیوی سے بے پناہ محبت دیکھ کر طلاق کا حکم دے گا کہ یہ بیوی سے اتنی محبت کیوں کرتا ہے ہم سے اتنی محبت کیوں نہیں کرتا وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں طلاق دینا ضروری نہیں۔ بالخصوص جب اس کی بیوی دینی و اخلاقی اعتبار سے بھی درست ہو۔

(۱) [حسن: صحیح ترمذی (۹۵۰) کتاب الطلاق واللعان: باب ما جاء في الرجل يسفاه أبوه أن يطلق زوجته، ترمذی (۱۱۸۹) ابن ماجہ (۲۰۸۸) ابو داود (۵۱۳۸) أحمد (۲۰۱۲) ابن حبان (۴۲۶) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [تحفة الأحوذی (۴۱۲/۴)]

(۳) [نبیل الأوطار (۳۱۳/۴)]

(شیخ ابن عثیمینؒ) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۱)

(احمدؒ) ایک آدمی نے ان سے آکر کہا کہ میرے والد نے مجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ امام احمدؒ نے کہا کہ تم اسے طلاق مت دو۔ اس آدمی نے کہا کیا نبی کریم ﷺ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے جب عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کا حکم دیا تھا؟ تو امام احمدؒ نے کہا: (( هَلْ أَبُوكَ مِثْلُ عُمَرَ؟ )) ”کیا تمہارا باپ عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہے؟“ (۲)

لہذا اس حدیث کے متعلق یہی کہنا مناسب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی خاص مصلحت و حکمت کے تحت اپنے بیٹے کو طلاق کا حکم دیا ہوگا۔ علاوہ ازیں مسند احمد کی ایک روایت سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ”عبداللہ نے ایسی عورت سے نکاح کر رکھا ہے ﴿قَدْ كَرِهَتْهَا﴾“ جسے میں اس کے لیے ناپسند کرتا ہوں۔“ (۳)

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے احمد عبدالرحمن البناؒ فرماتے ہیں کہ ”ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو اس لیے ناپسند کیا کیونکہ ان کے خیال میں وہ ان کے بیٹے کے لیے موزوں نہیں تھی اور اس معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضرور کسی مصلحت کو ملحوظ رکھا ہوگا بالخصوص اس لیے کہ آپ الہام الہی کے بھی حامل تھے۔“ (۴)

نیز ابراہیم میللہؒ نے جو اسماعیل میللہؒ کو اپنے دروازے کی چوکھٹ بدلنے (یعنی اپنی بیوی کو طلاق دینے) کا حکم دیا تھا اس کا بھی ایک خاص سبب تھا۔ وہ یہ کہ وہ عورت شکر گزار نہ تھی۔ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) اگر آپ کی بیوی کے احوال درست ہیں، آپ اس سے محبت کرتے ہیں، وہ آپ کی والدہ کی نافرمانی بھی نہیں کرتی، آپ کی والدہ محض ذاتی ناپسندیدگی کی بنا پر آپ کو اسے طلاق دینے پر مجبور کرتی ہے تو آپ پر اس معاملے میں اپنی والدہ کی اطاعت ضروری نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ ”اطاعت صرف معروف میں ہے۔“ آپ پر لازم ہے کہ اپنی والدہ کے ساتھ حسن

(۱) [فتاویٰ المرأة المسلمة (۷۵۶/۲)]

(۲) [أيضاً]

(۳) [أحمد (۴۲/۲)]

(۴) [الفتح الرباني (۴/۱۷)]

(۵) [بخاری (۳۳۶۴) کتاب أحادیث الأنبياء: باب]

سلوک سے پیش آئیں، اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں اور حسب استطاعت اسے راضی کرنے کی کوشش کریں مگر اپنی بیوی کو طلاق نہ دیں۔ (۱)

### جہاد کے لیے والدین کی اجازت کا حکم

جہاد کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے، ہاں جب جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اس صورت میں خود والدین پر بھی جہاد فرض ہے۔ جہاد تین صورتوں میں فرض عین ہوتا ہے:

① جب حربی دشمن سے جنگ کے لیے انسان میدان میں اتر آئے۔

② جب کفار ملک پر حملہ آور ہو جائیں۔

③ جب حاکم وقت سب کو جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دے۔ (۲)

جہاد کے لیے والدین کی اجازت کے ضروری ہونے سے متعلقہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ”میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، وقت پر نماز ادا کرنا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ انہوں نے پھر دریافت کیا، پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جہاد فی سبیل اللہ۔“ (۳)

(شوکانیؒ) فرماتے ہیں کہ ثابت ہوا کہ والدین کے حقوق جہاد پر مقدم ہیں۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب جہاد

(۱) [ملخصاً، فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۳۰/۲۰)]

(۲) [اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدامة (۳۴۶/۸) بدائع الصنائع (ص ۹۸) تبیین الحقائق (۲۴۱/۳) فتح القدیر (۲۷۸/۴) الدر المختار (۲۳۹/۳) آثار الحرب (ص ۸۷)]

(۳) [بخاری (۵۲۷) کتاب مواقیات الصلاة: باب فضل الصلاة لوقتها، مسلم (۸۵) کتاب الایمان: باب بیان کون الایمان بالله تعالیٰ افضل الاعمال، ترمذی (۱۷۳) کتاب الصلاة: باب ما جاء فی الوقت الاول من الفضل، نسائی (۶۰۹) دارمی (۱۲۲۵) أبو یعلیٰ (۵۲۸۶) أبو عوانة (۶۳/۱) طبرانی کبیر (۹۸۰۶) دارقطنی (۲۴۶/۱) ابن حبان (۱۴۷۶)]

فرض عین نہ ہو۔ (۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَاذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ أَحْيٍ وَإِلَافَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ ففِيهِمَا فِجَاهِدُ﴾

”ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ وہ بولا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا، تو تم ان دونوں (کی خدمت) میں جدوجہد کرو۔“ (۲)

(۳) ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے آکر کہا:

﴿يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي جُنْتُ أُرِيدُ الْجِهَادَ مَعَكَ أَبْتَغِي وَجْهَ اللَّهِ وَالْدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَقَدْ أَتَيْتُ وَإِنِّي لَلنَّيِّبُ كَيَّانٍ قَالَ فَارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَأَضْحِكُهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا﴾  
”اے اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ آپ کے ساتھ مل کر جہاد کروں اور اللہ کی خوشنودی اور آخرت کا گھر حاصل کر لوں، لیکن جب میں آیا تو میرے والدین رو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تو ان کے پاس واپس جا اور انہیں اسی طرح خوش کر جیسے تو نے انہیں رلا یا ہے۔“ (۳)

(۴) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ هَلْ لَكَ أَحَدٌ بِالْيَمَنِ قَالَ أَبَوَايَ قَالَ أَذْنًا لَكَ قَالَ لَا قَالَ ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَاذَنْهُمَا فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَإِلَّا فَبِرْهُمَا﴾  
”ایک آدمی یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا یمن میں تمہارا کوئی رشتہ دار ہے؟ اس نے کہا میرے والدین ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، انہوں نے تمہیں اجازت دی

(۱) [نبیل الأوطار (۶۸۶/۴)]

(۲) [بخاری (۳۰۰۴) کتاب الجہاد والسير : باب الجہاد بإذن الأبوين' مسلم (۲۵۴۹) ترمذی (۱۶۷۱)]

نسائی (۱۰/۶) حمیدی (۹۸۵) ابن حبان (۳۲۰، ۳۱۸) بیہقی (۲۵/۹)

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۲۴۲) ابو داود (۲۵۲۸) کتاب الجہاد : باب فی الرجل یغزو وأبواه کارهان' احمد (۱۶۰/۲) نسائی (۱۴۳/۷) ابن ماجہ (۲۷۸۲) الأدب المفرد للبخاری (۱۹) ابن حبان (۴۱۹) حاکم (۱۵۲/۴) عبدالرزاق (۹۲۸۵) حمیدی (۵۸۴) مسلم (۲۵۴۹) شرح السنة

[۳۷۸/۱۰]

ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، ان کے پاس واپس جاؤ، ان سے اجازت مانگو، پھر اگر وہ دونوں تمہیں اجازت دے دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرو۔“ (۱)

(۵) حضرت معاویہ بن جہامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”بلاشبہ جہامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے جہاد میں جانے کا ارادہ کیا ہے اور میں آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تیری ماں موجود ہے۔ اس نے عرض کیا، ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس کی خدمت کو لازم پکڑ کیونکہ اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔“ (۲)

(جہور) جہاد کے لیے والدین کی اجازت لینا واجب ہے اور ان دونوں یا ان میں سے ایک کی اجازت کے بغیر حرام ہے کیونکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے پھر کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔ (۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، امام مالک، امام اوزاعی اور امام شافعی کا یہی موقف ہے۔ (۴)  
(اوزاعی) فرائض چھوڑنے میں والدین کی اطاعت نہیں کی جائے گی کیونکہ جب عبادت متعین (فرض عین) ہو جائے تو والدین کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا جیسا کہ نماز (کی ادائیگی میں والدین سے اجازت نہیں مانگی جائے گی)۔ (۵)

(بغوی) جب جہاد فرض عین نہ ہو اور والدین مسلمان ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر نہ نکلے لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر کسی اجازت کی ضروری نہیں اور جب والدین کافر ہوں تو فرض عین یا فرض کفایہ دونوں صورتوں میں جہاد کے لیے بغیر اجازت جانا درست ہے۔ (۶)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۲۰۷) احمد (۷۵۱۳) ابو داود (۲۵۳۰) کتاب الجہاد: باب فی الرجل

یغزو وأبواه کارهان، حاکم (۱۰۳/۲) ابن حبان (۴۲۲) بیہقی (۲۶۱/۹)]

(۲) [حسن صحیح: صحیح نسائی، نسائی (۳۱۰۴) کتاب الجہاد: باب الرخصة فی التخلف لمن له

والدة، حقوق النساء فی الاسلام (ص ۱۹۵)]

(۳) [نبیل الأوطار (۶۸۷/۴) المغنی (۲۶۱/۳)]

(۴) [ایضاً]

(۵) [المغنی (۲۷۱/۳)]

(۶) [شرح السنة (۵۲۵/۵)]

(ابن رشد) عام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جہاد کے لیے والدین کی اجازت شرط ہے، ہاں اگر جہاد فرض عین ہو جائے (تو پھر اجازت ضروری نہیں)۔ (۱)

(شیخ ابو بکر جابر الجزیری) ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہے تو (جہاد کے لیے) ان کی رضا حاصل کرنی چاہیے۔ (۲)

□ بعض علماء کا یہ موقف ہے کہ والدین سے اجازت لینا یا نہ لینا مسلمانوں کے امیر پر منحصر ہے اگر وہ کہے تو اجازت لی جائے جیسا کہ احادیث میں موجود ہے اور اگر وہ نہ کہے تو اجازت نہ لی جائے جیسا کہ اکثر و بیشتر صحابہ کرام کے متعلق غزوات میں شرکت منقول ہے مثلاً غزوہ بدر، احد، احزاب وغیرہ لیکن کسی کو آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ واپس جاؤ اور اجازت لے کر آؤ۔ (واللہ اعلم)

### والدین کی اجازت کے بغیر حج کا حکم

(نووی) والدین کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نفلی حج سے روکیں اور ایسا کرنے سے وہ گناہگار نہیں ہوں گے، لیکن والدین کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اولاد کو فرضی حج سے منع کریں اور اگر وہ فرضی حج سے منع کریں گے تو گناہگار ہوں گے۔ اس لیے جب بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر حج ادا کرے تو اس کا یہ حج مطلقاً صحیح ہوگا (اگرچہ وہ نفلی حج میں گناہگار ہوگا)۔ (۳)

### پہلے ماں کی طرف سے حج کیا جائے یا باپ کی طرف سے؟

(شیخ ابن عثیمین) پہلے اپنی والدہ کی جانب سے حج کرو کیونکہ ماں نیکی و حسن سلوک کی باپ سے زیادہ حق دار ہے، یہ تو فرضی حج میں ہے، لیکن اگر ماں کی طرف سے نفلی حج ہو اور باپ کا فرضی تو پھر والد کا حج پہلے کیا جائے گا کیونکہ یہ فرضی ہے (اور فرض کو نفل پر ترجیح حاصل ہے)۔ (۴)

### اگر والد اپنی بیٹی کو مخلوط جگہ میں کام کرنے پر مجبور کرے؟

(سعودی مجلس افتاء) سکولوں وغیرہ میں مرد اور عورتوں کے مابین اختلاط عظیم قسم کی برائیوں اور دین و دنیا

(۱) [بداية المجتهد (۷۵۸/۱)]

(۲) [منهاج المسلم، مترجم (ص ۵۰۸)]

(۳) [فتاویٰ الامام النووی (ص ۹۴۱)]

(۴) [مجموع الفتاویٰ ابن عثیمین (۱۳۴/۲۱)]



کی بڑی خرابیوں میں شامل ہوتا ہے، لہذا عورت کے لیے مردوزن میں اختلاط والی جگہ میں پڑھنا، یا کام کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کے ولی اور ذمہ دار کے لیے اسے اس کی اجازت دینا (یا اس پر مجبور کرنا) جائز ہے۔ (۱)

اور اگر عورت کو اس کا شوہر یا باپ ایسی جگہ پر ملازمت کرنے پر مجبور کرتا ہے تو وہ اس کی اطاعت نہ کرنے پر گناہگار نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”خالق کی نافرمانی والے کام میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔“

والدین کمانے کے قابل نہ ہوں تو ان کے اخراجات کا بندوبست اولاد کے ذمہ ہے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ [الإسراء: ۲۳]

”تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ خاص اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔“ یقیناً بوقت ضرورت انہیں خرچہ مہیا کرنا بھی احسان میں سے ہی ہے۔

(۲) ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ [لقمان: ۱۰]

”دنیا میں معروف طریقے سے ان کا ساتھ دو۔“

بلاشبہ دنیاوی ضروریات خرچے کے بغیر پوری ہو ہی نہیں سکتیں۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَوَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ فَكُلُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾

”بلاشبہ سب سے پاکیزہ چیز وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور اس کی اولاد اس کی کمائی سے ہی ہے

لہذا تم ان کے اموال کھاؤ۔“ (۲)

(۴) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۱۵۶/۱۲)]

(۲) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۶۲۶) صحیح ابو داود (۳۰۱۳، ۳۰۱۴) کتاب البیوع: باب الرجل یا کل

من مال ولده، ابو داود (۳۵۲۸، ۳۵۲۹)، نسائی (۴۴۴۹) کتاب البیوع: باب الحث علی الکسب،

ابن ماجہ (۲۲۹۰) کتاب التّحارّات: باب ما للرجل من مال ولده، ترمذی (۱۳۵۸) کتاب الأحکام:

باب ما جاء أن الوالد يأخذ من مال ولده]

﴿أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبْنِكَ﴾ ”تم اور تمہارا مال (دونوں) تمہارے والد کے لیے ہے۔“ (۱)

اہل علم کا کہنا ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ والد اپنی اولاد کے مال سے جب چاہے اور جو چاہے لے سکتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب والد کو کسی چیز کی ضرورت ہو اور وہ چیز بچے کے پاس زائد ہو یا اس کا اس کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہو تو والد اس سے وہ چیز لے کر اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ

﴿إِنْ أَوْلَادُكُمْ هَبْنَهُ اللَّهُ لَكُمْ ..... فَهُمْ وَأَمْوَالُكُمْ لَكُمْ إِذَا احْتَجْتُمْ إِلَيْهِ﴾

”بلاشبہ تمہاری اولاد تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے..... پس وہ اور ان کے اموال تمہارے لیے ہیں

جبکہ تم اس کے محتاج ہو۔“ (۲)

(البانی) اس حدیث سے وضاحت ہوتی ہے کہ والد اپنے بیٹے کے مال سے جو کچھ بھی چاہے نہیں لے سکتا،

بلکہ وہ صرف وہی چیز لے سکتا ہے جس کا (فی الحقیقت) محتاج ہو۔ (۳)

(ابن منذر) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ ایسے تنگ دست والدین جن کا نہ تو کوئی ذریعہ معاش ہو اور نہ ہی

کوئی مال ہو تو ان کا خرچہ اولاد کے مال میں سے واجب ہے اور اسی طرح..... انسان پر اپنے ان (چھوٹے)

بچوں کا خرچہ بھی واجب ہے جن کے پاس ابھی کوئی مال نہیں۔ (۴)

(ابن قدامہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

وجوب نفقہ کی شرائط:

واضح رہے کہ نفقہ کے وجوب کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے:

- ① اولاد یا والدین فقراء و تنگ دست ہوں ان کے پاس کوئی مال نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا ذریعہ معاش ہو جس کے ذریعے وہ دوسروں کے (اپنے اوپر) خرچہ کرنے سے مستغنی ہو سکتے ہوں۔

(۱) [صحیح: إرواء الغلیل (۸۳۸) صحیح ابو داود (۳۰۱۵) کتاب البیوع: باب فی الرجل یا کل من مال

ولده، أحمد (۲۱۴/۲) ابو داود (۳۵۳۰)]

(۲) [صحیح: السلسلۃ الصحیحہ (۲۵۶۴)]

(۳) [نظم الفرائد (۳۱/۲)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۳۷۳/۱۱)]

(۵) [ایضاً]

⑤ جس پر خرچہ واجب ہو رہا ہے اس کے پاس اپنے نفس کے خرچہ سے زائد مال موجود ہو۔ (۱)  
جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے ثابت ہوتا ہے:

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فَقِيرًا فَلْيُعِدْ بِنَفْسِهِ فَإِنْ كَانَ فَضْلًا فَعَلَى عِيَالِهِ فَإِنْ كَانَ فَضْلًا  
فَعَلَى قَرَابَتِهِ﴾

”تم میں سے جب کوئی فقیر ہو تو (خرچ میں) اپنے نفس سے ابتدا کرے، اگر زائد مال موجود ہو تو اپنے  
اہل و عیال پر (خرچ کرے) اور اگر اور بھی زائد مال ہو تو اپنے اقرباء پر (خرچ کرے)۔“ (۲)  
(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ عِنْدِي دِينَارٌ فَقَالَ تَصْنَقُ بِهِ عَلَى  
نَفْسِكَ قَالَ آخِرُ قَالَ تَصْنَقُ بِهِ عَلَى وَلَدِكَ﴾

”نبی کریم ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے  
پاس ایک دینار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنے آپ پر خرچ کر۔ اس نے عرض کیا میرے پاس ایک اور  
ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنی اولاد پر خرچ کر۔“ (۳)

والدین کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ أَلْقُمَاتٍ وَمَنْعًا وَهَاتَ وَوَادَّ الْبَنَاتِ وَكَوَرَهُ لَكُمْ قِيلَ  
وَقَالَ وَكَثَرَتِ السُّؤَالُ وَإِضَاعَةُ الْمَالِ﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی (چیز ہوتے ہوئے بھی) نہ دینا اور (حق نہ رکھتے ہوئے  
بھی) مانگنا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کیا ہے اور تمہارے لیے فضول بولنا بہت زیادہ سوال کرنا اور مال

(۱) [المغنی لابن قدامة (۳۷۴/۱۱)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۳۹۵۷) کتاب العتق: باب فی بیع المدبر، ارواء الغلیل

(۲۱۶۵) صحیح الجامع الصغیر (۷۴۷) صحیح ابن خزيمة (۲۴۴۵)]

(۳) [حسن: صحیح ابو داود (۱۴۸۳) کتاب الزکاة: باب فی صلة الرحم، ابو داود (۱۶۹۱)]

کو ضائع کرنا ناپسند کیا ہے۔“ (۱)

## والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے

(۱) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِكَبِيرِ الْكِبَائِرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ

الْوَالِدَيْنِ﴾

”کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے متعلق نہ بتاؤں۔ (ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) ہم نے کہا

ضرور اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔“ (۲)

(۲) ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْكِبَائِرُ الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَحِينُ الْغُمُوسُ﴾

”کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی

قسم کھانا۔“ (۳)

## والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہوگا

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْعَقُّ لَوَالِدَيْهِ وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ

وَالذَّيُوثُ وَثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ الْعَقُّ لَوَالِدَيْهِ وَالْمُتَمَنَّعُ عَلَى الْخَمْرِ وَالْمَنَانُ بِمَا أُعْطِيَ﴾

”تین آدمیوں کی طرف روز قیامت اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائیں گے: ① والدین کا نافرمان

② مردوں کی مشابہت کرنے والی عورت ③ اور دیوث (جو اپنے گھر میں بے حیائی کو برقرار رکھے)۔ اور

تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے: ① والدین کا نافرمان ② ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا

(۱) [بخاری (۵۹۷۵) کتاب الأدب: باب عقوق الوالدین من الکبائر، مسلم (۵۹۳) کتاب الأقضية:

باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة، الأدب المفرد للبخاری (۴۶۰) دارمی (۲۷۵۱) طبرانی

کبیر (۸۹۷/۲۰) شرح السنة للبقوی (۳۴۲۶) مسند احمد (۱۸۱۷۱)]

(۲) [بخاری (۵۹۷۶) کتاب الأدب: باب عقوق الوالدین من الکبائر، مسلم (۸۷) کتاب الايمان: باب

بیان الکبائر و اکبرها]

(۳) [بخاری (۶۶۷۵) کتاب الايمان والنذور: باب اليمين الغموس]

③ اور کچھ دے کر احسان جتلائے والا۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْأَلْقُ وَالِدِّيُّوْتُ الَّذِي يُقْرِ فِي أَهْلِهِ الْخَبَثَ﴾

”تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے: ① ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا ② والدین کا نافرمان ③ اور دیوث جو اپنے اہل و عیال میں خباثت (یعنی بے حیائی و فحاشی) کو برقرار رکھتا ہے۔“ (۲)

(3) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: ﴿مَنْ أَدْرَكَ أَبُوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَبْرَّهُمَا فَذَحَلَ النَّارَ فَاْبَعْدَهُ اللَّهُ، قُلْ آمِينَ، فَقُلْتُ آمِينَ﴾ ”جس نے اپنے والدین دونوں یا ان میں سے ایک کو پایا مگر ان کے ساتھ نیک سلوک نہ کیا وہ دوزخ میں داخل ہو اور اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے“ آپ آمین کہیے۔ تو میں نے آمین کہہ دیا۔“ (۳)

والدین کے نافرمان کی نہ نفلی عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ فرضی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُمْ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا: عَاقٍ وَمُكَذِّبٍ بِالْقَدْرِ﴾

”تین آدمی ایسے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نہ تو نفلی عبادت قبول فرماتے ہیں اور نہ ہی فرضی: ① والدین

کا نافرمان ② احسان جتلائے والا ③ اور تقدیر کو جھٹلانے والا۔“ (۴)

(۱) [حسن صحیح : صحیح نسائی، نسائی (۲۵۶۲) کتاب الزکاة : باب المنان بما أعطی، صحیح

الجامع الصغير (۳۰۷۱) صحیح الترغیب (۲۰۷۰) کتاب البر والصلۃ : باب الترهیب من عقوق

الوالدین، السلسلۃ الصحیحۃ (۶۷۴) غایۃ المرام (۲۷۸)]

(۲) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۵۱۲) کتاب البر والصلۃ : باب الترهیب من عقوق الوالدین، مسند

احمد (۶۹۱۲) نسائی (۸۰۱۵) بزار فی کشف الاستار (۱۸۷۵) مستدرک حاکم (۷۲۱) امام حاکم

نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [حسن صحیح : صحیح الترغیب (۲۴۹۲) کتاب البر والصلۃ : باب الترغیب فی بر الوالدین وصلتہما

صحیح ابن حبان (۲۳۷۸)]

(۴) [حسن : صحیح الترغیب (۲۵۱۳) کتاب البر والصلۃ : باب الترهیب من عقوق الوالدین، ابن ابی

عاصم فی کتاب السنۃ (۳۲۳)]

والدین کو لعنت ملامت کرنے والا خود لعنتی ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ﴾

”اللہ اس پر لعنت کرے جس نے اپنے والدین پر لعنت کی۔“ (۱)

والدین کا نافرمان ذلیل و رسوا ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿رَغِمَ أَنْفُهُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْ مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ

عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ﴾

”حاک آلود ہو اس کی ناک، پھر خاک آلود ہو اس کی ناک، پھر خاک آلود ہو اس کی ناک۔ کہا گیا کہ اے

اللہ کے رسول! کس کی ناک؟ فرمایا: جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بوڑھا پائے، پھر (ان کی

خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہو۔“ (۲)

غیر مسلم والدین سے بھی حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿قَدِمْتُ عَلَى أُمِّي وَ هِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ

: إِنْ أُمِّي قَدِمَتْ وَ هِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ: نَعَمْ، صِلِي أُمَّكِ﴾

”عہد رسالت میں میری والدہ (قبیلہ بنت عبد العزی) جو مشرک تھیں، میرے ہاں آئیں۔ میں نے آپ

ﷺ سے دریافت کیا، میری والدہ آئی ہیں اور وہ میرے ساتھ ملاقات کی بہت خواہش مند ہیں، تو کیا میں اپنی

والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر۔“ (۳)

(۱) [مسلم (۱۹۷۸) کتاب الأضاحی: باب تحريم الذبح لغير الله تعالى ولعن فاعله، صحيح الجامع

الصغير (۵۱۱۲) الأدب المفرد (۱۷) (۲۰۱۱)]

(۲) [مسلم (۲۵۵۱) کتاب البر والصلة والآداب: باب رَغِمَ أَنْفٌ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا عِنْدَ الْكِبَرِ فَلَمْ

يَدْخُلِ الْجَنَّةَ، مسند احمد (۸۵۶۵)]

(۳) [بخاری (۲۶۲۰) کتاب الهبة: باب الهدية للمشرکین، مسلم (۱۰۰۳) کتاب الزکاة: باب فضل

النفقة والصدقة على الأقربین والزوجة والأولاد والوالدین ولو كانوا مشرکین، ابو داود (۱۶۶۸) کتاب

الزکاة: باب الصدقة على أهل الذمة، ابن حبان (۴۵۲) طیالسی (۱۶۴۳) احمد (۲۶۹۸۱)]

## والدین کا حق کیسے ادا ہو؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَجْزِي وَلَدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ﴾

”بیٹا (اپنے) باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا، الا کہ وہ باپ کو غلام پائے اور اسے خرید کر آزاد کر دے۔“ (۱)

چونکہ اب غلامی والا معاملہ موجود نہیں اس لیے اب والدین کا حق ادا کرنے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کسی شخص کا والد بے گناہ ہونے کے باوجود قید میں ہو تو وہ اس کی رہائی کی رقم ادا کر کے اسے آزاد کرادے۔ (واللہ اعلم)

## ناراضگی کی حالت میں والدہ کی وفات

(شیخ ابن جریرؒ) کسی نے دریافت کیا کہ تقریباً چھ سال پہلے رمضان المبارک میں میری والدہ کا انتقال ہوا۔ میں بچپن میں اکثر اوقات اس سے جھگڑتی اور بحث و مباحثہ کرتی رہتی تھی۔ لہذا جب وہ فوت ہوئی تو مجھ سے ناراض تھی۔ عمر میں اضافے کے ساتھ عقل و شعور میں بھی اضافہ ہوا تو اب میں اپنے اس رویے پر نادم ہوں اور سوائے ندامت و استغفار اور والدہ کے لیے اللہ کے حضور رحمت و غفران کی دعا کے اور کچھ نہیں سکتی۔ کیا یہ سب کچھ اس امر کے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے اور روزِ قیامت مجھ پر رحم فرمائے۔

تو شیخ نے جواب دیا کہ

شاید آپ والدہ کی زندگی میں کم عمری کے ساتھ ساتھ عدم واقفیت اور جہالت کا بھی شکار رہی ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو آپ معذور ہیں۔ عقل و شعور آجانے کے بعد جب آپ اپنے گزشتہ طرزِ عمل پر نادم اور معافی کی خواستگار ہیں تو انشاء اللہ آپ کا یہ رویہ گزشتہ کو تائبی کا ازالہ کر دے گا اس لیے کہ توبہ گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ آپ کا والدہ کے لیے دعا و استغفار کرنا اور اس کی طرف سے صدقات و خیرات کرنا یہ ایسے اعمال ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے آپ کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ (۲)

(۱) [مسلم (۱۵۱۰) کتاب العتق: باب فضل عتق الوالد، ابو داود (۵۱۳۷) کتاب الأدب: باب فی بر

الوالدین، ترمذی (۱۹۰۶) کتاب البر والصلة: باب ما جاء فی حق الوالدین، ابن ماجہ (۳۶۵۹)

کتاب الأدب: باب بر الوالدین]

(۲۰) [فتاویٰ برائے خواتین، مطبوعہ دارالسلام (ص ۲۹۸۱)]

کیا شوہر بیوی کو اس کے والدین کے ساتھ صلہ رحمی سے روک سکتا ہے؟

(شیخ صالح بن فوزان) صلہ رحمی (رشتہ داری ملانا) واجب ہے اور شوہر کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو اس سے روکے کیونکہ قطع رحمی (رشتہ داری توڑنا) کبیرہ گناہ ہے اور بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس معاملے میں شوہر کی اطاعت کرے اس لیے کہ خالق کی نافرمانی والے کام میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ لہذا وہ اپنے خاص مال کے ساتھ اپنے والدین سے صلہ رحمی کرے انہیں کچھ پیسے بھیجتی رہے اور ان سے ملاقات کے لیے بھی جاتی رہے۔ البتہ اگر ان سے ملاقات شوہر کے حق میں نقصان دہ ہو مثلاً یہ خدشہ ہو کہ عورت کا کوئی قریبی اسے شوہر کے خلاف بھڑکائے گا تو پھر شوہر کو حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کو اس کے والدین سے ملنے سے روکے تاہم وہ بغیر ملاقات کے بھی ان کے ساتھ کسی ایسے ذریعے سے صلہ رحمی کی بدستور کوشش کرتی رہے جس میں کسی کا کوئی نقصان نہ ہو۔ (واللہ اعلم) (۱)

والدین کے بعد ان کے دوستوں سے صلہ رحمی کرنا بھی بہت بڑی نیکی ہے

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّهُ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ إِذَا مَلَ رُكُوبَ الرَّاحِلَةِ وَعِمَامَةً يَشُدُّ بِهَا رَأْسَهُ فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلَى ذَلِكَ الْحِمَارِ إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ أَلَسْتَ ابْنُ فُلَانٍ بِنِ فُلَانٍ قَالَ بَلَى فَأَعْطَاهُ الْحِمَارَ وَقَالَ ارْكَبْ هَذَا وَالْعِمَامَةَ فَلَا أَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ أَعْطَيْتَ هَذَا الْأَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنْ مِنْ أَبْرُ الْبِرِّ صَلَةَ الرَّجُلِ أَهْلًا وَدُ آبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُؤْتِيَ وَإِنْ أَبَاهُ كَانَ صَدِيقًا لِعَمَرَ﴾

”جب وہ مکہ کو جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا تفریح کے لیے رکھتے اور جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو اس پر سوار ہو جاتے اور ایک عمامہ (پگڑی) رکھتے جو سر پر باندھتے تھے۔ ایک دن وہ گدھے پر جا رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو فلاں بن فلاں نہیں ہے؟ وہ بولا کہ ہاں۔ تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو گدھا دے دیا اور کہا کہ اس پر چڑھ جا اور عمامہ بھی دے دیا اور کہا کہ اسے اپنے سر پر باندھ لے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بعض ساتھی بولے کہ تم نے اپنی تفریح کا گدھا (اسے) دے دیا اور عمامہ بھی



دے دیا جو تم اپنے سر پر باندھتے تھے اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے دوستوں سے (اچھا) سلوک کرے۔ اور اس دیہاتی کا باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔“ (۱)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصِلَ أَبَاهُ فِي قَبْرِهِ فَلْيَصِلْ إِخْوَانُ أَبِيهِ بَعْدَهُ﴾

”جو اپنے باپ سے اس کی قبر میں صلہ رحمی کرنا پسند کرتا ہے وہ اس (کی وفات) کے بعد اس کے بھائیوں سے صلہ رحمی کرے۔“ (۲)

### والدین کے حقوق سے متعلقہ چند ضعیف روایات

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿دُعَاءُ الْوَالِدِ لَوَلَدِهِ مِثْلُ دُعَاءِ النَّبِيِّ لِأُمَّتِهِ﴾

”والد کی اپنے بیٹے کے لیے دعا اس طرح ہے جیسے نبی ﷺ کی اپنی امت کے لیے دعا ہے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْ أُمِّهِ كَانَ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ﴾

”جس نے اپنی ماں کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو اس کے لیے (یہ عمل) دوزخ سے رکاوٹ ہو

گا۔“ (۴)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [مسلم (۲۵۵۲) کتاب البر والصلة والآداب : باب فضل صلة أصدقاء الأب والأم ونحوهما ، الأدب

المفرد للبخاری (۴۱) ابو داود (۵۱۴۳) کتاب الأدب : باب فی بر الوالدین ، ترمذی (۱۹۰۳) کتاب

البر والصلة : باب ما جاء فی اکرام صديق الوالد ، ابن حبان (۴۳۰) شرح السنة للبخاری (۳۴۴۵)

بیہقی (۱۸۰/۴)

(۲) [حسن : صحيح الترغيب (۲۵۰۶) کتاب البر والصلة : باب الترغيب فی بر الوالدین وصلتهما وتاكيد

طاعتهما ، صحيح ابن حبان (۴۳۳)]

(۳) [موضوع : السلسلة الضعيفة (۲۰۳/۲)]

(۴) [موضوع : السلسلة الضعيفة (۱۲۴۵)]

﴿بَرُّوا آبَاءَكُمْ تَبَرُّكُمْ أَبْنَاءُكُمْ﴾

”اپنے والدین سے نیکی کرو، تمہاری اولاد تم سے نیکی کرے گی۔“ (۱)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَقَّةً مَبْرُورَةً قَالُوا وَإِنْ نَظَرَ كُلُّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ؟ قَالَ نَعَمْ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ﴾

”جو کوئی بچہ اپنے والدین کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر نظر کے بدلے ایک حج مبرور کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا، خواہ وہ ہر روز سو (100) مرتبہ دیکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔“ (۲)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوتُ وَالِدَاهُ أَوْ أَحَدَهُمَا وَإِنَّهُ لَعَاقٌ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو لَهُمَا حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ بَارًّا﴾

”کسی بندے کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے اور وہ ان کا نافرمان ہو۔ پھر وہ ان دونوں کے لیے ہمیشہ دعا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرمانبردار لکھ دیا جاتا ہے۔“ (۳)

(6) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر عرض کیا، اے اللہ کے رسول! والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿هُمَا جَنَّاتٌ وَنَارُكَ﴾

”وہ تمہاری جنت ہیں (بشرطیکہ تم ان کی اطاعت کرو) اور تمہاری جہنم ہیں (اگر تم ان کی نافرمانی کرو)۔“ (۴)

(۱) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (۲۰۳۹)]

(۲) [موضوع: المشكاة للألبانی (۴۹۴۴) السلسلة الضعيفة (۳۲۷۴)؛ (۲۴۲/۶) ضعيف الجامع الصغير (۱۴۴۷)]

(۳) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (۹۱۵)]

(۴) [ضعیف: ضعيف الجامع الصغير (۶۰۹۸) ضعيف ابن ماجه، ابن ماجه (۳۶۶۲) كتاب الأدب: باب

بر الوالدین، ضعيف الترغيب (۱۴۷۶)]

## اولاد کی وفات پر صبر کا بیان

## باب الصبر علی وفاة الاولاد

اولاد کی وفات پر صبر کرنا چاہیے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا يُوفَى الصَّابِرُونَ أَجْرُهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [الزمر: ۱۰]

”صبر کرنے والوں کو اجر بغیر حساب کے عطا کیا جائے گا۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا ﴾ [آل عمران: ۲۰۰]

”اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔“

(3) سورہ بقرہ میں ہے کہ

﴿ وَكَلَبْنَاكُمْ بَشِيرٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴾ [البقرہ: ۱۰۰-۱۰۶]

”ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال و جان اور بھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے جنہیں جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ (ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں)۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔“

(4) ”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ کے ساتھ یہ الفاظ پڑھنا بھی مسنون ہے ”اللَّهُمَّ أَجْرُنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا“ (یعنی اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے بدلے میں اس سے بہتر عطا کر۔) جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللَّهُ ”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ اللَّهُمَّ أَجْرُنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا ”إِلَّا أَخْلَفَ اللَّهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ

عطا کر۔) جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللَّهُ ”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ اللَّهُمَّ أَجْرُنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا ”إِلَّا أَخْلَفَ اللَّهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ

عطا کر۔) جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللَّهُ ”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ اللَّهُمَّ أَجْرُنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا ”إِلَّا أَخْلَفَ اللَّهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ

عطا کر۔) جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللَّهُ ”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ اللَّهُمَّ أَجْرُنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا ”إِلَّا أَخْلَفَ اللَّهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ

عطا کر۔) جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللَّهُ ”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ اللَّهُمَّ أَجْرُنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا ”إِلَّا أَخْلَفَ اللَّهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ

عطا کر۔) جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللَّهُ ”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ اللَّهُمَّ أَجْرُنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا ”إِلَّا أَخْلَفَ اللَّهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ

إِنِّي قُلْتُهَا فَأَخْلَفَ اللَّهُ لِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

”جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے پھر وہ یہ کہتا ہے کہ ”ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے بدلے میں اس سے بہتر عطا کر۔“ تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمادیتے ہیں۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ابو سلمہ فوت ہوئے تو میں نے سوچا ابو سلمہ سے کون مسلمان بہتر ہو سکتا ہے؟ وہ تو گھر کا پہلا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ پھر میں یہ کلمات کہتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے (اس کے) بدلے میں رسول اللہ ﷺ عطا فرمادیئے۔“ (۱)

یقیناً اسی طرح اگر کوئی انسان اولاد کی وفات پر صبر سے کام لیتا ہوا مسلسل یہ دعا پڑھتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے بدلے میں بہتر اولاد عطا فرمائیں گے۔

صبر وہ قابل قبول ہے جو وفات کے فوراً بعد کیا جائے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرِ فَقَالَ اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي قَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبِّ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ فَاتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَابِينَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ "إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى"﴾

”رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو ایک قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈر جا اور صبر کر۔ اس نے کہا مجھ سے دور ہو جاؤ یہ مصیبت تم پڑی ہو تو پتہ چلتا۔ اس نے آپ ﷺ کو نہ پہچانا۔ پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ تھے تو وہ (گھبرا گئی اور) آپ ﷺ کے دروازے پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے عرض کیا میں آپ کو پہچان نہیں سکتی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہیے۔“ (۲)

(۱) [مسلم (۹۱۸) کتاب الجنائز: باب ما يقال عند المصيبة] احمد (۱۶۳۴۳) تحفة الأشراف (۱۸۲۴۸)

(۲) [بخاری (۱۲۸۳) کتاب الجنائز: باب زيارة القبور] مسلم (۹۲۶) کتاب الجنائز: باب في الصبر على

المصيبة عند الصدمة الأولى] ترمذی (۹۸۸) کتاب الجنائز: باب ما جاء أن الصبر في الصدمة الأولى

نسائی (۱۸۶۸) وفي السنن الكبرى (۱۹۹۶/۱) ابن حبان (۲۸۹۵) شرح السنة للبيهقي (۱۵۳۹)

## اولاد کی وفات پر رونا پیٹنا اور نوحہ خوانی حرام ہے

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ﴾  
 ”جس نے (کسی کی موت پر) رخساروں کو پیٹا، گریبان کو پھاڑا اور جاہلیت کی باتیں کہیں وہ ہم میں سے نہیں۔“ (۱)

(2) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَا نَنْحُوحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ﴾  
 ”نبی کریم ﷺ نے بیعت کے موقع پر ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔ لیکن اس اقرار کو پانچ عورتوں کے سوا کسی نے پورا نہیں کیا۔“ (۲)

(3) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَا بَرِيءٌ مِمَّا بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَإِنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَرِئَ مِنْ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقِقَةِ﴾

”میں اس سے بری ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ بری ہیں اور بے شک رسول اللہ ﷺ مصیبت کے وقت اونچی آواز نکالنے والی پریشانی کے وقت اپنے سر کے بال منڈوانے والی اور آفت کے وقت اپنے کپڑے پھاڑنے والی عورت سے بری ہیں۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۱۲۹۴) کتاب الحناظر: باب ليس منا من شق الجيوب، مسلم (۱۰۳) کتاب الإيمان: باب تحريم ضرب الخدود وشق الجيوب، ترمذی (۹۹۹) کتاب الحناظر: باب ما جاء في النهي عن ضرب الخدود وشق الجيوب، ابن ماجه (۱۵۸۴) کتاب الحناظر: باب ما جاء في النهي عن ضرب الخدود وشق الجيوب، احمد (۴۳۲/۱) أبو يعلى (۵۲۰۱) نسائي (۲۰/۴) شرح السنة (۲۸۸/۳)]

(۲) [بخاری (۱۳۰۶) کتاب الحناظر: باب ما نهى من النوح والبكاء والزجر على ذلك، مسلم (۹۳۶) کتاب الحناظر: باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، نسائي (۴۱۹۱) وفي السنن الكبرى (۷۸۰۳/۴) أبو داود (۳۱۲۷) احمد (۲۰۸۱۷)]

(۳) [مسلم (۱۰۴) کتاب الإيمان: باب تحريم ضرب الخدود، بخاری (۱۲۹۶) کتاب الحناظر: باب ما نهى عن الحلق عند المصيبة، أبو داود (۳۱۳۰) نسائي (۲۰/۴)]

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ اصْأَحَ أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: لَيْسَ هَذَا مِنِّي، وَلَيْسَ بِصَاحِبِ حَقِّ الْقَلْبِ يَحْزُنُ وَالْعَيْنُ تَدْمَعُ، وَلَا يُغْضِبُ الرَّبَّ﴾  
 ”جب رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو حضرت أسامہ بن زید (شدت غم سے) چیخ پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور چیخنے والے کا کوئی حق نہیں۔ دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھ آنسو بہاتی ہے لیکن پروردگار کو غضبناک نہیں کرنا چاہیے۔“ (۱)

(5) حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتَّبِقْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَلٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ﴾

”نوحہ کرنے والی عورت اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہیں کرے گی تو روز قیامت اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ اس پر گندھک کا کرتا اور خارش کی قمیص ہوگی۔“ (۲)

(شوکانیؒ) نوحہ وغیرہ جیسے تمام افعال حرام ہیں۔ (۳)

اولاد کی وفات پر اگر بلا اختیار آنسو بہہ پڑیں تو کوئی حرج نہیں

(1) حضرت أسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب اپنی ایک بیٹی کے بچے کو موت و حیات کی کشمکش میں دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ پھر سعد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اس (روئے) کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرَحِمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرَّحْمَلَةَ﴾  
 ”یہ رحمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے

(۱) [حسین: احکام الحناظر ویدعها (ص ۳۹۱) ابن حبان (۷۴۳) حاکم (۳۸۲/۱)]

(۲) [مسلم (۹۳۴) کتاب الحناظر: باب التشديد في النياحة، ابن أبي شيبة (۳۹۰/۳) طبرانی کبیر (۳۴۲۵)، (۳۴۲۶) ابن حبان (۳۱۴۳) مستدرک حاکم (۱۴۱۳/۱) شرح السنة للبغوی (۱۵۳۳)]

بیہقی (۶۳/۴) أحمد (۳۴۲/۵)

(۳) [نیل الأوطار (۵۴/۳)]

بندوں میں سے اُن پر ہی رحم فرماتے ہیں جو لوگ خود رحم کرنے والے ہیں۔“ (۱)

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَلَا فَرَأَيْتُ عَيْنِيهِ تَذْمَعَانِ﴾

”ہم نبی کریم ﷺ کی ایک بیٹی (حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا) کے جنازے میں حاضر تھے۔ رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی ہیں۔“ (۲)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے۔ نبی کریم ﷺ عیادت کی غرض سے حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ اندر گئے تو انہیں بیمار داروں کے ہجوم میں پایا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وفات ہو گئی؟ لوگوں نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول!

﴿فَبَكَى النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمَ بُكَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بَكَوْا فَقَالَ أَلَا تَسْمَعُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ بِذَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ أَوْ يَرْحَمُ وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذِّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَضْرِبُ فِيهِ بِالْعَصَا وَيَرْمِي بِالْحِجَارَةِ وَيَحْنِي بِالتُّرَابِ﴾

”نبی کریم ﷺ (ان کے مرض کی شدت کو دیکھ کر) رو پڑے۔ لوگوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی رو پڑے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو! اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو نکلنے کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا اور نہ سن دل کے غم کی وجہ سے۔ ہاں وہ اس کی وجہ سے عذاب دے گا“ آپ ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا (اور اگر زبان سے اچھی بات نکلے تو) یہ اس کی رحمت کا بھی

(۱) [بخاری (۱۲۸۴) کتاب الحناظر : باب قول النبي ﷺ يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه] مسلم (۹۲۳)

کتاب الحناظر : باب البكاء على الميت، أحمد (۲۰۴/۵) أبو داود (۳۱۲۵) کتاب الحناظر : باب فی

البكاء على الميت، ابن ماجه (۱۵۸۸) کتاب الحناظر : باب ما جاء فی البكاء على الميت، ابن ابی شیبہ

(۳۹۲/۳) ابن حبان (۳۱۵۸) بیہقی (۶۸/۴) عبد الرزاق (۶۶۷۰)

(۲) [بخاری (۱۲۸۵) کتاب الحناظر : باب قول النبي ﷺ يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه]

باعث بنتی ہے اور میت کو اس کے گھر والوں کے نوحہ و ماتم کی وجہ سے بھی عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میت پر ماتم کرنے پر ڈنڈے سے مارتے، پتھر پھینکتے اور رونے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیتے۔“ (۱)  
(ابن قدامہ) مجرد و ناجس میں نوحہ اور چیخ و پکار نہ ہو مکروہ نہیں۔ (۲)

## اولاد کی وفات پر صبر کی فضیلت

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَمُوتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِنْ الْوَلَدِ فَيَلْجِ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾

”کسی مسلمان کے جب تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا۔ ابو عبد اللہ (یعنی امام بخاری) قسم پوری کرنے کی وضاحت میں (فرماتے ہیں کہ) (اس سے قرآن کی یہ آیت مراد ہے) تم میں سے ہر ایک کو دوزخ کے اوپر سے گزrna ہوگا (یعنی پل صراط چونکہ جہنم پر ہے اور جنت میں جانے والے بھی اسی پر سے گزریں گے) توحیدیت میں قسم سے یہی گزrna ہی مراد ہے۔“ (۳)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَفَّى لَهُ ثَلَاثٌ لَمْ يَلْغُوا الْجَنَّةَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ﴾

”کسی مسلمان کے اگر تین بچے فوت ہو جائیں جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے نتیجے میں جو وہ ان بچوں سے رکھتا ہے مسلمان (بچے کے باپ اور ماں) کو بھی جنت میں داخل کر دے گا۔“ (۴)

(۱) [بخاری (۱۳۰۴) کتاب الحناظر: البكاء عند المریض، مسلم (۹۲۴) کتاب الحناظر: باب البكاء علی

المیت، شرح السنة للبیہقی (۱۰۲۹) ابن حبان (۳۱۰۹) بیہقی (۱۰۲۹)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴۸۷/۳)]

(۳) [بخاری (۱۲۵۱) کتاب الحناظر: باب فضل من مات له ولد فاحتسب، مسلم (۲۶۳۲) کتاب البر

والصلة والآداب: باب فضل من يموت له ولد فيحتسب، ترمذی (۱۰۶۰) کتاب الحناظر: باب ما جاء

فی ثواب من قدم ولدا، ابن ماجہ (۱۶۰۳) کتاب الحناظر: باب ما جاء فی ثواب من أصیب بولده، ابن

حبان (۲۹۴۱) شرح السنة للبیہقی (۱۰۵۲) بیہقی (۶۷/۴)]

(۴) [بخاری (۱۲۴۸) کتاب الحناظر: باب فضل من مات له ولد فاحتسب، نسائی (۲۴/۴) ابن ماجہ

(۱۶۰۵) کتاب الحناظر: باب ما جاء فی ثواب من أصیب بولده]



(3) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿جَاءَتْ امْرَأَةً إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ الرَّجُلُ بِحَدِيثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيكَ فِيهِ تَعْلَمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِي يَوْمٍ كَذَا وَكَذَا فِي مَكَانٍ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمِعْنَ فَأَتَاهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ امْرَأَةٌ تَقْدُمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلَاثَةَ إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ اثْنَيْنِ قَالَ فَأَعَادَتْهَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ﴾

”ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مرد حضرات تو فرامین حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے لیے بھی ایک دن مقرر فرمائیں تاکہ اس دن ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ ہمیں ان احکام سے آگاہ فرمائیں جن سے اللہ نے آپ کو آگاہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تم فلاں ون فلاں مقام میں جمع ہو جاؤ چنانچہ وہ (اس دن) جمع ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے فرمودات کی تعلیمات سے باخبر فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے جو عورت اپنی اولاد سے تین بچوں کو آگے بھیج دے تو (وہ) بچے اس کے لیے دوزخ سے پردہ بنیں گے۔ ان میں سے ایک عورت نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! یہ (حکم) دو بچوں کے لیے (بھی) ہے؟ اس نے دوبارہ سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے (تین مرتبہ) دو بچوں، دو بچوں، دو بچوں کا ذکر کیا۔“ (۱)

(4) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا مَلَكَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللَّهُ لِمَلَائِكَتِهِ قَبِضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيَقُولُ قَبِضْتُمْ ثَمَرَةً فَوَادِيهِ فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيَقُولُ مَاذَا قَالَ عَبْدِي فَيَقُولُونَ حَمْدَكَ وَاسْتَرجِعْ فَيَقُولُ اللَّهُ ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَاسْمُوهُ بَيْتَ الْحَمْدِ﴾

”جب کسی شخص کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ اپنے فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ کیا تم نے

(۱) [بخاری (۷۳۱۰) کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة : باب تعليم النبي أمته من الرجل والنساء مما علمه الله 'مسلم (۲۶۳۲) كتاب البر والصلة والآداب : باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه' مؤطا (۵۵۴) احمد (۸۹۲۵) تحفة الأشراف (۱۳۲۳۴)]

میرے بندے کی روح کو قبض کیا ہے؟ وہ اثبات میں جواب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں کہ کیا تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کیا ہے؟ وہ اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ جواب دیتے ہیں اس نے تیری حمد و ثناء کی اور انا اللہ وانا الیہ راجعون کے کلمات پڑھے۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔“ (۱)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَا لِعِبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبِضْتُ صَفِيَّةً مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةَ ﴾  
 ”میرے ہاں میرے مومن بندے کے لیے اس کے علاوہ کوئی بدلہ نہیں ہے کہ جب میں اہل دنیا میں سے اس کے محبوب انسان کو فوت کر دوں اور وہ اس کی وفات پر صبر کرے تو اس کے لیے جنت ہے۔“ (۲)

(6) حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنْ رَجُلًا كَانَ يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ وَمَعَهُ ابْنٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْتَجِبُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَبَّكَ اللَّهُ كَمَا أَحْبَبَهُ فَقَقَدَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ لِي مَا فَعَلَ ابْنُ فُلَانٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِيهِ أَمَا تُحِبُّ أَنْ لَا تَأْتِيَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلَّا وَجَدَتْهُ يَنْتَظِرُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَهُ خَاصَّةٌ أَمْ لِكُلَّنَا فَلَا بَلَّ لِكُلُّكُمْ ﴾

”ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو اس سے محبت کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ سے اس طرح محبت کرے جس طرح میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو (چند روز) نہ دیکھا تو پوچھا فلاں کے بیٹے کا کیا حال ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ فوت ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس شخص سے کہا کیا تجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم جنت کے جس دروازے پر بھی پہنچو تو تم اس کو (وہاں) اپنے انتظار میں پاؤ؟ ایک شخص نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! (یہ حکم) اس کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ تم سب کے لیے ہے۔“ (۳)

(۱) [حسن : السلسلة الصحيحة (۱۴۰۸) هداية الرواة (۱۶۷۷) ، (۲۳۰/۲) ترمذی (۱۰۲۱) كتاب

الجنائز : باب فضل المصيبة اذا احتسب]

(۲) [بخاری (۶۴۲۴) كتاب الرقاق : باب العمل الذي يتغنى به وجه الله]

(۳) [صحيح : هداية الرواة (۲۳۹/۲) ، (۱۶۹۷) مسند احمد (۳۵/۵)]

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ: مَاتَ ابْنِي لِيُفَوِّدْتُ عَلَيْهِ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ خَلِيلِكَ شَيْئًا يَطِيبُ بِأَنْفُسِنَا عَنْ مَوْتَانَا؟ قَالَ نَعَمْ، سَمِعْتُهُ ﷺ يَقُولُ: صِبْغَارُهُمْ دَعَامِيصُ الْحَنَّةِ يَلْقَى أَحَدَهُمْ أَبَاهُ فَيَأْخُذُ بِنَاحِيَةِ نَوْبِهِ فَلَا يَفَارِقُهُ حَتَّى يُدْخِلَهُ الْحَنَّةَ﴾

”ایک شخص نے ان سے بیان کیا کہ میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے مجھے (اس کی وفات سے) شدید غم لاحق ہے۔ کیا آپ نے اپنے خلیل رسول اللہ ﷺ سے کوئی کلمہ سنا ہے جو ہمیں فوت ہونے والے عزیزوں کی جانب سے سکون عطا کرے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ چھوٹے بچے جنت میں بلار کاوٹ چلتے پھرتے ہوں گے وہ اپنے والد سے ملیں گے اس کے لباس کو پکڑے رکھیں گے اس سے جدا نہیں ہوں گے جب تک اس کو جنت میں داخل نہیں کرائیں گے۔“ (۱)

(8) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے انہیں اور ان کے والدین کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہوں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے ﴿حَتَّىٰ يَجِيءَ أَبَوَانَا﴾ فَيَقَالُ لَهُمَا: ادْخُلُوا الْحَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ ﴿﴾ (ہم اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے) جب تک ہمارے والدین نہیں آجاتے۔ پس ان سے کہا جائے گا کہ تم اللہ کی رحمت و فضل کے ساتھ اپنے والدین سمیت جنت میں داخل ہو جاؤ۔“ (۲)

مسلمانوں کے نابالغ فوت شدہ بچے جنت میں ہوں گے

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ النَّاسِ مُسْلِمٍ يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَلْبِغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ﴾

”جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے مر جائیں تو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر اپنے فضل و رحمت کی وجہ سے

(۱) [مسلم (۲۶۳۵) کتاب البر والصلۃ والآداب : باب فضل من یموت له ولد فی حتمیہ ، مسند احمد

(۲/۴۸۸-۵۱۰)]

(۲) [صحیح : أحکام الجنائز و بدعھا (ص ۳۴ / ۱) نسائی (۲۶۵/۱) بیہقی (۶۸/۴)]

اسے جنت میں داخل فرمادیں گے۔“ (۱)

(۲) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿لَمَّا تُوْفِيَ إِبْرَاهِيمُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ لَهُ مَرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ﴾

”جب ابراہیم (آپ ﷺ کا صاحبزادہ) فوت ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا، بے شک جنت میں اس کے

لیے ایک دودھ پلانے والی ہے۔“ (۲)

(علی رضی اللہ عنہ) ان سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا مسلمانوں کی اولاد جنتی ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ [الطور: ۲۱]

”اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی، ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچادیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے۔“ (۳)

(نووی) علمائے اسلام کی ایک بڑی تعداد کا اس پر اجماع ہے کہ جو مسلمان بچہ فوت ہو جائے وہ جنتی ہے۔ (۴)

مشرکین کے نابالغ فوت شدہ بچے کہاں ہوں گے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ﴾

”نبی کریم ﷺ سے مشرکین کے نابالغ بچوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ خوب

جانتا ہے جو بھی وہ عمل کرنے والے ہوئے۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۱۳۸۱) کتاب الجنائز: باب ما قيل في أولاد المسلمين]

(۲) [بخاری (۱۳۸۲) کتاب الجنائز: باب ما قيل في أولاد المسلمين]

(۳) [کما فی فتح الباری (قبل الحديث / ۱۳۸۱)]

(۴) [شرح مسلم للنووی (۲۵۶/۸)]

(۵) [بخاری (۱۳۸۴) کتاب الجنائز: باب ما قيل في أولاد المشركين، مسلم (۲۶۵۸) کتاب القدر:

باب معنى كل مولود يولد على الفطرة وحكم موت أطفال الكفار و أطفال المسلمين، ترمذی

(۲۱۳۸) کتاب القدر: باب ما جاء كل مولود يولد على الفطرة، ابن حبان (۱۲۸) عبد الرزاق

(۲۰۰۸۷) طرابلسی (۲۴۳۳) أبو نعيم في حلية الأولياء (۲۶/۹)]

(نوویؒ) صحیح مذہب محققین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ مشرکین کی فوت ہونے والی نابالغ اولاد جنتی ہے۔ (۱)

## مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے کفن دفن اور نماز جنازہ کا حکم

✽ مسلمانوں کے نابالغ فوت شدہ بچوں کو غسل دیا جاسکتا ہے (لیکن واجب نہیں)۔

✽ انہیں کفن پہنایا جاسکتا ہے (مگر واجب نہیں)۔

✽ ان کی نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے۔

✽ یہ یاد رہے کہ ان کی نماز جنازہ بالغ افراد کی طرح واجب نہیں، یعنی اگر انہیں بغیر نماز جنازہ کے ہی دفن

کر دیا جائے تو بھی درست ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے نابالغ بچوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور نہ پڑھنا

دونوں طرح ثابت ہے۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَالطِّفْلُ يُصَلَّى عَلَيْهِ﴾

”بچے کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔“ (۲)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿مَاتَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَةِ عَشَرَ شَهْرًا فَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ رَسُولُ

اللَّهِ ﷺ﴾

”نبی کریم ﷺ کا تخت جگر ابراہیم فوت ہوا اور وہ ۱۸ ماہ کا تھا۔ پس آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہیں

پڑھائی۔“ (۳)

(۱) [شرح مسلم للنووی (۲۵۶/۸)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۷۲۳) کتاب الجنائز : باب المشی امام الجنائز : ابو داود (۳۱۸۰)]

کتاب الجنائز : باب المشی امام الجنائز : ترمذی (۱۰۳۶) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی ترک الصلاة

علی الشہید، نسائی (۵۶/۴) ابن ماجہ (۱۵۰۷) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الصلاة علی الطفل

شرح معانی الآثار (۴۸۲/۱) حاکم (۳۵۵/۱) بیہقی (۲۴۱/۴) ابن ابی شیبہ (۲۸۰/۳)

(۳) [حسن : صحیح ابو داود، ابو داود (۳۱۸۷) کتاب الجنائز : باب فی الصلاة علی الطفل، مسند احمد

(۲۶۷/۶) شیخ البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ جبکہ حافظ ابن حزمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

بچے کے جنازے میں عام دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بچے کی نماز جنازہ میں پہلے سورہ فاتحہ پڑھی جائے پھر یہ دعا پڑھی جائے:

﴿اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَأَجْرًا﴾

”اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لئے پیشوا، امیر سامان اور باعث اجر بنا۔“ (۱)

### مشرکین کی نابالغ اولاد کے کفن دفن اور نماز جنازہ کا حکم

(شیخ ابن بازؒ) جب کوئی غیر مکلف (بچہ) کافر والدین کے پاس فوت ہو جائے تو دنیا کے احکام میں اس کا حکم وہی ہے جو اس کے والدین کا ہے لہذا نہ اسے غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا البتہ آخرت میں اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے۔ (۲)

(شیخ ابن شمیمؒ) جب کفار کے ایسے بچے فوت ہوں جو ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے اور ان کے والدین کافر ہوں تو ان کا حکم کفار والا ہی ہے یعنی نہ انہیں غسل دیا جائے گا نہ کفن پہنایا جائے گا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی انہیں مسلمانوں کے ساتھ دفن کیا جائے گا کیونکہ ان کے والدین کافر ہیں۔ یہ دنیا میں ہے البتہ آخرت کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتے ہیں کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔ (۳)



(۱) [بیحاری (قبل الحدیث / ۱۳۳۵) کتاب الجنائز: باب قراءة فاتحة الكتاب]

(۲) [فتاویٰ اسلامیہ (۶۵/۲)]

(۳) [فتاویٰ اسلامیہ (۶۵/۲)]

## فوت شدگان کو ثواب پہنچانے کا بیان

## باب ایصال الثواب

فوت شدہ اولاد یا والدین کو ثواب پہنچانے کے لیے جو جائز طریقے شریعت میں موجود ہیں، انہیں بالا اختصار مختلف عنوانات کے تحت آئندہ سطور میں ذکر کیا جا رہا ہے، لیکن یہ بات یاد رہے کہ اگر فوت ہونے والا مشرک ہو اور حالتِ شرک میں ہی فوت ہو جائے یا بے نماز ہو اور اسی حال میں فوت ہو جائے تو ایسے شخص کی وفات کے بعد اس کے لیے کیا جانے والا کوئی بھی عمل اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ مشرک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دو ٹوک الفاظ میں فرما دیا ہے کہ اسے ہرگز نہیں بخشا جائے گا اور مستقل بے نماز چونکہ اہل علم کے زیادہ صحیح قول کے مطابق دائرۂ اسلام سے ہی خارج ہے اس لیے ایسے شخص کو بھی یقیناً کوئی بھی عمل فائدہ نہیں دے گا۔ علاوہ ازیں مسلم میت کو فائدہ پہنچانے والے وہ اعمال جو خالصتاً کتاب و سنت سے ثابت ہیں ان کا بیان حسب ذیل ہے۔

### ① دعا کرنا

www.KitaboSunnat.com

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ﴾ [الحشر: ۱۰]

”اور جو ان کے بعد آئیں گے وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب! بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔“

معلوم ہوا کہ فوت ہونے والے کے لیے اس کی اولاد یا والدین یا کوئی بھی مسلمان دعا کر سکتا ہے۔

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَدْعُوَ لَهُمْ﴾

”بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان (اہل قبور) کے لیے دعا کروں۔“ (۱)

## ② روزوں کی قضائی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ﴾

”جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے

روزے رکھے۔“ (۱)

## ③ نذر پوری کرنا

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ

﴿إِنْ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَقْضِيهِ عَنْهَا﴾

”بلاشبہ میری والدہ وفات پاگئی ہے اور اس کے ذمے نذر ہے (تو میں کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا،

تم اس کی طرف سے نذر پوری کر دو۔“ (۲)

## ④ حج کرنا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي

بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ فَقَالَ وَجَبَ أَجْرُكَ وَرَدَّهَا عَلَيْكَ الْمِيرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ

كَانَ عَلَيْهَا صَوْمٌ شَهْرٍ أَفَا صَوْمُ عَنْهَا قَالَ صُومِي عَنْهَا قَالَتْ ”إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَفَا حُجَّ

عَنْهَا قَالَ حُجِّي عَنْهَا“

”ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس

نے کہا میں نے اپنی والدہ پر ایک لونڈی صدقہ کی تھی لیکن وہ (میری والدہ) فوت ہو گئی۔ راوی نے کہا کہ

(۱) [بخاری (۱۹۵۲) کتاب الصوم : باب من مات عليه صوم، مسلم (۱۱۴۷) أحمد (۶۹/۶) أبو داود

(۲۴۰۰) بیہقی (۲۵۵/۴) مشکل الآثار (۱۴۰/۳) أبو یعلیٰ (۴۴۱۷) ابن خزيمة (۲۰۵۲) ابن حبان

(۳۵۷۴) الإحسان (دار قطنی (۱۹۴/۲) بیہقی (۲۵۵/۴) شرح السنة (۵۰۹/۳)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۸۲۸) کتاب الأیمان والنذور : باب قضاء النذر عن الميت، ابو داود

(۳۳۰۷) نسائی (۱۳۰/۲) ترمذی (۳۷۵/۲) بیہقی (۲۵۶/۴) طیالسی (۲۷/۷) أحمد (۱۸۹۳)]



آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اجر ضرور ملے گا اور اس نے وہ لونڈی تجھ پر میراث کی صورت میں لوٹا دی ہے۔ پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میری والدہ کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے رکھ لے۔ پھر اس نے کہا کہ اس نے کبھی حج نہیں کیا، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کی طرف سے حج کر لے۔“ (۱)

### ⑤ صدقہ کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ أُمِّي افْتَلَيْتْ نَفْسَهَا وَأَطْنَهَا لَوْ تَكَلَّمْتُ تَصَدَّقْتُ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ﴾

”ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر اسے بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ و خیرات کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔“ (۲)

### ⑥ صدقہ جاریہ

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ﴾

(۱) [مسلم (۱۱۴۹) کتاب الصیام: باب قضاء الصیام عن الميت، ابو داود (۲۸۷۷) کتاب الوصایا: باب

فی الرجل یهب الہبۃ ثم یوصی لہ بہا أو یرثہا، ترمذی (۶۶۷) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی المتصدق یرث صدقۃ، نسائی فی السنن الکبری (۶۷/۴) ابن ماجہ (۱۷۵۹) کتاب الصیام: باب من

مات وعلیہ صیام من نذر، حاکم (۳۴۷/۴) احمد (۳۵۱/۵-۳۶۱)]

(۲) [بخاری (۱۳۸۸) کتاب الجنائز: باب موت الفجاءۃ البغۃ، مسلم (۱۰۰۴) کتاب الزکاة: باب

وصول ثواب الصدقۃ عن الميت إلیہ، ابن ماجہ (۲۷۱۷) کتاب الوصایا: باب من مات ولم یوص ھل یتصدق عنہ، نسائی (۳۶۵۱) ابن حبان (۳۳۵۳) ابن خزیمہ (۲۴۹۹) بیہقی (۲۷۷/۶) مؤطا

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں:

1- صدقہ جاریہ۔

2- ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں۔

3- نیک و صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشْرَهُ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ وَمُصْحَفًا وَرَثَهُ أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ»

”مومن آدمی کو وفات کے بعد جن اعمال و حسنات کا ثواب ملتا رہتا ہے ان میں:

1- وہ علم ہے جسے اس نے لوگوں کو سکھایا اور اس کی نشر و اشاعت کی۔

2- نیک اولاد جسے وہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔

3- قرآن جسے دوسروں کو سکھا کر اس کا وارث بنا گیا۔

4- وہ مسجد یا مسافر خانہ جسے وہ تعمیر کرا گیا۔

5- ایسی نہر جسے وہ جاری کرا گیا

6- اور وہ صدقہ جسے وہ اپنی زندگی میں صحت و تندرستی کی حالت میں نکالتا رہا۔

ان تمام اعمال کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔“ (۲)

## ④ قرض ادا کرنا

والدین یا اولاد کی طرف سے یا کسی بھی مسلمان شخص کی طرف سے قرض کی ادائیگی مرنے کے بعد

اسے فائدہ دیتی ہے۔ جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(۱) [مسلم (۱۶۳۱) کتاب الوصیۃ: باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد المیت، الأدب المفرد للبخاری

(۳۸) أبو داود - (۲۸۸۰) نسائی (۱۲۹/۲) مشکل الآثار (۸۵/۱) بیہقی (۲۷۸/۶) أحمد (۳۷۲/۲)

ابن حبان (۳۰۱۶) بغوی (۱۳۹) نسائی فی السنن الکبری (۶۴۷۸/۴)

(۲) [حسن: صحیح ابن ماجہ (۱۹۸) مقدمہ: باب ثواب معلم الناس الخیر، ابن ماجہ (۲۴۲)]

﴿كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَتَى بِجَنَازَةٍ فَقَالُوا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ ذَنْبٌ قَالُوا لَا قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوا لَا فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أَتَى بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ عَلَيْهِ ذَنْبٌ قِيلَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوا ثَلَاثَةَ دَنَابِيرٍ فَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ أَتَى بِالثَّلَاثَةِ فَقَالُوا صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوا لَا قَالَ ”فَهَلْ عَلَيْهِ ذَنْبٌ قَالُوا ثَلَاثَةُ دَنَابِيرٍ قَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعَلَى ذَنْبِهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ“﴾

”ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں کوئی قرض نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ میت نے کچھ مال چھوڑا بھی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ کوئی مال نہیں چھوڑا۔ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ میت پر کسی کا قرض بھی ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تین دینار چھوڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھا دی۔

پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کے متعلق بھی وہی دریافت فرمایا کہ کیا اس نے کوئی مال ترکے میں چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس پر کسی کا قرض بھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تین دینار قرض ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم اپنے ساتھی کی خود ہی نماز جنازہ پڑھ لو۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے اس کا قرض میں ادا کر دوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔“ (۱)

(۱) [بخاری (۲۲۸۹) کتاب الحوالات : باب إذا حال دین الميت علی رجل جاز، أحمد (۴۷/۴) نسائی

(۲۷۸/۱) دارمی (۲۶۳/۲) ابن ماجہ (۷۵/۲)]

## ① صالح اولاد کا ہر نیک عمل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ [النجم: ۳۹]

”انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔“

اور اولاد انسان کی کوشش و کمائی میں سے ہی ہے جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے کہ

﴿إِنَّ مِنْ أَطْيَبِ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَوَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ﴾

”بے شک سب سے پاکیزہ چیز جسے انسان کھاتا ہے وہ اس کی (اپنے ہاتھوں کی) کمائی ہے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی میں سے ہی ہے۔“ (۱)

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الرَّجُلَ لَتَرْفَعُ دَرَجَتَهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَنَّى هَذَا فَيَقَالَ بِاسْتِغْفَارٍ وَلَدِكَ لَكَ﴾

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندے کا درجہ بلند فرماتے ہیں تو بندہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! یہ درجہ مجھے کیوں دیا گیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ درجہ تجھے تیرے لیے تیرے بیٹے کے استغفار کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔“ (۲)

□ یہ ہیں وہ چند مسنون اعمال جو فوت شدگان کو ایصالِ ثواب کے لیے شریعت اسلامیہ نے ہمیں بتائے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے اعمال جو کتاب و سنت سے ثابت تو نہیں لیکن ایصالِ ثواب کی غرض سے معاشرے میں رواج پا چکے ہیں مثلاً گھروں میں قرآن خوانی کرنا، ختم دلانا، آیت کریمہ پڑھوانا، ہر جمعرات کو گھریا قبرستان میں مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا اور برسی منانا وغیرہ۔ یہ وہ اعمال ہیں جو دین میں خود ساختہ ایجاد کا مظہر ہیں اور یاد رہے کہ دین میں ہر خود ساختہ چیز بدعت کہلاتی ہے اور بدعات سے بچنے کا اللہ کے رسول ﷺ نے

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۳۰۱۳) ابو داود (۳۵۲۸) کتاب البیوع: باب فی الرجل یا کل من مال

ولده] نسائی (۲۱۱/۲) ترمذی (۲۸۷/۲) دارمی (۲۴۷/۲) ابن ماجہ (۲/۲) حاکم (۴۶/۲) طیالسی

(۱۵۰۰) أحمد (۴۱/۶)

(۲) [حسن: الصحیحة (۱۵۹۸) هداية الرواة (۴۵۵/۲) ابن ماجہ (۳۶۶۰) کتاب الأدب: باب بر

الوالدين] أحمد (۵۰۹/۲)

نہایت تاکید سے حکم دیا ہے۔ فرمایا:

﴿فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمُهَدِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَظُّوا عَلَيْهَا  
بِالنَّوَاجِدِ وَإِبَاحَتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٍ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ﴾

”تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے  
تھامے رکھو اور دین میں نئے نئے ایجاد ہونے والے کاموں سے بچو کیونکہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر  
بدعت گمراہی ہے۔“ (۱)

لہذا ایسی تمام بدعی رسومات سے کنارہ کش ہو کر اپنے والدین یا اولاد کو ثواب پہنچانے کے لیے صرف  
وہی اعمال اختیار کرنے چاہئیں جو مسنون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

□ میت کو نفع پہنچانے والے اعمال کی مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”جنازے کی کتاب“  
ملاحظہ فرمائیے۔



(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۵۴۹) صحیح ابو داود، ابو داود (۴۶۰۷) کتاب السنۃ: باب فی  
نزوم السنۃ، ابن ماجہ (۴۲) مقدمۃ: باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین، ترمذی (۲۶۷۶)  
کتاب العلم: باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع، نسائی (۱۵۷۸) المشکاة (۱۶۵) صحیح  
الترغیب والترہیب (۳۷) کتاب السنۃ: باب الترغیب فی اتباع الكتاب والسنۃ، السلسلۃ الصحیحۃ

## متفرق مسائل کا بیان

## باب المسائل المتفرقة

عطیہ و ہدیہ وغیرہ دینے میں اولاد کے درمیان عدل کرنا واجب ہے

(۱) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا فَقَالَ أَكُلْ وَلَدِكَ نَحَلْتُ مِثْلَهُ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْهُ﴾

”ان کے والد انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور ہدیہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا ایسا ہی غلام اپنے دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر (اس سے بھی) واپس لے لو۔“

(۲) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ﴾

”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔“ (۱)

(۳) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

﴿اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ﴾

”اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔“ (۲)

(امام ابن قیمؒ) حدیث میں حکم وجوب کے لیے ہے اور ان حضرات کا قول انتہائی تعجب خیر ہے جو کہتے ہیں کہ یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحب کے لیے ہے۔ (۳)

(۱) [بخاری (۲۵۸۶، ۲۵۸۷) کتاب الہبة وفضلها والتحريض علیها: باب الہبة للولد، مسلم (۱۶۲۳)

کتاب الہبات: باب کراهة تفضيل بعض الأولاد فی الہبة، احمد (۲۶۸/۴) مؤطا (۷۵۱/۲) ترمذی

(۱۳۶۷) کتاب الأحکام: باب ما جاء فی النحل والتسوية بین الأولاد، ابن ماجہ (۲۳۷۶) کتاب

الأحکام: باب الرجل ينحل ولده، حمیدی (۴۱۱/۲) شرح معانی الآثار (۸۴/۴) دارقطنی (۴۲/۳)

بيهقي (۱۷۶/۶) شرح السنة (۴۲۵/۴)

(۲) [صحيح: صحيح ابو داود (۳۰۲۸) كتاب البيوع: باب فی الرجل يفضل بعض ولده فی النحل، ابو

داود (۳۵۴۴) نسائی (۲۶۲/۶) احمد (۲۷۵/۴)

(۳) [تحفة المودود (ص ۲۰۰) أعلام الموقعين (۳۲۹/۲) اغاثة اللهفان (۵۴۰/۱)]

(امام بخاریؒ) فرماتے ہیں کہ اپنے بعض لڑکوں کو اگر (کسی نے) کوئی چیز بطور ہبہ دی تو جب تک انصاف کے ساتھ تمام لڑکوں کو برابر نہ دے یہ ہبہ جائز نہیں ہوگا۔ (۱)

(شیخ ابن بازؒ) اولاد میں سے بعض کو بعض دوسروں پر فضیلت دینا منع ہے اور ان کے درمیان عدل کرنا واجب ہے خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ (۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی اولاد میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے۔ (۳)

(شیخ ابن جریرؒ) والد پر لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف سے کام لے اور ان میں سے کسی کو بھی کسی دوسرے پر کچھ دینے نہ دینے، کوئی ہدیہ و عطیہ وغیرہ عطا کرنے میں فضیلت نہ دے۔ (۴)

معلوم ہوا کہ والد پر واجب ہے کہ وہ اپنی ساری اولاد کے درمیان عدل کرے۔ اگر ایک کو کچھ دے تو باقی بیٹوں یا بیٹیوں کو بھی وہ چیز دے ورنہ ایک کو بھی نہ دے اور اگر والد ایسا نہیں کرتا بلکہ اپنے بعض بچوں کو بعض دوسروں پر فوقیت و فضیلت دیتا ہے تو بلاشبہ روز قیامت بارگاہ الہی میں اس کا جواب دہ ہوگا۔

اگر کوئی بچہ زیادہ فرمانبردار ہو تو کیا والد اسے دوسرے بچوں سے زیادہ دے سکتا ہے؟

(شیخ ابن بازؒ) کسی نے دریافت کیا کہ کچھ بچے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے میں دوسروں سے امتیاز رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے والد بھی اس کے ساتھ حسن سلوک اور عطیہ و تحائف دینے میں خصوصی معاملات کرتا ہے کیونکہ اس نے بھی اپنے والد کے ساتھ صلہ رحمی میں ممتاز حیثیت رکھی ہے، تو کیا اس امتیاز کی بنا پر اس کی صلہ رحمی کے عوض اسے تحفہ اور عطیہ دینے میں خصوصی رعایت دینا عدل و انصاف ہے؟

شیخ نے جواب دیا:

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اولاد میں سے کچھ بچے بہتر اور اچھے ہوتے ہیں اور اس کا علم بھی ہر ایک کو ہے، لیکن اس وجہ سے والد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کو دوسرے پر ترجیح دے بلکہ اسے نبی

(۱) [بخاری (قبل الحدیث ۲۵۸۶)]

(۲) [الفتاویٰ الجامعة للمرأة المسلمة (۱۱۵/۳-۱۱۶)]

(۳) [فتاویٰ اسلامیة (۳۰/۳)]

(۴) [فتاویٰ المرأة المسلمة (ص ۹۳۵)]

کریم ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے عدل و انصاف کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ ﴾

”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔“ (۱)

لہذا والد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی ایک بچے کو دوسرے سے امتیازی حیثیت دیتا ہو اس کے ساتھ دوسرے سے بہتر سلوک کرے، بلکہ واجب یہ ہے کہ وہ اولاد میں سب کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لے بلکہ اسے سب کو نصیحت کرنی چاہیے، تاکہ وہ نیکی و حسن سلوک اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں۔ لیکن اسے عطیہ دینے میں کسی بھی بچے کے درمیان فضیلت سے کام نہیں لینا چاہیے اور نہ ہی وہ بعض کے لیے وصیت کرے اور بعض کو کچھ نہ دے، بلکہ وہ سب وراثت میں برابر کے شریک ہیں اور انہیں عطیہ و میراث میں سے حصے ملیں گے جو شریعت اسلامیہ نے ان کے لیے مقرر کر دیے ہیں، اسے ان کے مابین عدل سے کام لینا ہوگا جیسا کہ شریعت اسلامیہ میں موجود ہے لہذا مرد کو عورت سے دگنا ملے گا۔

اگر وہ بیٹوں کو ایک ہزار دے تو بیٹی کو پانچ سو ملے گا اور اگر وہ عقل مند، ہوشیار اور بالغ ہوتے ہوئے ایک دوسرے کو معاف کر دیں اور واضح طور پر اجازت دیں کہ ہمارے بھائی کو اتنا دے دو تو کوئی حرج نہیں۔ لہذا اگر بغیر کسی چھپاؤ اور خوف و خدشہ کے کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے آپ اسے گاڑی یا فلاں چیز دے سکتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مقصد یہ ہے کہ عدل و انصاف کی کوشش کرنی چاہیے، لیکن جب اولاد عاقل و بالغ ہو خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں اور وہ کسی ایک کو کسی خاص سبب کی بنا پر کوئی چیز دینے کی اجازت دے دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، یہ ان کا حق ہے۔ (۲)

کیا والد اپنے بیٹے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً أَوْ يَهَبَ هِبَةً فَيَرْجِعَ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدُ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ وَمَثَلُ الَّذِي يُعْطِي الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَأْكُلُ فَإِذَا شَبِعَ قَاءَهُ ثُمَّ عَادَ فِي قَيْئِهِ ﴾

(۱) [بخاری (۲۵۸۷) کتاب الہبۃ وفضلہا والتحریر علیہا: باب الہبۃ للولد]

(۲) [مجموع الفتاوی لابن باز (۲۳۴/۹)]



”کسی بھی آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ (کسی کو) کوئی عطیہ دے یا کوئی چیز بہہ کرے، پھر اسے واپس لے، البتہ والد اپنے بیٹے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے۔ ایسے شخص کی مثال جو عطیہ دے کر واپس لیتا ہے اُس کتے کی مانند ہے جو کھاتا ہے اور جب سیر ہو بیٹھتا ہے تو تے کر دیتا ہے اور پھر اپنی تے کو چاٹ لیتا ہے۔“ (۱)

(شیخ ابن باز) جب عطیہ واپس لینے میں کوئی مصلحت ہو اور بیٹا اسے واپس کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہو تو ایسا کرنا جائز ہے (یعنی اس صورت میں والد اپنے بیٹے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے)۔ (۲)

### باپ کی حرام کمائی سے کھانا

(شیخ ابن شمیم) اگر والد کی کمائی حرام ہو تو اسے نصیحت کرنی واجب ہے، اگر استطاعت ہو تو خود اسے نصیحت کریں یا پھر اہل علم کے تعاون سے اسے نصیحت کروائیں اور اسے اس کے حرام ہونے کا یقین دلوائیں یا پھر اپنے دوست احباب کا تعاون حاصل کریں جو اسے مطمئن کر سکیں تاکہ وہ اس حرام کمائی سے بچ جائے۔ اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر تمہارے لیے ضرورت کے مطابق وہ مال کھانا جائز ہے اور اس حالت میں اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں، مگر یہ صحیح نہیں کہ تم اس مال کو جائز سمجھتے ہوئے اپنی ضرورت سے بھی زیادہ لے لو۔ (۳)

کیونکہ اگر کوئی ضرورت سے زیادہ حرام مال سے کھائے گا تو درج ذیل احادیث کا مصداق ٹھہرے گا:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَيُّهَا النَّاسُ! "إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا" وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ "يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ" وَقَالَ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنَ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ" ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلُ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود، ابو داود (۳۵۳۹) کتاب الاجارة : باب الرجوع فی الهبة، ابن ماجہ

(۲۳۷۷) کتاب الهبات : باب من أعطى ولده ثم رجع فيه، نسائی (۳۶۹۰) کتاب الهبة : باب رجوع

الوالد فیما يعطى ولده، ترمذی (۱۲۹۸) کتاب البيوع : باب ما جاء فی الرجوع فی الهبة، ارواء الغلیل

(۱۶۲۴) صحیح الجامع الصغیر (۷۶۵۵) صحیح الترغیب (۲۶۱۲)]

(۲) [مجموع الفتاوى لابن باز (۳۰۰/۹)]

(۳) [فتاوى اسلامية (۴۵۲/۳)]

حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ ﴿

”اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اے رسولو! پاکیزہ اشیاء سے کھاؤ اور نیک عمل کرو“ یقیناً میں جانتا ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔“ اور (ایک دوسرے مقام پر) فرمایا کہ ”اے ایمان والو! پاکیزہ رزق میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے، اس کے بال پر آگندہ ہیں، (جسم) غبار آلود ہے، وہ آسمان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے (اور کہتا ہے کہ) اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا بھی حرام کا ہے، اس کا پینا بھی حرام ہے، اس کا لباس بھی حرام کا ہے اور اسے غذا بھی حرام کی دی جاتی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول کی جائے۔“ (۱)

(2) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُ لَا يَرَبُّو لَحْمَ نَبْتٍ مِنْ سُحْتٍ إِلَّا كَانَتْ النَّارُ أُولَى بِهِ﴾

”(جسم کا) جو گوشت بھی حرام سے آگیا ہے آگ اس کی زیادہ مستحق ہے (یعنی وہ آگ میں جائے گا)۔“ (۲)

## زندگی میں جائیداد کی تقسیم

اگر کوئی شخص کسی وجہ سے اپنی زندگی میں ہی اپنی کل جائیداد بچوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے اولاً یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کل کو خود بھی اس مال کا محتاج ہو سکتا ہے جو وہ اپنی زندگی میں ہی تقسیم کرنے پر تلا ہوا ہے اور پھر عین ممکن ہے کہ کوئی بچہ بھی اس کا سہارا بننے کو تیار نہ ہو۔ اس لیے زیادہ مناسب یہی ہے کہ زندگی میں اپنی کل جائیداد تقسیم نہ کی جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی کل یا بعض جائیداد تقسیم کرتا بھی ہے تو یہ وراثت کے اصولوں پر نہیں بلکہ ہبہ کے قوانین کے مطابق تقسیم کی جائے گی۔ کیونکہ وراثت صرف وہ مال

(۱) [مسلم (۱۰۱۵) کتاب الزکاة : باب قبول الصدقة من الکسب الطیب و تربیتها ' ترمذی (۲۹۸۹)]

کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة البقرة ' احمد (۸۳۵۶)]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی (۶۱۴) کتاب الصلاة : باب ما ذکر فی فضل الصلاة ' صحیح الجامع

الصغیر (۴۵۱۹) صحیح الجامع الصغیر (۸۶۷)]

ہے جو وفات کے بعد کوئی اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ [النساء: ۷]

”مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جسے والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے حصہ ہے جو والدین یا قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے، وہ کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر کر دہ ہے۔“

اس آیت میں مذکور یہ الفاظ ”جسے والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے“ اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ وراثت کا مال صرف وہ ہے جسے فوت ہونے والا پیچھے چھوڑ جائے لہذا صرف اسی مال کی تقسیم اصول میراث کے طریق پر ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں ہی اپنی جائیداد کی تقسیم وراثت کے اصولوں پر کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔

زندگی میں بچوں کے درمیان تقسیم کی جانے والی جائیداد ہبہ کہلائے گی اور اولاد کو کوئی بھی چیز ہبہ کرنے کا اصول یہ ہے کہ جو چیز ایک کو دی جائے وہی چیز باقی سب بچوں کو بھی دی جائے اور اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو ایک کو بھی نہ دی جائے۔ (۱)

البتہ اتنی گنجائش ضرور ہے کہ اگر کوئی بچہ زیادہ تنگدست، غریب اور محتاج ہو تو باقی بچوں کے مشورے اور اجازت و رضامندی سے اسے دوسروں سے زیادہ دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ ان کا حق ہے اور جب وہ اپنا حق اس کے لیے خود چھوڑنے پر تیار ہو جائیں تو اس میں کوئی مانع نہیں۔

### نافرمان اولاد کو عاق کرنا

اولاد جتنی بھی نافرمان ہو اسے عاق کرنا یعنی وراثت سے محروم کرنا ایک غیر شرعی طریقہ ہے، اسلام میں اس کا کوئی تصور موجود نہیں، شریعت میں جس کسی کا جو حصہ مقرر کر دیا گیا ہے اسے کوئی ختم نہیں کر سکتا حتیٰ کہ خود والد بھی اس حق سے تہی دامن ہے، لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں اولاد کی نافرمانی انہیں کچھ نقصان نہیں دے گی خواہ وہ نافرمانی میں جتنے بھی بڑھتے جائیں، بلکہ اولاد اگر والدین کی نافرمان ہے تو انہیں

اس کی سزا آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی بھگتنا ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں والدین کی نافرمانی کی وجہ سے گنہگار ضرور ہوں گے۔ لیکن ان کے گناہگار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ وراثت سے ہی محروم کر دیئے جائیں۔ شریعت کی نظر میں وراثت سے محرومی صرف اس وجہ سے ہو سکتی ہے کہ بچے کا زین باپ کے دین سے مختلف ہو یعنی بچہ کافر اور باپ مسلمان ہو یا باپ کافر اور بچہ مسلمان ہو اسی طرح اس وجہ سے کہ بچے نے باپ کو قتل کیا ہو۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ﴾

”نہ تو کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث بن سکتا ہے اور نہ کوئی کافر کسی مسلمان کا۔“ (۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتَّى﴾

”دو مختلف دین والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔“ (۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ شَيْئًا﴾

”قاتل کسی چیز کا وارث نہیں بن سکتا۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۶۷۶۴) کتاب الفرائض : باب لا يرث المسلم الكافر، مسلم (۱۶۱۴) کتاب الفرائض :

باب، ابو داود (۲۹۰۹) کتاب الفرائض : باب هل يرث المسلم الكافر، ترمذی (۲۱۰۷) کتاب

الفرائض : باب ما جاء في إبطال الميراث بين المسلم والكافر، ابن ماجہ (۲۷۲۹) کتاب الفرائض :

باب ميراث أهل الاسلام من أهل الشرك، موطا (۵۱۹/۲) طرابلسی (۱۴۳۵) مسند احمد (۲۰۰/۵)

بيهقي (۲۱۷/۶) دارقطنی (۶۱/۴)]

(۲) [حسن صحيح : صحيح ابو داود، ابو داود (۲۹۱۱) کتاب الفرائض : باب هل يرث المسلم الكافر،

ابن ماجہ (۲۷۳۱) کتاب الفرائض : باب ميراث أهل الاسلام من أهل الشرك، ترمذی (۲۱۰۸) کتاب

الفرائض : باب لا يتوارث أهل ملتين، المشكاة (۳۰۴۶) ارواء الغلیل (۱۶۶۸) مسند احمد (۱۷۸/۲)

دارقطنی (۷۵/۴)]

(۳) [حسن : صحيح ابو داود، ابو داود (۴۵۶۴) کتاب الدييات : باب دييات الأعضاء، صحيح الجامع

الصغير (۵۴۲۱) المشكاة (۳۵۰۰)]

## بے نماز بیٹے کو وراثت سے محروم کرنا

اگر والد کی وفات تک بے نماز بیٹا خالص توبہ کر کے نماز کی پابندی شروع نہیں کرتا تو وراثت سے اسے کوئی حصہ نہیں ملے گا، کیونکہ وہ بے نماز ہونے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے اور جو دائرہ اسلام سے خارج ہو وہ کسی بھی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ ارشاد نبوی ہے کہ

”نہ تو کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث بن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان کسی کافر کا۔“ (۱)

بیٹی کو اس لیے وراثت سے حصہ نہ دینا کہ کہیں اس کا شوہر نہ لے لے

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ بعض لوگ اس خوف سے اپنی بیٹی کو وراثت سے حصہ نہیں دیتے کہ کہیں بیٹی کا حصہ اس کا خاوند نہ لے لے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

تو مجلس افتاء نے جواب دیا کہ

اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں ہر وارث کا حصہ بیان کیا ہے، ان ورثاء میں بیٹیاں بھی شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرنے کی وصیت کی ہے اور میراث کی پہلی آیت ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا عَلِيْمًا ۝۱۳ وَبِالْوَرٰثَةِ اَنْصِبُوا حَقَّ ذٰلِكَ لِلرِّجَالِ وَلِلنِّسَاءِ ۚ لِلرِّجَالِ النِّسْفُ وَلِلنِّسَاءِ النِّسْفُ ۚ وَلِلْوٰرَثَةِ الْوٰرَثَةُ ۚ وَلِلْاٰثَرَةِ الْاٰثَرَةُ ۝۱۴﴾ [النساء: ۱۳-۱۴]

”یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کردہ حدوں سے تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہے گا، ایسوں کے لیے ہی ذلت و رسوائی والا عذاب ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء کی آخری آیت ختم کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ أَنْ تَصِلُوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [النساء: ۱۷۶]

”اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بیان فرما رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم بہک جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔“

لہذا جس کسی نے بھی بیٹی یا کسی اور کو (کسی وجہ سے بھی) اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حق سے اس کی (دلی) رضامندی کے بغیر محروم رکھا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اپنی خواہشات کی پیروی کی اس پر مغرض عصیت اور جاہلی حیثیت کا غلبہ ہے اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور حق داروں (خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں) کو ان کے حق نہ دیئے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔ (۱)

اگر کسی کو کوئی لاوارث بچہ ملے تو وہ کیا کرے؟

(شیخ صالح بن فوزان) گمشدہ لاوارث بچے کے احکام کا لفظ یعنی گمشدہ اشیاء کے احکام سے بہت بڑا تعلق ہے، اس لیے کہ لفظ گمشدہ اموال کے ساتھ خاص ہے اور لفظ گمشدہ انسان کو کہا جاتا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی احکام ضروریات زندگی اور اس کے ہر مفید شعبے کو شامل ہیں۔

دنیا تو یتیموں، لاوارث بچوں اور بوڑھوں کی دیکھ بھال اور پناہ گزین کیسوں کے ذریعے سے آج متعارف ہو رہی ہے، لیکن اسلام نے تو آج سے چودہ سو سال قبل ہی اس سے بھی زیادہ اس کی طرف توجہ دلائی اس کے احکام بتائے جن میں لفظ یعنی لاوارث پھینکے ہوئے یا پھر اپنے والدین سے گمشدہ بچے کی دیکھ بھال شامل ہے ان دونوں حالتوں میں بچے کے نسب کا کوئی علم نہیں ہوتا۔

لہذا ہر اس شخص پر جو بھی کسی لاوارث بچے کو پائے واجب ہے کہ وہ اسے حاصل کرے اور اس کی دیکھ بھال اور پرورش کرے۔ یہ دیکھ بھال فرض کفایہ ہے، یعنی کچھ لوگوں کے کرنے سے باقیوں سے ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے، لیکن اگر سب ہی اسے ترک کر دیں اور کوئی بھی اس بچے کو حاصل نہ کرے تو سب گناہگار ہوں گے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [المائدة: ۲]

”اور نیکی و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔“

تو اس آیت کا عموم لفظ یعنی گمشدہ بچے کو لینے پر دلالت کرتا ہے، اس لیے کہ یہ بھی خیر و بھلائی پر

تعاون ہے اور پھر اس بچے کو لینے میں ایک جان کو زندہ کرنا اور جان بچانا بھی ہے اس لیے ایسا کرنا واجب ہے جس طرح ضرورت کے وقت اسے کھانا کھلانا اور ڈوبتے وقت غرق ہونے سے بچانا واجب ہے اسی طرح اسے اٹھانا اور اس کی پرورش و تربیت کرنا بھی واجب ہے۔

نسیط یعنی گمشدہ لاوارث بچے سب احکام میں آزاد ہے اس لیے کہ اصل چیز تو آزادی ہی ہے اور غلامی تو ایک ماری چیز ہے اس لیے اگر علم نہ ہو سکے تو غلام نہیں بلکہ وہ آزاد ہو گا اور جو مال اور رقم وغیرہ اس کے پاس ہو یا اس کے ارد گرد سے ملے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے وہ اس کی ملکیت ہو گی اور ایسے بچے کو اٹھانے والا اس کا سرپرست ہونے کے ناطے اس پر احسن انداز سے خرچ کرے۔ لیکن اگر اس بچے کے ساتھ اسے کچھ بھی نہ ملے تو اس پر بیت المال سے خرچ کیا جائے گا اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لاوارث بچے اٹھانے والے سے کہا تھا:

”باؤدہ بچہ آزاد ہے اور اس کی ولاء تجھے حاصل ہے اور اس کا نفقہ و خرچہ ہم (یعنی بیت المال) پر ہو گا۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

”اس کی رضاعت ہمارے ذمہ ہے (یعنی رضاعت کا خرچہ بیت المال برداشت کرے گا)۔“

لہذا اٹھانے والے پر نہ تو خرچہ واجب ہے اور نہ ہی اس کی رضاعت بلکہ یہ بیت المال پر واجب ہو گی، لیکن اگر بیت المال نہ ہو تو مسلمانوں میں سے جسے علم ہو اس پر اس کا خرچہ واجب ہو گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”اور خیر و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔“ اور اس لیے بھی کہ اگر اس پر خرچہ نہ کیا جائے تو وہ ہلاک ہو جائے گا اور اس لیے بھی کہ اس پر خرچ کرنا خیر خواہی ہے جس طرح مہمان کی میزبانی کی جاتی ہے اور دینی لحاظ سے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ دارالاسلام یا پھر ایسے کافر ملک میں جہاں پر اکثریت مسلمانوں کی ہو تو وہ بچے مسلمان ہو گا اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ﴾

”ہر بچے کی پیدائش (اسلامی) فطرت پر ہوتی ہے۔“ (۱)

اور اگر وہ بچہ خالصتاً کفار کے ملک میں پایا جائے یا پھر اس ملک میں مسلمانوں کی تعداد قلیل ہو تو ملک کے

(۱) بحاری (۳/۵۰) کتاب الحائز : باب ما قيل في اولاد المشركين ، احمد (۷۱۸۴) عبد الرزاق

ما تحت وہ بچہ بھی کافر شمار ہوگا، اسے اٹھانے والا شخص اگر امانت دار ہو تو اس پر اس کی پرورش کی ذمہ داری ہوگی، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب علم ہوا کہ ابو جہلہ صالح شخص ہے تو لا وارث بنے کو اسی کے پاس رکھنے کا فیصلہ فرمایا اور مزید فرمایا کہ ”اس کی ولایت تجھے ہی ملے گی۔“ اس لیے کہ اس نے اسے اٹھانے میں سبقت لی ہے لہذا وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اور لا وارث بنے کو اٹھانے والا ہی اس کے ساتھ موجود رقم میں سے اس پر خرچ کرے گا اس لیے کہ وہی اس کا ولی ہے اور خرچ کرنے میں معروف اور احسن انداز اختیار کرنا ہوگا۔

اگر لا وارث بنے کو اٹھانے والا پرورش کرنے کا اہل نہ ہو مثلاً وہ کافر یا فاسق ہو تو بچہ مسلمان ہونے کی صورت میں اس کے پاس نہیں رہنے دیا جائے گا، اس لیے کہ کافر و فاسق کی مسلمان پر ولایت ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ بچے کو دین اسلام سے پھیرنے کا ذریعہ بنے گا۔ اسی طرح اگر بچے کو اٹھانے والا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والا خانہ بدوش ہو تو اس کے پاس بھی بچہ نہیں رہنے دیا جائے گا اس لیے کہ اس میں بچے کے لیے تکلیف اور تنگی ہے۔ لہذا بچہ اس سے حاصل کر کے شہر میں رکھا جائے گا کیونکہ بچے کا شہر میں رہنا اس کے دین و دنیا دونوں کے لیے بہتر ہے اور بچے کے خاندان اور نسب کو تلاش کرنے میں زیادہ آسان ہے۔

لا وارث بنے کی اگر (بعد میں) کوئی اولاد نہ ہو تو اس کی وراثت اور اسی طرح اگر اس پر کوئی شخص جرم کرے تو اس کی دیت دونوں چیزیں بیت المال کی ہوں گی، اور اگر اس کی بیوی ہو تو اسے چوتھا حصہ ملے گا..... اور اگر کوئی مرد یا عورت یہ اقرار کرے کہ لا وارث بچہ اس کا ہے تو بچہ اس کی طرف ہی منسوب ہوگا، اس لیے کہ بچے کی مصلحت اسی میں ہے کہ اس کا نسب مل جائے اور اس کا کسی دوسرے کو کوئی نقصان نہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے نسب کا دعویٰ کرنے والا منفرد شخص ہو اور یہ بھی ممکن ہو کہ بچہ اسی کا ہے۔

لیکن اگر اس کے نسب کا دعویٰ کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں تو صاحب دلیل کو مقدم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی دلیل نہ ہو یا پھر دلائل آپس میں تعارض رکھتے ہوں تو بچے کو ان کے ساتھ قیافہ شناس پر پیش کیا جائے گا اور پھر قیافہ شناس بچے کو جس کے ساتھ ملحق کرے گا بچہ اسی کی طرف منسوب ہوگا۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی صحابہ کرام کی موجودگی میں یہی فیصلہ کیا تھا اور اس لیے بھی کہ قیافہ شناس لوگ قوم میں سب سے زیادہ نسب کو جانتے ہیں اور اس میں صرف ایک قیافہ شناس ہی کافی ہوگا اور اس میں یہ شرط ہے کہ قیافہ شناس مرد ہو، عادل ہو اور اس کے قیافہ کے صحیح ہونے کا



(پہلے) تجربہ بھی کیا جا چکا ہو۔ (۱)

ماں کا بچوں کو بعض کاموں سے روکنے کے لیے قسمیں دینا

(شیخ ابن باز) کسی عورت نے دریافت کیا کہ میرے بچے ہیں میں اکثر اوقات انہیں قسم دیتی رہتی ہوں کہ وہ یوں نہ کریں مگر وہ میرا حکم تسلیم نہیں کرتے کیا اس حالت میں مجھ پر کفارہ واجب ہوگا؟  
شیخ نے جواب دیا کہ

جب آپ اپنی اولاد یا کسی اور کو ارادہ جو قصد کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم دیں اور وہ اس پر عمل نہ کریں تو آپ پر قسم کا کفارہ واجب ہوگا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لَا يَأْجِزُكُمْ اللَّهُ بِالْعَمَلِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤْخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَلْتُمْ  
إِطْعَامَ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَرْسَلُو مَا تَطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ بَسْتُمْهُمْ أَوْ نَحَرْتُمْ رِقَابَهُمْ فَمَنْ  
قَمَّ يَجِدْ فَمِصْمٌ لِّثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ  
اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [المائدہ: ۸۹]

”اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری قسموں پر مواخذہ نہیں کرے گا لیکن جن قسموں کو تم مضبوط کر چکے ہو ان پر تم سے مواخذہ کرے گا۔ سو اس کا کفارہ دس سکنوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھانا کرتے ہو یا انہیں کپڑے دینا یا طعام آزاد کرنا ہے لیکن جو شخص اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس پر تین دن کے روزے ہیں۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ تم قسم اٹھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔“  
اسی طرح اگر آپ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں قسم اٹھائیں پھر دیکھیں کہ مصلحت اس میں نہیں بلکہ دوسرے کام میں ہے تو ایسی قسم کے توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہاں اس کا کفارہ ہوا کرنا واجب ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”جب تو قسم اٹھائے پھر اس کام کے مقابلے میں دوسرے کام کو بہتر سمجھے تو قسم کا کفارہ ادا کر کے بھڑکا کر لے۔“ (۲)

(۱) [الملخص الفقہی للشیخ صالح آل فوزان (ص ۶۵۵)]

(۲) [دیکھئے: فتاویٰ برائے عواتین، مطبوعہ دارالسلام (ص ۶۴۰)]

کیا ماں کی غفلت کے باعث بچے کی موت قابل سزا جرم ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ ایک عورت کے پاس اس کی دو سالہ بچی بیٹھی ہوئی تھی، اس کے پاس ہی قہوہ دانی اور چائے دانی پڑی تھی، بچی کھیلنے لگی جبکہ اس کی ماں بچی سے دوسری جانب متوجہ ہو کر کپ دھونے لگی۔ بچی اچانک قہوہ دانی کے پاس پہنچی اور اسے پکڑ لیا وہ اس کے اوپر گر گئی۔ قہوہ انتہائی گرم تھا۔ جب بچی گرمی تو قہوہ اس کی انتڑیوں کے اندر تک اتر گیا جس کے چوبیس گھنٹے بعد بچی دم توڑ گئی۔ خاتون یہ پوچھنا چاہتی ہے، کیا اس پر کفارہ واجب ہے؟ اگر ہے تو کتنا؟

تو مجلس افتاء نے جواب دیا کہ

سائلہ اصل حالات و واقعات سے بخوبی آگاہ ہے، اگر ظن غالب کی رو سے بچی کی موت میں اس کی کوتاہی کا عمل دخل ہے تو اس پر کفارہ ادا کرنا واجب ہے، جو کہ گردن آزاد کرنا ہے اور اگر یہ ناممکن ہو تو مسلسل دو ماہ روزے رکھنے ہوں گے۔ (۱)

کیا ماں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

(شیخ ابن باز) کسی نے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص اپنی ماں کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ تو شیخ نے جواب دیا کہ مسلمان شخص اپنے والدین یا اولاد کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ اگر وہ صاحب استطاعت ہے تو اپنے ضرورت مند والدین اور بچوں پر اپنے ذاتی مال سے خرچ کرے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ (۲)

والدین کو زکوٰۃ دینے کی ایک جائز صورت (فتویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ)

(ابن تیمیہ) والدین اور اولاد کو زکوٰۃ کا مال دینا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ فقیر ہوں اور یہ شخص ان کے نفقہ سے عاجز ہو۔ (۳)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

والدین اگر مقروض ہوں یا مکاتب ہوں تو اس صورت میں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ انہیں زکوٰۃ دینا جائز

(۱) [ایضاً]

(۲) [ایضاً (ص ۱۴۰)]

(۳) [الاحتیارات الفقہیہ (ص ۶۱۱-۶۲۲)]

ہے۔ اور اگر والدین فقیر ہوں اور یہ ان کے نفقہ سے عاجز ہو تو زیادہ قوی بات یہی ہے کہ وہ اس حال میں انہیں زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ (۱)

**کیا آدمی اپنی جوان بیٹی کا بوسہ لے سکتا ہے؟**

(شیخ ابن باز) کسی نے دریافت کیا کہ کیا آدمی کے لیے اپنی بیٹی کا بوسہ لینا جائز ہے جبکہ وہ بڑی ہو چکی ہو اور سن بلوغت سے متجاوز ہو، قطع نظر اس سے کہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو اور بوسہ رخساروں پر لیا جائے یا ہونٹوں پر اور اگر بیٹی باپ کے ان مقامات پر بوسہ لیتی ہے تو کیا حکم ہے؟ شیخ نے جواب دیا کہ

اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی بغیر شہوت کے اپنی بڑی بیٹی کا بوسہ لے یا چھوٹی کا البتہ بڑی ہو تو صرف رخساروں پر بوسہ لیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان کے رخسار پر بوسہ لیا اور چونکہ ہونٹوں پر بوسہ لینا جنسی شہوت ابھارنے کا سبب بن سکتا ہے اس لیے اس کا ترک کرنا ہی اولیٰ و بہتر اور زیادہ باعث احتیاط ہے۔ اسی طرح بیٹی کے لیے بھی اپنے باپ کے ناک یا سر کا بوسہ لینا جائز ہے بشرطیکہ شہوت کے ساتھ نہ ہو اور اگر شہوت کے ساتھ ہوگا تو فتنہ کے مادے کو مٹانے اور فحاشی تک پہنچانے والے ذرائع کو بند کرنے کی وجہ سے سب پر (یعنی باپ اور بیٹی دونوں پر) ایک دوسرے کا بوسہ لینا حرام ہے۔ (۲)

(شیخ عبد اللہ بن حمید) کسی نے دریافت کیا کہ میں نے سنا ہے کہ باپ اپنی بیٹی کا اور بیٹی اپنے باپ کا چہرے پر بوسہ نہیں لے سکتی اور نہ ہی کوئی عورت اپنے بیٹے کے چہرے کا بوسہ لے سکتی ہے بلکہ صرف اس کے لیے بیٹے کے سر کا بوسہ لینا جائز ہے، تو اس سلسلے میں ہم (آپ سے) افادے کے طلبگار ہیں؟ شیخ نے جواب دیا کہ

جو کچھ آپ نے سنا ہے وہ صحیح ہے، کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی ماں کا اس کے ہونٹوں پر بوسہ لے اور نہ ہی کسی ماں کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے (جوان) بیٹے کا اس کے ہونٹوں پر بوسہ لے۔ اسی طرح کسی

(۱) [مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ (۹۰/۲۵) علاوہ ازیں زکوٰۃ کے دی جاسکتی ہے اور کسے نہیں؟ اس کے متعلق تفصیل جاننے کے لیے راقم الحروف کی کتاب "زکوٰۃ کی کتاب" کا مطالعہ کیجئے۔]

(۲) [دیکھئے: فتاویٰ المرأة المسلمة، مرتب ابو محمد اشرف (ص ۵۴۷)]

باپ کے لیے اپنی (جوان) بیٹی کا کسی بھائی کے لیے اپنی (جوان) بہن کا یا اپنی پھوپھی کا یا اپنی خالہ کا یا اپنی کسی بھی محرم رشتہ دار عورت کا ہونٹوں پر بوسہ لینا جائز نہیں۔ بلکہ ہونٹوں پر بوسہ لینا صرف شوہر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ شہوت کو ابھارتا ہے خواہ کسی حالت میں بھی ہو اور یہ چیز صرف شوہر کے لیے ہے۔ البتہ اگر والدہ اپنے بیٹے کے سر یا پیشانی کا بوسہ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح بیٹا اپنی ماں کے سر، پیشانی یا اس جیسی کسی چیز کا بوسہ لے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن ہونٹوں کے ساتھ ہونٹوں کا بوسہ لینا کسی بھی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس طرح اپنی کسی بھی محرم رشتہ دار عورت کا بوسہ لے، کیونکہ ہونٹوں کا معاملہ صرف شوہر کے ساتھ خاص ہے۔ (واللہ اعلم) (۱)

### ابنی بیٹی کا کسی بے نماز سے نکاح کر دینا

اہل علم کی متفقہ رائے کے مطابق دائمی طور پر بے نماز شخص چونکہ دین اسلام سے خارج ہے اس لیے کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی نمازی بیٹی کی شادی کسی بے نماز سے کرے کیونکہ کافر ہونے کی وجہ سے کسی بھی مسلمان عورت کا اس سے نکاح جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾ [المتحنہ: ۱۰]

”اگر تمہیں یہ علم ہو جائے کہ وہ عورتیں مومن ہیں تو پھر انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو، نہ وہ عورتیں ان کفار کے لیے اور نہ ہی وہ کفار ان عورتوں کے لیے حلال ہیں۔“

اور اگر کوئی بے نماز شخص کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اس لیے اگر بعد میں بے نماز شوہر توبہ کر کے باقاعدگی سے نمازیں پڑھنی شروع کر دے تو ان دونوں کا دوبارہ نکاح کر لیا جائے گا۔ جیسا کہ سابق مفتی اعظم سعودیہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا اس کے متعلق یہی فتویٰ ہے۔ (۲)

### بیٹے کے قصاص میں باپ کو قتل کرنے کا حکم

اگر بیٹا باپ کو قتل کر دے تو قصاص کے دلائل کے عموم کی وجہ سے بیٹے کو قتل کر دیا جائے گا لیکن اگر

(۱) [دیکھئے: فتاویٰ المرأة المسلمة، مرتب ابو محمد اشرف (ص ۵۴۶)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی مرتب کردہ کتاب ”فتاویٰ نکاح و طلاق“ (جو دور حاضر میں پیش آمدہ

جدید ازدواجی مسائل و احکام پر مشتمل عرب علماء کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے) ملاحظہ فرمائیے۔]

باپ بیٹے کو قتل کر دے تو پھر بدلے میں باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ حدیث میں اس کی تخصیص کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ﴾

”والد سے بچے کے بدلے قصاص نہیں لیا جائے گا۔“ (۱)

(جمہور، احناف، احمد) اسی کے قائل ہیں (کیونکہ باپ بچے کے وجود کا سبب ہے لہذا بچہ باپ کے خاتمے کا سبب نہیں بن سکتا)۔ (۲)

کیا ابلیس کی اولاد ہے؟

جی ہاں، ابلیس کی اولاد ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿اَفْتَحْذَرُوْهُ وَذُرِّيَّتَهُ اُولَآئِآءِ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ﴾ [الکھف: ۵۰]

”کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔“

(شیخ شنیطی) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ”اور اس کی اولاد کو“ اس بات کی دلیل ہے کہ شیطان کی اولاد ہے، تو اب یہ دعویٰ کرنا کہ اس کی اولاد نہیں اس آیت کے منافی اور صریح مخالف ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں تو جو بھی بات قرآن کریم کے مخالف ہو وہ بلاشبہ باطل ہے۔ (۳)

لیکن کسی بھی قابل اعتبار ذریعے سے یہ بات ثابت نہیں کہ شیطان کی اولاد کیسے ہوتی ہے؟ وہ شادی کے ذریعے ہوتی ہے، یا خود اولاد کو جنم دیتا ہے اور اگر خود جنم دیتا ہے تو پھر وہ انڈے دیتا ہے یا بچے وغیرہ وغیرہ۔ یہی وجہ ہے اس میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔

(شععی) فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے کہا کہ کیا ابلیس کی بیوی ہے؟ تو میں نے اسے جواب دیا کہ میں اس شادی میں شریک نہیں تھا، پھر مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آیا کہ ”کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ

(۱) [صحیح: صحیح ترمذی (۱۱۲۹، ۱۱۳۰) کتاب الدیات: باب ما جاء فی الرجل یقتل ابنه یقاد منه أم،

صحیح ابن ماجہ (۲۶۶۲، ۲۵۹۹) ترمذی (۱۴۰۰) احمد (۱۶/۱) ابن ماجہ (۸۸۸/۲) بیہقی

[۳۸/۸]

(۲) [سبل السلام (۱۵۷۷/۳) تحفة الأحوذی (۷۵۲/۴) الأم (۱۹۵/۴) السیل الجرار (۳۹۰/۴) السنن

الکبریٰ للبیہقی (۳۸/۸)]

(۳) [تفسیر أضواء البیان (۹۴۳/۴)]

کر اپنا دوست بنارہے ہو حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔“ تو مجھے علم ہوا کہ اولاد بیوی کے بغیر نہیں ہو سکتی اس لیے میں نے اسے کہا کہ ہاں اس کی بیوی ہے۔

(مجاہد) کہتے ہیں کہ ابلیس سے نسل پیدا ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ اس نے اپنی شرمگاہوں کو اپنی ہی شرمگاہ میں داخل کیا تو پانچ انڈے دیئے ان کا کہنا ہے کہ اصل اولاد یہ ہے۔

علاوہ ازیں بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دائیں ران میں آلہ تناسل اور بائیں ران میں فرج (یعنی عورت کی شرمگاہ) پیدا کی ہے تو وہ اسے اس میں ڈالتا ہے پھر ہر روز دس انڈے دیتا ہے اور ہر انڈے سے ستر مذکر و مؤنث شیطان نکلتے ہیں۔ (۱)

(راجح) یہ تو ثابت ہے کہ شیطان کی اولاد ہے جیسا کہ قرآن کی درج بالا آیت میں ہے، لیکن اس کی پیدائش کی کیفیت کیا ہے چونکہ اس کا ذکر کتاب و سنت اور صحیح احادیث میں کہیں بھی موجود نہیں اس لیے اس کے متعلق کوئی بھی حتمی رائے قائم کرنا مناسب نہیں۔ (واللہ اعلم)

(شیخ شنقیطی) اولاد ابلیس کی پیدائش کے متعلق درج بالا علماء کی مختلف آراء کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بات کوئی مخفی نہیں کہ یہ اور اس طرح کے دوسرے اقوال قابل توجہ نہیں اس لیے کہ کتاب و سنت سے ان اقوال کی تائید نہیں ہوتی۔ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابلیس کی اولاد ہے لیکن اس اولاد کی کیفیت ولادت میں کچھ بھی صحیح ثبوت نہیں ملتا اور اس طرح کی چیزیں رائے سے معلوم نہیں کی جاسکتیں۔ (۲)

”أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مَبَارَكًا عَلَىٰ أَنْ وَفَّقَ هَذَا الْعَاجِزَ تَصْنِيفَ  
﴿كِتَابِ الْأَوْلَادِ وَالْوَالِدِينَ﴾ وَأَسْأَلُهُ الْمَزِيدَ مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَالْفَضْلِ وَالْتَوْفِيقِ وَأَنْ يَجْعَلَ هَذَا  
الْكِتَابَ سَبَبَ نَجَاتِي وَوَسِيلَةً دُخُولِي فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ مَعَ النَّسِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشَّاهِدَاءِ وَالصَّالِحِينَ“

# فہم لکچر پبلیکیشنز

## کی تحقیقی اور معیاری مطبوعات

قیمت: 880/-

نام کتاب: ﴿فقہ الحدیث﴾



فقہ الحدیث کا معنی ہے ”حدیث کی سمجھ“ یہ کتاب امام شوکانیؒ کی فقہی مسائل پر مبنی مختصر مگر جامع کتاب ”الدرر السہیہ“ کی واحد اردو شرح ہے اور دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں اسلامی طرز زندگی سے متعلق تقریباً تمام مسائل باحوالہ مکمل تخریج اور علامہ البانیؒ کی تحقیق کے ساتھ جمع کیے گئے ہیں۔

قیمت: 69/-

نام کتاب: ﴿پانچ اہم دینی مسائل﴾



یہ کتاب اُن پانچ اہم دینی مسائل (عشرہ ذوالحجہ، عیدین، قربانی، عقیقہ اور نومولود سے متعلق احکام) کا مجموعہ ہے جن سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اس کتاب میں مذکورہ پانچوں مسائل کو کتاب و سنت اور صحیح احادیث کی روشنی میں مکمل تخریج و تحقیق کے ساتھ بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔

قیمت: 60/-

نام کتاب: ﴿جنت کی کنجیاں﴾



اس کتاب میں صحیح احادیث کی روشنی میں اُن اعمال صالحہ کو یکجا کیا گیا ہے جن کے عامل کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جنت میں داخلے کی نوید سنائی ہے۔ یہ کتاب متلاشیانِ جنت کے لیے شعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے اس کا ہر مسلمان گھرانے میں ہونا نہایت ضروری ہے۔

قیمت: 380/-

نام کتاب: ﴿فتاویٰ نکاح و طلاق﴾



یہ کتاب دنیا کے مختلف ممالک میں دورِ حاضر میں پیش آمدہ جدید ازدواجی مسائل و احکام پر مشتمل سابق مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن باز، سابق نائب مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن عثیمین، شیخ ابن جبرین، شیخ عبدالرحمن سعدی، شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ، شیخ محمد بن صالح المنجد رحمہم اللہ جمع اور دیگر کبار عرب علماء کے فتاویٰ کا حسین انتخاب ہے۔

50/-

قیمت

نام کتاب: 100 مشہور ضعیف احادیث



ضعیف حدیث کی تعریف اقسام وضع حدیث کے اسباب، ضعیف حدیث پر عمل کا حکم، ضعیف حدیث کی بنیاد پر دورِ حاضر میں مروج بدعات، اور دیگر مفید معلومات پر مشتمل مقدمہ اور 100 ایسی ضعیف احادیث جو معاشرے میں مشہور ہیں مگر حکمِ علم خطباء بڑی بے باکی سے انہیں بیان کرتے ہیں، کا ذکر اس کتاب میں موجود ہے۔

جلد - 225/-

قیمت: کارڈ - 135/-

نام کتاب: نماز کی کتاب



اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کا وہ طریقہ نماز نقل کیا گیا ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اوقات نماز، اذان، شرائط نماز، سترہ، باجماعت نماز، نقل نماز، نماز تراویح، سجدہ سہو، سجدہ تلاوت، فوت شدہ نمازوں کی قضاء، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز خوف، نماز سفر، نماز کسوف، نماز استسقاء اور نماز استسحار وغیرہ کے مسائل قلم بند کیے گئے ہیں۔

جلد - 225/-

قیمت: کارڈ - 135/-

نام کتاب: زکوٰۃ کی کتاب



اس کتاب میں زکوٰۃ کی فرضیت، فضیلت، زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا انجام، جن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہے، جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے اور جن میں واجب نہیں، سونا، چاندی، حیوانات، نباتات، تجارتی اموال، معدنیات اور دھنوں کی زکوٰۃ، مصارف زکوٰۃ، جنہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور دیگر زکوٰۃ سے متعلق مسائل موجود ہیں۔

جلد - 200/-

قیمت: کارڈ - 120/-

نام کتاب: روزوں کی کتاب



یہ کتاب فرضیت و فضیلتِ صیام، رویتِ ہلال، روزہ دار کے لیے جائز و حرام امور، روزہ باطل کرنے والی اشیاء، روزہ کے قضاء، نفلی روزے، جن ایام کے روزے ممنوع ہیں، نماز تراویح، اعتکاف، لیلة القدر اور فضائل قرآن سے متعلقہ دلائل و مسائل پر مشتمل ہے۔ نیز آخر میں بالاختصار صدقہ فطر، عیدین اور قربانی کے مسائل بھی درج ہیں۔

جلد - 225/-

قیمت: کارڈ - 135/-

نام کتاب: حج و عمرہ کی کتاب



اس کتاب میں اصطلاحات حج و عمرہ، حج و عمرہ کے فضائل و احکام، اقسام حج، حجۃ النبی ﷺ، حج و عمرہ کا مختصر مفصل طریقہ، میقات، احرام، تلبیہ، طوافِ وسیع، رمی جمرہ، حلق، قربانی، طوافِ زیارت، ایام تشریق و طوافِ وداع، فضائل مکہ و مدینہ، زیارت مسجد نبوی و قبر نبوی اور زیارت مسجد قباء و جنت البقیع کے احکام و آداب کا بیان ہے۔



نام کتاب: ﴿ طہارت کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/135 ..... مجلد -/225



یہ کتاب مسائل طہارت پر مشتمل ایک جامع کتاب ہے اس میں نجاستوں کی تطہیر، آدابِ قضاءئے حاجت، مسنون و وضوء اور غسل کا طریقہ، مسواک کی فضیلت، موزوں اور جرابوں پر مسح، تیمم، ایام ماہواری، نفاس اور طہارت سے متعلق چند دیگر جدید مسائل بھی صحیح احادیث کی روشنی میں تخریج و تحقیق کے ساتھ یکجا کیے گئے ہیں۔

نام کتاب: ﴿ جنازے کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/135 ..... مجلد -/225



اس کتاب میں تقریباً وہ تمام مسائل جمع کر دیئے گئے ہیں جو وفات سے متعلق ہیں مثلاً مرض اور اس کی فضیلت، طلاق، آزار کشوں پر صبر، قریب المرگ شخص کے متعلق احکام، تحسنِ خاتمہ کی علامات، غسل، کفن، نماز جنازہ، تدفین، ایصالِ ثواب، زیارتِ قبور، عذابِ قبر اور سماعِ موتی وغیرہ۔

نام کتاب: ﴿ نکاح کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/135 ..... مجلد -/225



یہ کتاب حکمتِ نکاح، اہمیت و ضرورتِ نکاح، فوائدِ نکاح، احکام و فضائلِ نکاح، وقتِ نکاح، ارکان و شرائطِ نکاح، عقدِ نکاح، اعلانِ نکاح، حرام رشتے، باطل نکاح، منقہ، مگتیر کو قتل از نکاح دیکھنا، حق مہر، ہبیز، صالح میاں بیوی کی صفات، آدابِ مباشرت، حقوقِ زوجین، حمل، تعددِ ازاواج اور دیگر پیشتر نکاح کے قدیم و جدید مسائل پر مشتمل ہے۔

نام کتاب: ﴿ طلاق کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/135 ..... مجلد -/225



اس کتاب میں اصلاحِ زوجین کا طریقہ، طلاق کی کراہت و اباحت، طلاق میں نیت کا دخل، طلاق کی اقسام اور الفاظ، جس شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی، رجوع، خلع، ایلاء، ظہار، لعان، عدت، نفقہ، رضاعت اور حضانت سے متعلق تمام مسائل تفصیل کے ساتھ کتاب و سنت کی روشنی میں درج کیے گئے ہیں۔

### زیر طبع کتب

- |   |                              |
|---|------------------------------|
| مسنون عمرہ (پاکٹ سائز، مع رنگین تصاویر) | کتاب التوحید (توحید کی کتاب) |
| کتاب الجہاد (جہاد کی کتاب)              | کتاب السنۃ (سنت کی کتاب)     |
| کتاب الدعوات (دعاؤں کی کتاب)            | کتاب الایمان (ایمان کی کتاب) |



آج کے دور میں امام بخاریؒ، امام ابن تیمیہؒ اور امام غزالیؒ وغیرہ کے نقش قدم پر چلنے والے ہمت ایک نوخیز محقق **حافظ عمران ایوب لاہوری** ہیں۔

حافظ صاحب نے اس کتاب سے قبل ”فقہ الحدیث“ کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی ہے جس نے ملک بھر کے اہل علم سے واہ تحسین پائی ہے۔

اب انہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں اولاد اور والدین کے موضوع پر یہ کتاب مرتب کی ہے جس میں اولاد کی طلب اور دعا سے لے کر ان کے حصول پر اظہارِ تفکر اور پھر باجد کی تمام منزلوں یعنی تسبیح، تکبیر، حقیقہٴ رضا، تعلیم و تربیت اور اخلاق و کردار کی آبیاری تک کے تمام موضوعات کو صحیح احادیث کی روشنی میں آجا کر کیا ہے۔ اس کے ساتھ اولاد کے ذمے والدین کے حقوق اور اس سلسلے میں اولاد کے دینی فرائض کو بھی انہوں نے بڑی خوبصورتی سے کتاب میں سمودیا ہے۔ اسی کتاب میں یتیم بچوں کے بارے میں بھی قرآن و سنت کی روشنی میں بہت اہم ہدایات دی گئی ہیں۔ یقیناً ہمارے معاشرے میں یتیم بچوں کو وہ مقام نہیں دیا جاتا جو ایک حقیقی اسلامی معاشرے کی تصویر پیش کرے۔

ہماری نظر میں یہ کتاب بہت اہم گائیڈ بک ہے جو ہر خاندان کی ضرورت ہے۔ اس کی روشنی میں اچھی معاشرت اور پاکیزہ اسلامی ماحول گھروں کے اندر پیدا ہوگا تو اس کی خوشبو پورے معاشرے میں پھیلے گی۔

حافظ صاحب کامیاب تحقیق بھی بہت قابل قدر ہے اور انہوں نے اپنی پیش کش میں اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ مستند حوالوں سے اپنا موقف قارئین کے سامنے پیش کیا جائے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العالمین عزیز مگر اہم علمی نافع اور عملی صالح کی مزید دولت سے مالا مال کرے اور ان کے قلم سے تشنگانِ علم کی پیاس بجھانے کا اہتمام ہو رہا ہے۔

حافظ محمد ادریس حفظہ اللہ

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی، لاہور



فقد لا يتكيشن

تفہیم کتاب سنت کا تحقیقی و طباعتی ادارہ

لاہور۔ پاکستان